واصف علی واصف

بسم الله الرحمن الرحيم

واصف علی واصفؒ

گفتگو-2

کاشف پبلی کیشنز
A-301 جوہر ٹاؤن، لاہور

ڈھلتا رہا خیال مرا حرف و صوت میں
تحلیلِ جاں کے بعد ملا گوہرِ سخن

(واصف علی واصفؒ)

فہرست

[1]

[2]

[3]

[4]

[5]

[6]

[7]

[8]

•••

عرضِ حال

لب پہ آ کر رہ گئی ہے عرضِ حال
کیا کرے خورشید سے ذرہ سوال
(واصف علی واصفؒ)

واصف صاحبؒ کی گفتگو کی محفل کا جب اختتام ہو جاتا تو محفل کے شرکاء کو اپنے اپنے گھر جانے کی اجازت مل جاتی مگر صرف چند اصحاب وہاں سے روانہ ہوتے اور باقی لوگ اسی طرح سر جھکائے اور زبان بند کیے اپنی کیفیت میں سرشار بیٹھے رہتے۔ دیکھنے والے کو صاف نظر آتا کہ گفتگو کی تاثیر نے وہ جادو کیا ہے کہ پاؤں بنا زنجیر کے زمین کے ساتھ جکڑے گئے ہیں۔ اس صورت حال کو بھانپ کر قبلہ واصف صاحبؒ فرداً فرداً سب سے کچھ گفتگو کرتے، کوئی بات پوچھ لیتے یا گھر واپس جانے کے لیے سواری کے بارے میں دریافت کرتے۔ یوں ایک ایک کر کے سب کو روانہ کرتے۔ محفل کی گفتگو سے پیدا ہونے والی وارفتگی کو جنون بننے سے پہلے ہی آپ اس کی ترفیع اور تشفی فرما دیتے۔ اس طرح کا منظر بہت ہی عرصہ بعد دیکھنے میں آیا تھا، ایسا منظر جس نے لاہور کی ادبی، علمی اور روحانی فضا کو معطر اور منوّر کر دیا

تھا۔ان کا علم اس قدر بے کراں تھا کہ بعض اوقات خود ان کو دشواری پیش آتی تھی کہ اس لدُنی بارش کے کس کس حصے کو چھپائیں اور کس کو بیان کریں کیونکہ انہیں سامعین کے ظرف اور ضرورت کا مکمل احساس ہوتا تھا۔ان کی سب سے بڑی کوشش یہ ہوتی تھی کہ علم بیان کرنے کے دوران اپنی ذات اور اپنے مقام کو مکمل اخفاء میں رکھیں اور اس میں وہ بہت حد تک کامیاب تھے۔مگر روشنی اور خوشبو کو کون روک سکتا ہے۔لوگ جوق در جوق تلاش علم کے لیے آنکلتے۔انہوں نے اس علم کا زیادہ تر وہ حصہ بیان کیا ہے جس کے بیان کرنے سے اللہ کی مخلوق کی مشکل حل ہو جائے۔فرمایا کرتے تھے کہ ایسا سوال کرو جس کا جواب کسی کتاب سے نہ مل سکے اور پھر جواب بھی ایسا دیا کرتے تھے جو کسی اور کتاب میں اس صورت سے ابھی تک نہیں آسکا۔ان کی حد درجہ کوشش یہ ہوتی تھی کہ جواب مختصر ہو الفاظ سادہ ہوں اور ایک ایک نقطے کی وضاحت ہو تا کہ ابلاغ ہر سطح کے ذہن تک بغیر کسی دقّت کے ہو سکے۔وہ یہ سب کچھ اس لیے کرتے تھے کیونکہ آپ کا فرمان تھا کہ جب کوئی شخص ایک سوال پوچھتا ہے تو دراصل یہ سوال صرف اس کا ذاتی سوال ہی نہیں ہوتا بلکہ ہزاروں لاکھوں دوسرے انسانوں کو بھی اس دقّت کا سامنا ہوتا ہے۔آپ کی گفتگو کی محفل میں خاص اور باِاذن اصحاب شریک ہوتے تھے اس لیے سوالات گوناگوں اور وسیع پس منظر کے حامل ہوا کرتے تھے۔اس صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ یہ گفتگو کیسٹ سے کاغذ پر منتقل کی جائے تاکہ باقی کے سب لوگ بھی اپنے اپنے سوال کا جواب پائیں

اوران کی مشکلیں حل ہوں۔ اسی حکم کے پیشِ نظر ''گفتگو'' کا دوسرا والیوم پیش کیا جارہا ہے تاکہ علم وادب اور عرفان وآگہی کی یہ امانت اپنے حق دار تک پہنچ جائے۔

•••

سوال یہ ہے کہ۔۔۔۔۔

(ایک محفل کے شروع میں قبلہ واصف صاحبؒ کے بیان سے اقتباس)

''ایسا سوال کرو جس کا تعلق آپ کی ذات کے ساتھ ہو اور واقعی اس کا حل آپ کو نہ ملا ہو۔ زندگی میں ایسے بے شمار واقعات آتے ہیں کہ باطن کے حوالے سے کوئی سوال حل نہیں ہوتا۔ جب زندگی میں ہی ایسے سوال کا حل کوئی شخص پیش کر دے، چاہے ایک لفظ میں کر دے، تو ایسے لمحات بڑے خوشگوار ہوتے ہیں۔ آپ کو جو علم آتا ہے اپنی جگہ بجا، اپنے استعمال میں رکھو، جب کبھی اس علم کے اندر واقعی کمی محسوس ہو، کمی کی تعریف یہ ہے کہ ایسی کمی یا ضرورت جس کی قیمت پوری زندگی بھی ہو تو تمہیں منظور ہو۔ جب کوئی ایسا سوال اٹک جائے تو اس کا جواب دینے کے لیے سب لوگ مل کر دعا کر سکتے ہیں۔ آئندہ بھی آپ آئیں، خوشی کی بات ہے۔ کوئی ایسا سوال ہو جو آپ کے خیال کے سفر کے درمیان اچانک پیش آئے اور آسودگی نہ پائے۔ ورنہ وہ سوال جو کتاب میں ملتا ہے اس کا جواب بھی کتاب میں ملتا ہے اور جس کے جواب میں کتابیں لکھی گئی ہیں وہ ہم سب پڑھ چکے ہیں۔ ہم ان سوالوں پر Concentration کر رہے ہیں جن کا جواب واقعی کتابوں سے اخذ کرنے کا موقع نہیں مل سکتا، یہ وہ سوال ہیں، زندگی میں ہماری صداقت کے سوال ہیں، ہماری مجبوریوں کے سوال ہیں اور ان سوالوں کو ہم بڑی احتیاط سے Deal کرتے ہیں۔ ہمارے پاس ایک خاص

وقت بلکہ محدود وقت ہے' ان سوالوں کے علاوہ علمی سطح پر بھی بہت سا علم ہے مگر ہمارے ہاں ایک خاص انداز کی بات ہے اور یہ ایک خاص انداز کے مطابق ہو رہی ہے ــــــ"

◆◆◆

1
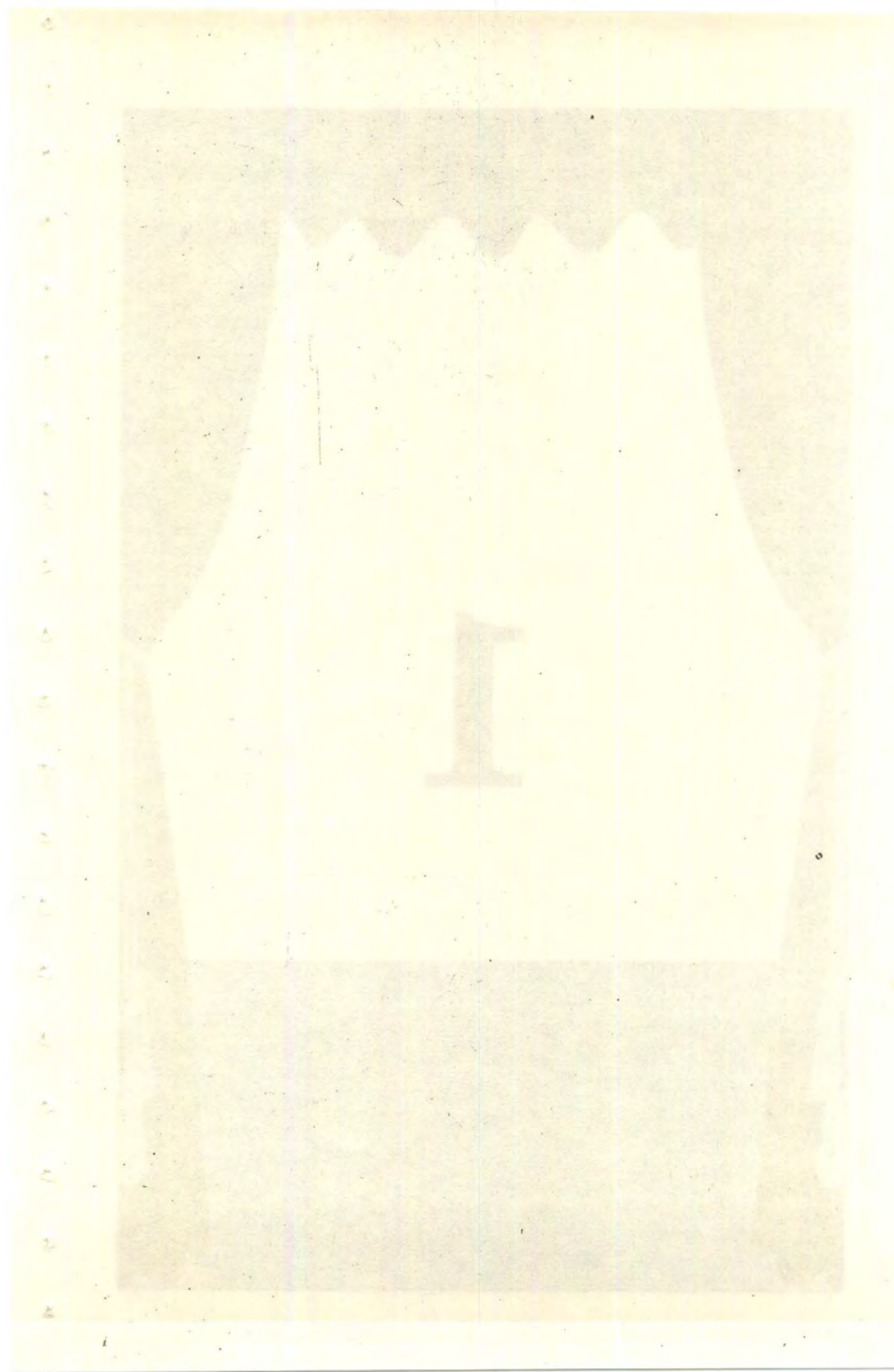
1. اگر کوئی شخص ہم سے دعا کے لیے کہے تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟
2. زندگی کی حقیقت اور کائنات کے جو راز ہیں انہیں راز کیوں رکھا گیا ہے اور یہ راز صرف چند لوگوں پر ہی کیوں منکشف کیے جاتے ہیں؟
3. دنیا میں تو کئی مذاہب موجود ہیں مگر......
4. اگر ایک شخص مسلمان کے گھر پیدا ہو گیا تو وہ مسلمان ہے اور ہندو کے گھر پیدا ہو گیا تو وہ ہندو ہے۔اس کے متعلق وضاحت فرما دیں۔
5. ذکر الٰہی کی مقدار کیا ہے؟
6. اپنی ذات کے ساتھ Sincere کیسے ہوا جا سکتا ہے؟
7. سید میں اور عام مسلمان میں کیا فرق ہے؟
8. کسی نعمت کا یا کسی شخص کا شکریہ ادا کرنے کا سب سے اچھا طریقہ کیا ہے؟
9. جو آدمی احسان فراموش ہو اس کے ساتھ بہتر سلوک کرنے والے کے لیے کیا حکم ہے؟

سوال:

اگر کوئی شخص ہم سے دعا کے لیے کہے تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

جواب:

جب کوئی شخص آپ سے دعا کے لیے کہے تو ایک چیز پر غور کر لیں کہ آپ نے اس کو یہ Impression کہاں سے دیا ہے کہ وہ آپ کو دعا کے لیے کہے۔ اتنی بڑی ذمہ داری آپ نے اپنے ذمے کیسے لگا لی؟ کہیں اس میں بناوٹ تو نہیں؟ کہیں اس میں کچھ نقل تو نہیں آ گئی؟ مقصد یہ ہے کہ کہیں آپ نے اپنے بارے میں کوئی ایسا Impression تو Create نہیں کر دیا کہ آپ دعا کرنے والے ہیں۔ کیونکہ جو شخص دعا کے لیے کہہ رہا ہے اس کو آپ پر یہ اعتماد کیسے ہوا کہ وہ آپ کو دعا کے لیے کہے۔ کہیں آپ نے اپنے آپ کو غلطی سے نیک تو مشہور نہیں کر دیا۔ اس کو کہاں سے مشاہدہ ہو گیا؟ دو طرح کے آدمی ہوتے ہیں دعا کے لیے کہنے والے۔ ایک وہ شخص ہوتا ہے کہ جس کو اشارہ ہو گیا کہ تیرے مسئلے کا حل فلاں شخص کے پاس ہے۔ یا پھر یہ کہ وہ شخص دعا کرے تو تیرا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اشارہ غائبانہ طور پر بھی ہو سکتا ہے' خواب کے ذریعے بھی ہو سکتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک کہانی سن لو۔ ایک آدمی درویش تھا۔ اس کا ایک دوست تھا' جو

شادی شدہ تھا۔دوست سفر پر جانے لگا تو اس نے سوچا میں سفر پر جا رہا ہوں' اپنی بیوی کو میں کہاں بھیجوں۔اس نے سوچا فلاں درویش میرے دوست ہیں' ان کی امان میں چھوڑ جاتا ہوں' اس طرح میں باہر کا سفر کر کے واپس آ جاؤں گا۔صوفی صاحب نے اس عورت سے کہا کہ تو زنان خانے میں چلی جا۔اس طرح وہ شخص سفر پر چلا گیا۔وہ عورت زنان خانے میں رہنے لگی اور صوفی اپنی عبادت گاہ میں رہا۔اس نے ایک دن پانی مانگا۔اس کی اپنی بیوی کی بجائے اس مہمان خاتون نے اس کو پانی کا گلاس پیش کیا۔اب صوفی نے اس کا ہاتھ دیکھا۔ہاتھ کے حوالے سے ذہنی طور پر کوئی تصویر بنائی۔لکھنے والے لکھتے ہیں یا کہنے والے کہتے ہیں کہ اس کا تقویٰ اور تصوّف کا سارا قلعہ جو تھا وہ ٹوٹ گیا' اس طرح کہ وہ محروم ہو گیا۔اب وہ چلّانے لگ گیا کہ یہ کیا ہو گیا؟ اس وقت تو سمجھ نہیں آئی کہ یہ سب کیا ہو گیا ہے' آخر کیا واقعہ ہو گیا ہے؟ وہ بے تاب ہو گیا کہ جگنو اڑ گئے' پرندے اڑ گئے' خیال چلا گیا اور تصوّر خالی ہو گیا۔خیال کی نعمت سے خالی ہو جانے کے بعد انسان کو سمجھ آتی ہے کہ اس نے کیا کھو دیا ہے۔اگر میزبان کے پاس کھانا ختم ہو جائے تو سب سے برا آدمی کون ہے؟ مہمان! کیونکہ اب میزبان اس سے Avoid کرے گا۔جس آدمی کے پاس کھانا ختم ہو جائے وہ مہمان کو پسند نہیں کرے گا۔جس کے پاس بات ختم ہو جائے وہ سامع کو پسند نہیں کرے گا۔جس کے پاس جو چیز ختم ہو جائے وہ اس کے حاصل کرنے والوں کو پسند نہیں کرے گا۔یہ اصول کی بات ہے۔دوکان ختم ہو گئی تو اب گاہک کو کیا کرنا ہے؟ گاہک تو پھر مصیبت ہے۔اس صوفی درویش نے محسوس کیا کہ اس کا تصوف کمزور

ہو گیا ہے پھر وہ وہاں سے پریشان ہو کے نکلا' اس چیز کی تلاش میں جو کھو گئی تھی' ضائع ہو گئی تھی جہاں بھی گیا' کسی نے اس کو تسلی بخش جواب نہیں دیا۔ ایک مجذوب درویش اسے ملا۔ اس نے کہا بات یہ ہے کہ آپ کوئی چیز ضائع کر بیٹھے ہیں۔ کہنے لگا کہ میں بہت کچھ ضائع کر بیٹھا ہوں۔ اس نے کہا تمہارا علاج جو ہے فلاں آدمی کے پاس ہے' اگر وہ دعا کرے تو تیرا مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ وہ اس آدمی کے پاس گیا۔ آگے جا کے اس نے کوئی اور ہی منظر دیکھا' وہاں دیکھا کہ ایک مجذوب قسم کا آدمی بیٹھا ہے۔ اس کے پاس ایک چھوٹا سا خوب صورت لڑکا ہے' وہ اس بچے سے پیار کرتا ہے' اور اس کے پاس شراب کا پیالہ رکھا ہوا ہے۔ وہ بچے کو شراب پلاتا ہے' خود بھی شراب پیتا ہے اور اس سے پیار کرتا ہے اور بوسہ بھی دیتا ہے۔ وہ یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گیا۔ صوفی نے سوچا یہاں سے واپس چلو کیونکہ یہ وہ آدمی نہیں ہو سکتا۔ تب اس آدمی نے صوفی کو آواز دی کہ بابا کدھر جا رہا ہے؟ اس نے کہا میں آیا تھا کسی کام سے' لیکن لگتا ہے میں غلط جگہ پہ آ گیا ہوں۔ اس نے کہا تو غلط جگہ پہ نہیں' بلکہ صحیح جگہ پر آ گیا ہے' میں تیرے لیے دعا کرتا ہوں تیرا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اس بزرگ نے دعا کی اور مسئلہ حل ہو گیا۔ صوفی کو اپنا Contact واپس مل گیا۔ صوفی صاحب نے کہا اب ایک اور سوال پیدا ہو گیا ہے۔ سوال اب یہ پیدا ہو گیا ہے کہ یہ کیا ہے؟ جب آپ نے میرا اتنا بڑا مسئلہ حل کر دیا تو محسن ہونے کی حیثیت سے یہ بتایئے کہ یہ کیا ہے؟ جو آپ کر رہے ہیں یہ کیا ہے؟ جو آپ نے میرے ساتھ کر دیا وہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ بڑی آسان سی بات ہے' بات یہ ہے کہ یہ ہے میرا بیٹا اور یہ ہے شربت۔ بچے

سے پیار کرتا ہوں کہ میرا بیٹا ہے اور شربت پی رہا ہوں کہ یہ میری خوراک ہے۔
اس نے کہا یہ سب ایسا کیوں ہے؟ دیکھنے میں تو ایسا لگتا ہے جیسے شراب پی رہے
ہیں۔ اصل میں یہ کیا واقعہ ہے؟ اس نے کہا میں نے یہ سب اس لیے رکھا ہوا ہے
کہ کوئی آدمی جاتے ہوئے اپنی بیوی میرے پاس نہ رکھ جائے!! تو یہ ہیں دعا
کے راز ــــــ اگر آپ نے ویسے ہی مشہور کر رکھا ہے کہ میں صاحب دعا ہوں تو
پھر آپ کو توبہ کرنی چاہیے' ایسی مشہوری نہیں کرنی چاہیے کہ لوگ کہیں کہ ہمارے
لیے دعا کرو! اگر Genuinely آپ کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ کسی نے دعا کے لیے
کہا ہے' تو دعا کر دو صرف فرض کے طور پر کہا ہے تو فرضی طور پر دعا کر دو' اس نے
By the way کہا ہے تو اس کے لیے By the way دعا کر دو۔ جتنا اس شخص کو
آپ پر اعتماد ہے وہ اعتماد دراصل آپ نے Create کیا ہے۔ مثلاً یہ کہ ''ہم تو
عاجز ہیں' ہم کیا کر سکتے ہیں'' اب یہ شخص اپنا Impression دوسرے پر
Create کر رہا ہے۔ Impression اگر Create کیا ہے تو کبھی غلط نہ
کرنا۔ اس کے لیے آپ کی گرفت ہوگی۔ اب سوال یہ ہے کہ کوئی ہم سے دعا
کے لیے کہے تو ہم کیا کریں۔ تمہیں دعا کے لیے کیوں کہے کوئی؟ سوال یہ
ہے۔ اس فلاں شخص کو تو نہیں کہتے دعا کے لیے' اس دوسرے شخص کو تو نہیں کہتے
دعا کے لیے اور تمہیں کیوں کہتے ہیں؟ اگر کوئی Impression Create
کیا ہوا ہے تو اس کے لیے جواز مہیا کرو۔ ہم کسی سے دعا کے لیے اس وقت کہتے
ہیں جب کوئی مسئلہ اتنا تیز ہو جائے کہ ہمیں سمجھ نہ آئے کہ کس سے کہیں۔ مجبور
آدمی ہر ایک سے دعا کے لیے کہتا ہے۔ ہر ایک سے اس لیے کہتا ہے کیونکہ اس کو

پتہ نہیں ہوتا کہ اصل میں کس سے کہنا ہے۔ انسان خدا کی تلاش میں کبھی خانقاہ کے پاس چلا جاتا ہے۔ تلاش خدا کی بتاتا ہے اور مسئلہ اس کی صحت کا ہوتا ہے۔ چاہیے کیا؟ شفا! گیا کہاں؟ خانقاہ میں یا کسی بندے کے پاس یا ڈاکٹر کے پاس یا حکیم کے پاس ___ گویا کہ تکلیف والا آدمی بلاوجہ بھی آپ سے دعا کے لیے کہہ سکتا ہے۔ جب آپ کو تکلیف ہوتی ہے تو آپ دعا کا سہارا لیتے ہیں جو کہ دراصل خدا کا سہارا ہے۔ دعا کے لیے کسی کو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ خدا کے لیے درخواست ہے کہ اگر اللہ سے تمہارا تعلق ہے تو تم میرے لیے دعا کرو۔ کسی سے دعا کے لیے کہنا اچھی بات ہے لیکن دعا گو مشہور ہونے کے لیے جواز چاہیے۔ یہ میری وارننگ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ تم مشہور کر دو کہ تم دعا کرتے ہو۔ باقی جہاں تک دعا کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ دعا کرنے سے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ آدھی زندگی کی مشکل تو دعا سے ہی حل ہو جاتی ہے۔ باقی کوشش سے ہے۔ اس بات کو آپ یوں کہہ لو کہ زندگی میں دو چیزیں ہیں' ایک کوشش ہے اور ایک نصیب ہے۔ کوشش سے بہت کچھ حاصل ہوتا ہے لیکن جو بنیادی نصیب ہے یہ دعا کا حصہ ہے' دعا کی تاثیر ہے' یہ کوشش سے حاصل نہیں ہوتا۔ کوشش سے آپ کوئی Achievement کر لو گے لیکن دوسرے شخص کا دل مائل ہونا نصیب کی بات ہے۔ سفر کا انجام اچھا ہونا نصیب کی بات ہے۔ اس منزل پر جانے والے کئی مسافر راستے میں رک گئے ۔

آفاق کی منزل سے گیا کون سلامت
اسباب لٹا راہ میں یاں ہر سفری کا

تو کئی لوگ راستے میں رہ گئے۔ نصیب جو ہے یہ دعا سے بنتا ہے۔ کامیابیاں بے شک کوشش سے بنتی جائیں مگر وہ کامیابیاں جو کوشش سے بنتی ہیں، بعض اوقات نصیب کے برعکس بھی ہوسکتی ہیں۔ بات سمجھ میں نہیں آئی کیا؟ یہ بہت غور کرنے والی بات ہے کہ ایک آدمی اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا اور کامیاب ہوتے ہی زندگی میں فیل ہوگیا۔ کبھی ایسی مثالیں دیکھی ہیں آپ نے؟ تاریخ عالم میں دیکھا ہوگا اور تاریخ پاکستان میں دیکھا ہوگا کہ مقصد کامیاب ہوگیا اور زندگی ناکام ہوگئی۔ اگر گناہ گار کا مقصد کامیاب ہوجائے تو وہ گناہ گار ہوجاتا ہے اور مقصد ناکام ہوجائے تو گناہ سے بچ جاتا ہے۔ چور کا منصوبہ کامیاب ہوجائے تو چور لیکن وہ زندگی میں فیل ہوجاتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ہر برائی اگر Achievement میں کامیاب ہوجائے تو وہ اپنے اصل مدعا میں فیل ہوجاتی ہے۔ لہٰذا ضروری نہیں کہ ہر کامیابی اصل کامیابی ہو۔ اگر مقصد برا ہوتو کامیابی بہت بری چیز ہے۔ اگر مقصد اچھا ہے تو ناکامی بھی بہتر ہے۔ مدعا یہ ہے کہ مقصد کا انتخاب نہ ہوتو پھر کامیابی اور ناکامی دونوں Meaningless ہیں۔ دعا کے ذریعے آپ مقصد کے انتخاب میں کامیاب ہوجاتے ہیں۔ تو اس بات کی دعا کرنی چاہیے کہ یا اللہ مجھے مقصد کا انتخاب کرنے میں آسانی فرما۔ یا یہ دعا کرنی چاہیے کہ یا اللہ مجھے کوئی صاحبِ دعا ملا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ساری باتیں دعا کے ذریعے بتائی ہیں کہ یہ دعا کیا کرو، مجھ سے یہ چیز مانگا کرو۔ اسے خوشی ہوتی ہے۔ فرماتا ہے کہ مجھے یہ کہا کرو کہ **اھدنا الصراط المستقیم** اے اللہ ہمیں سیدھی راہ دکھا۔ **صراط الذین انعمت علیھم** ان لوگوں کا راستہ جن

پر تیرا انعام ہوا۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بتا دیا کہ یہ راہ ان انسانوں کی راہ ہے جن پر اللہ کا انعام ہوا۔ گویا کہ جب اللہ مہربان ہو جائے تو انسانوں کی راہ سمجھ آ جاتی ہے۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ اللہ کی راہ ہو اور کوئی آدمی چلا نہ ہو آج تک۔ کوئی نہ کوئی ضرور چلا ہوگا۔ ان لوگوں کے نقوشِ پا دیکھو جو اللہ کی راہ پر چلے ہیں۔ ان لوگوں کو دیکھو جو اللہ کی راہ چل رہے ہیں۔ اگر ان لوگوں کے ساتھ تعلق نہیں ہے تو آپ یہ سمجھ لو کہ اللہ کے راستے کے ساتھ تعلق نہیں ہے۔ یہ جو کہنا ہے کہ اللہ کو کہ سیدھی راہ دکھا' اصل میں اس کا راستہ دیکھنے والی بات ہے۔ سب سے زیادہ کامیاب راہ بلکہ ایک ہی راہ ہے اللہ کی اور وہ ہے وہ راستہ جو اللہ کے محبوب ﷺ کی طرف سے وہی راستہ صحیح ہے' باقی سب راہیں غلط ہیں۔ زندگی میں آپ جو کامیابی حاصل کر رہے ہو یہ Meaningless ہو سکتی ہے' شہرت حاصل کرتے ہو' یہ دھوکہ دے سکتی ہے' دولت حاصل کرتے ہو' یہ نقصان دہ ہو سکتی ہے۔ راستہ وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کی طرف لے جائے۔ اور اس راہ پر چلنے والے جب آپ ﷺ کے ساتھ چلیں گے تو صرف وہی راستہ صحیح ہوگا' ورنہ راستہ نہیں ملے گا۔ کہیں ایسا نہ بننا کہ شہرت کے لیے آپ اپنے آپ کو اور حقیقت کو زخمی کر لو۔ دولت اور شہرت کے علاوہ ایک تیسری چیز بھی ہو سکتی ہے۔ تیسری چیز جو ہے اسے کہتے ہیں لذتِ وجود۔ تو اب تین چیزیں ہو گئیں یعنی دولت' شہرت اور لذّتِ وجودِ نفس ___ ان تینوں میں اگر احتیاط کی جائے اور ان تینوں کو اگر کلمہ پڑھا دیا جائے تو سمجھو کہ آپ کا راستہ آسان ہو گیا۔ یہی تین مقامات ہیں جہاں سے آپ کو خطرہ ہے اور چوتھا مقام ہی کوئی نہیں۔ شہرت حاصل کرنے کے خیال کی

اصلاح کرو، دولت حاصل کرنے کی تیز رفتاریوں کو دھیما کرو اور اپنی لذّتِ وجود کی جو خواہشات ہیں ان کو ٹھیک کرو۔ یہ تین کام آپ کرلو تو آپ کی زندگی کامیاب ہو جائے گی۔

یہ تینوں کام جو ہیں اکثر ان میں مشکل ہو جاتی ہے انسان کو، اور وہ تینوں ہی سے نقصان اٹھاتا ہے اور پھر انسان ایسے ہوتا ہے جیسے زخمی پرندہ، نہ وہ اڑنے کے قابل اور نہ واپس جانے کے قابل، تو وہ نہ شکار کے کام آیا اور نہ شکاری کے کام آیا۔ اس لیے یہ دیکھنا چاہیے کہ آپ کر کیا رہے ہیں؟ جب کوئی دعا کے لیے کہے تو آپ دیکھو کہ اس نے کیوں کہا؟ اگر کوئی تعلق کے بغیر دعا کے لیے کہتا ہے تو وہ ایسے ہی سرسری کہہ رہا ہے۔ آپ بھی کہہ دیں کہ اچھا میں دعا کردوں گا۔ دعا بھی کردو کہ یا اللہ بہتری فرما! کچھ لوگوں نے ایسا بھی کہا کہ یا اللہ یہ آدمی مجھے نیک سمجھتا ہے اور دعا کے لیے کہتا ہے، تو مجھ کو سچ مچ کا نیک بنا دے۔ ایک تو یہ مقام ہے، پھر اس کے لیے دعا کرو! یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کسی کے لیے دعا کریں اور پھر اللہ تعالیٰ فرمائے کہ تو اس شخص کے لیے دعا کر رہا ہے جو میرا باغی ہے اور میری بات نہیں مانتا۔

جب تک وہ اللہ کے ساتھ تعلق نہ بنائے تو اللہ کیسے اس کی بات مانے؟ کوئی شخص ایسا نہیں ہوسکتا جو کسی باغی کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کا جواب لا سکے۔ دعا یہ ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ باغیوں کو اطاعت میں لے آئے تاکہ ان کی دعائیں منظور ہو جائیں۔ دعا اس شخص کی منظور ہوتی ہے جو تمہاری بغاوت دور کرے اور تمہاری اصلاحِ احوال کرے تاکہ تم بھی اللہ کی راہ پر چل پڑو۔ ورنہ یہ

رواج بن جائے گا۔ یہ صرف رسم بن جائے گی اور رواج بن جائے گا کہ باغی کو
فیض دیا جائے۔ ایسا تو ہوا نہیں ہے آج تک! باغی کو فیض نہیں ملا آج تک۔ اس
پہ ذرا صاحبانِ فکر غور کریں کہ پاکستان میں لاکھوں کے حساب سے پیر خانے ہیں'
اور انہیں دیکھا جائے تو وہی کام کر رہے ہیں جو بزرگوں نے کیا۔ دعا کرتے ہیں
اور دعا دیتے ہیں۔ جہاں قوالی ہوتی تھی وہاں قوالی جاری ہے۔ جہاں محفلِ ذکر
تھی وہاں محفلِ ذکر جاری ہے۔ ہر وہ کام ہو رہا ہے۔ اب ایک شخص پیر صاحب
کے پاس گیا کہ جناب دعا کریں تو انہوں نے دعا کر دی۔ فرض کرو دعا منظور
ہو گئی اور اگر بچے سے قتل ہو گیا اور بچے کی ماں نے پیر صاحب سے کہا کہ آپ دعا
کریں میرا بیٹا بری ہو جائے۔ پیر صاحب نے Genuinely دعا کی اور بیٹا بری
ہو گیا۔ اب مقتول کا حق جو ہے وہ کدھر گیا؟ آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں! اس
لیے دعا کرنے والا یہ خیال کرے کہ اس کی دعا کرنے کے عمل سے کسی اور کا حق
ختم نہ ہو جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دعا کے پورا ہونے سے کوئی اور شخص کسی چیز سے
محروم ہو جائے۔ عام طور پر یہاں آ کر دِقّت پیدا ہوئی کہ مشائخ نے ہر ایک کے
لیے دعا کر دی' ہر ایک کے لیے دعا' اور ناجائز خواہش کے لیے دعا۔ آ کر کہتے
ہیں کہ نمبر نکل آئے' کوئی لاٹری نکل آئے۔ اگر Genuine دعا کر دی اور لاٹری
نکل آئی تو پھر یہ سارا نظام ہی غلط ہو گیا۔ لوگ آ کر کہتے ہیں کہ دعا کریں کہ گھوڑا
ڈربی ریس جیت جائے۔ دعا کا مقام یہ ہے کہ اللہ اور اللہ کے حبیبؐ کے بتائے
ہوئے راستے پر چلنے والوں کو جب کوئی بات سمجھ نہ آئے' تو دعا کے ذریعے اس کا
حاصل انہیں لا دو۔ اس کے علاوہ جو بات ہے وہ دعا کا مقام نہیں ہے۔ جس

ذات سے دعا کر رہے ہو اس ذات نے راستہ بتا دیا ہے۔ اس راستے کے مطابق
چلو۔ دعا کا یہ مقام ہے کہ دعا اللہ کی طرف جاتی ہے اور اللہ سے تاثیر لاتی ہے۔
ایک شخص جو یتیم کا مال ہضم کر گیا' کہتا ہے کہ دعا کرو کہ بس اللہ مجھ پر رحم کرے۔
اللہ تجھ پر تب رحم کرے گا جب تو یتیم کا مال واپس کر دے گا۔ اب تو ظلم کرنے
کے بعد رحم مانگ رہا ہے تو یہ تو بڑی غلط بات ہے۔ اس لیے دعا کے پردے میں
بڑے ظلم ہوتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے! اب آپ دعا کرنی بند ہی
کر دو۔ اب آپ جنرل دعا کرو۔ قوم کے لیے دعا کرو' ملت کے لیے دعا کرو کہ
یہ بچ جائے اور وہ لوگ جنہوں نے ملک کو کھایا ان کے لیے دعا کرنی چاہیے کہ یا
اللہ یہ حصہ ان کو ہضم نہ ہو۔ دعا کرو کہ جس نے یتیم کا مال کھایا ہے اس کو ہضم نہ
ہو۔ اس کو خود ہی پیٹ میں درد ہو تا کہ یہ واپس کر دے۔ ایک دوسرے کا مال ہضم
کرنے کی بجائے اس کی عادت اب بدل جائے گی۔ آپ ایک دوسرے کے
مال نہ کھایا کرو۔ مالِ یتیم نہ کھاؤ۔ ایک دوسرے کا مال بھی نہ کھاؤ اور دھوکہ نہ کرو۔
جتنی باتیں اللہ تعالیٰ نے منع کی ہیں ان باتوں سے بچو۔ پھر دعا کا مقام یہ ہے کہ
جہاں کوشش نہیں پہنچاتی وہاں دعا پہنچائے گی۔ مریض کوشش کر کے تھک چکا ہے'
ڈاکٹر دوا دے چکے ہیں اور اب دعا کی ضرورت ہے۔ یا پھر وہ آدمی دعا کرے جو
ڈاکٹر کے پاس شروع سے ہی نہ جائے۔ وہ کہہ سکتا ہے کہ دیکھا جائے گا۔ دعا کے
ذریعے چلنے والے بے شمار لوگ ہیں جنہوں نے آج تک ڈاکٹر کی ایک گولی بھی
نہیں کھائی۔ وہ دعا کے قائل ہیں اور دعا کو مانتے ہیں۔ اس لیے یہ دیکھو کہ اللہ کے
ساتھ تمہارے تعلق کی جتنی Range ہے اتنی ہی دعا کی Range ہے ____

اور بولو ____ اور سوال ____ چلو اور سوال پوچھو ____

سوال:

جناب یہ زندگی کی حقیقت اور کائنات کے راز جو ہیں انہیں راز کیوں رکھا گیا ہے اور پھر راز صرف چند لوگوں پر ہی کیوں منکشف کیے جاتے ہیں' سب کے لیے ایسا کیوں نہیں ہے؟

جواب:

یہ تو بڑی آسان سی بات ہے۔ پہلی بات تو یہ دیکھو کہ جس Capacity میں آپ سوال کر رہے ہو وہ Capacity ایک ماننے والے کی ہے یا کہ ایک غور و فکر کرنے والے کی ہے۔ جو غور و فکر والا ہے لیکن قرآن کو نہیں مانتا اس کے لیے اس سوال کا جواب اور ہے' ماننے والے کے لیے اور ہے۔ آپ اپنی Capacity بتاؤ! کیا آپ مسلمان ہونے کی حیثیت سے بات کر رہے ہیں؟ جو کافر ہو کے بات کرے اس کا جواب Clear ہے۔ ماننے والوں کے لیے اس کا جواب اور ہے۔ پہلے Capacity بنالو۔ قرآن پاک مسلمانوں کے لیے اللہ کا کلام ہے اور اللہ جو ہے خالق ہے کائنات کا۔ اور تضادات کے باوجود اللہ' اللہ ہی ہے' خالق ہے' مالک ہے' اگر کوئی بات' ہمیں سمجھ آتی ہے تب بھی وہ مالک ہے اور اگر سمجھ نہیں آتی ہے تب بھی وہ مالک ہے۔ آپ نے ابھی اس کے ایک حصہ پر غور کیا ہے۔ کبھی دوسرے رخ پہ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ پیغمبر ہیں' اللہ کے نبی ہیں' قریبی ہیں اور بڑی تکلیف سے گزر رہے ہیں۔ یہ کافروں نے سوال کیا ہے کہ اگر آپ پیغمبر ہیں تو اتنی تکلیف کس بات کی ہے' آپ تو غریب ہیں' پھر بھی پیغمبر ہیں'

آپ کنویں میں گر گئے ہیں' جیل جانا ہوا پھر بھی پیغمبر ہیں' درد ہو گیا پھر بھی پیغمبر
ہیں' بیمار ہو گئے' جسم میں کیڑے پڑ گئے' پھر بھی پیغمبر ہیں! کبھی کسی پیغمبر نے گلہ
نہیں کیا۔ کسی پیغمبر نے کبھی استعفیٰ نہیں دیا۔ یہ خاص راز ہے۔ اس طرح جو شہید
ہیں وہ اللہ کی راہ میں مرتے جا رہے ہیں' اور تسلیم کرتے جا رہے ہیں' انہوں نے
کبھی کچھ نہیں کہا' گلہ نہیں کیا۔ گلہ ہے صرف دیکھنے والے کا۔ اور اگر دیکھنے والا
اس خیال سے وابستہ نہ ہو تو اس کو گلہ ہی رہے گا۔ اس لیے جب اللہ کریم کی بات
دیکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ میں قادرِ مطلق ہوں' میرے اختیار سے کسی
کے باہر جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن اس شیطان نے اللہ کا کہنا نہیں مانا۔
آپ سوچو کہ اگر شیطان نے کہنا نہیں مانا تو پھر ہمیں بتانے کی کیا ضرورت ہے؟
کیا وہ اللہ کے قبضۂ قدرت سے باہر ہے جس نے نہیں مانا؟ یہ راز بعد میں سمجھ
آئے گا۔ آپ یہ دیکھو کہ زمین کے اندر سونا ہے' مٹی کے اندر ایک Ore ہے' اس
کے بعد آپ اس Ore کو Process کرتے ہو' پھر اس کو آپ Furnace
میں لے جاتے ہو' Melt کرتے ہو' پھر جا کے سونا نکلتا ہے۔ یہ سونا جو ہے جب
Ore کی حالت میں ہوتا ہے ایک راز ہوتا ہے۔ اس وقت آپ اسے نہیں پہچان
سکتے۔ کائنات کے راز کو دریافت کرنے کے لیے' راز سے متعلق سوالات کے جواب
لینے کے لیے سب سے پہلے اپنے وجود کا راز دریافت کرو۔ آپ کی آنکھ کے اندر
ایک چیز موجود ہے' اس کا نام ہے بینائی اور وہ تمہیں نظر نہیں آئی آج تک۔ اس کو
پہچانو۔ تمہارے جسم میں جو جان ہے وہ کہاں ہے' وہ کیا ہے؟ تمہارے اپنے پاس
جو روح ہے وہ کہاں پر ہے' اس کو پہچانو۔ یہ جو گویائی ہے یہ کدھر سے آتی ہے اور

کہاں چلی جاتی ہے' اس کو پہچانو۔ تمہارے پاس روزِ روشن کی طرح خیال ہے' خیال آ تا ہے' خیال جا تا ہے' خیال بجھتا ہے' خیال چھپتا ہے' اس کو پہچانو کہ یہ کیا ہے؟ اچانک خیال آ گیا' اچانک غم آ گیا' اچانک خوشی آ گئی' اچانک آنسو آنے شروع ہو گئے' اچانک مسکراہٹ آ گئی' قہقہہ آ گیا' یہ سب کیا ہے؟ پہلے تم اپنی کائنات کا ذاتی راز دریافت کرو۔ پھر اس کائنات کے راز دریافت کرنے کا امکان پیدا ہو جائے گا۔ ورنہ شہید کے بارے میں ہم سوال پوچھیں گے اور اللہ نے پہلے ہی کہہ دیا ہے کہ تمہیں اس کا شعور نہیں ہے۔ اب اللہ مالک ہے' خالق ہے اور بنانے والا ہے' وہ بتا رہا ہے کہ یہ تمہارے بس میں نہیں ہے۔ مخلوق کے پاس خالق کے ادراک کا شعبہ اتنا نہیں ہے جتنا تم چاہتے ہو۔ کیونکہ ابھی تو تمہارے پاس تمہارا اپنا اِدراک نہیں ہے اور تم اس کے پردہ ہائے راز اور سربستہ رازِ کائنات دریافت کرنے چلے ہو۔ اس لیے یہ نہیں ہوسکتا۔ اللہ نے جواب دیا کہ یٰمعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السمٰوٰت والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطن کہ اے انسانوں اور جنوں کے گروہ تم نکل کے دکھاؤ آسمانوں اور زمین کی حدوں سے مگر نہیں نکل سکتے سوائے اس کی طاقت کے۔ اِس لیے اُس کی طاقت کے بغیر نہیں نکل سکتے۔ اگر تم نے طاقت لینی ہو تو میری نصیحت ہے کہ کبھی بے باکی سے نہ لینا' کبھی گستاخی سے نہ لینا۔ طاقت ملتی ہے صرف انکساری میں' عاجزی میں اور مہربانی میں۔ پھر یہ راز دریافت ہو جاتا ہے۔ اس لیے ماننے والوں نے راز دریافت کرلیا اور اس کا یہ طریقہ بتایا ہے کہ آپ چلتے جاؤ' چلتے جاؤ' عاجزی کے ساتھ' سجدے کے ساتھ'

انکساری کے ساتھ، پھر راز سے پردہ اٹھ جائے گا! ضرور اٹھ جائے گا! یہ واقعہ یوں نہیں ہوتا کہ تم پوچھو کہ یہ سب ایسے کیوں رکھا ہوا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھ سے یہ نہ پوچھنا کہ یہ کیوں ہے بلکہ یہ یاد رکھنا کہ میں نے تم سے پوچھنا ہے کہ تم نے ایسے زندگی کیوں گزاری بل ھم یسئلون یعنی تمہی سے پوچھا جائے گا کہ تم نے ایسا کام کیوں کیا۔ مومنوں کے لیے یہ حکم ہے، باقی جو شخص ایمان سے باہر ہے اس کو تو اللہ نے کچھ کہا ہی نہیں ہے کہ یہ راز ہے کہ نہیں، اس سے تو اللہ کی Communication نہیں ہے۔ اب پریشان کون شخص ہے؟ وہ مسلمان پریشان ہے جو باہر والوں کا ذہن رکھتا ہے اور اندر والوں میں رہتا ہے۔ خیال کرو کہیں منافقت نہ پیدا ہو جائے۔ دھیان کرو یہ منافقت کی نشانی ہے۔ اس مسلمان کے لیے خطرہ ہے جس کا ذہن باہر والا ہے اور رہائش اندر ہے۔ یہی Problem ہے آپ کی قوم کی، آپ کے مسلمان ملکوں کی، اور آپ کی ملت کی کہ آپ رہتے اندر ہو اور خیال باہر والا ہے۔ دِقّت یہاں ہو رہی ہے۔ ورنہ تم جو اندر رہنے والے ہو تمہی تو جواب ہو اس سوال کا۔ یہ جو شخص سوال کر رہا ہے، تمہی تو اس سوال کا جواب ہو۔ اس لیے تم اپنے آپ کو دیکھو۔ پہلے اپنے مقام کا تعین کرو۔ جب تک اپنے مقام کا تعین نہ ہو گا اس سوال کا جواب، دوسرے سوالوں کے جواب، عاقبت کا جواب اور حساب کتاب کا جواب نہیں ملے گا۔ اس لیے آپ لوگوں کو نصیحت یہی ہے کہ جب آپ اندر بیٹھے ہو تو آپ اندر ہی رہو۔ باہر ہو تو باہر ہی رہو۔ درمیان کی لائن پر رہنا، منافقت ہے۔ یہ منافقت کی لائن ہے۔ اس سے بڑی تباہی ہو سکتی ہے۔ بڑا خطرہ ہو سکتا ہے اس لیے درویش کہا کرتے ہیں کہ ممکن

ہے کافروں کو اللہ معاف کر دے، ممکن ہے مسلمانوں کو معاف کر دے لیکن یہ ممکن نہیں کہ اللہ منافق کو معاف کر دے یہ بات ناممکن ہے۔ آپ لوگ ذرا غور سے دیکھو کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے کیا یہ سوال بنتا ہے کہ نہیں بنتا۔ اس بات کو پہچانا جائے پھر جواب سمجھ آ جائے گا۔

سوال:

دنیا میں کئی مذاہب موجود ہیں.....

جواب:

نہیں اس بات کو چھوڑو۔ Comparative Study of Religion نہ کرو۔ میں آپ کو سمجھاتا ہوں تاکہ آپ کا سفر آسان ہو جائے۔ دنیا میں کئی مذاہب آئے، سارے صادق، سب صحیح، سب سچ۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر تو ہم کہتے ہیں ناں۔ لیکن مذہب ایک ہی چلا آ رہا ہے یعنی اللہ کا دین جو کبھی تبدیل نہیں ہوا..... اس میں وہی زندگی، وہی موت، وہی احکام، وہی حاصل، وہی محرومیاں ہوتی ہیں۔ آپ چلتے چلتے اس Diversity سے ایک دین میں داخل ہو گئے۔ اب یہ ذکر غلط ہے کہ دنیا میں کئی اور مذہب بھی موجود ہیں۔ اب دوسرے مذاہب کا ذکر کرنے والا دراصل اپنے مذہب سے بیزار لگ رہا ہے، پھر اس کو وہی Problem پیدا ہو گیا۔ مسلمان ہو تو پھر مسجد ہی رہے گی۔ اب لوگ کہتے ہیں کہ ''بے شمار مذاہب ہیں، کوئی شخص بھگتی کرتا ہے، کوئی گیان کرتا ہے، کوئی دھیان کرتا ہے، کوئی Meditation کرتا ہے، کوئی لاس اینجلز میں بیٹھا ہوا ہے، کوئی کہیں اور بیٹھا ہوا ہے، بے شمار لوگ ہیں، اللہ کے راستے بے شمار ہیں'' یہ

بات بالکل ٹھیک ہے۔ اللہ کے پاس جانے کے بے شمار راستے ہیں۔ لیکن تمہارے لیے صرف ایک راستہ ہے۔ ماننے والے کے لیے صرف ایک راستہ ہے۔ فرض کرو دوسرا بھی اللہ کے پاس پہنچ گیا۔ یعنی لارڈ کرشنا کا پجاری بھی وہاں پہنچ گیا۔ لارڈ کرشنا کا پجاری بے شک پہنچ جائے لیکن تم کرشنا کے راستے کے ذریعے نہیں پہنچ سکتے۔ یہی تو وارننگ ہے آپ کے لیے! کوئی شخص کہتا ہے کہ کیا خیال ہے بھگت کبیر کے بارے میں؟ وہ پہنچ گیا ہوگا اللہ کے پاس۔ لیکن اب تم اس کے راستے پر چل کر نہیں پہنچ سکتے۔ گورونانک جی مہاراج اللہ کے پاس پہنچ گیا ہوگا لیکن اگر تم اس کے دین پر چلو گے تو گمراہ ہو کے مرجاؤ گے۔ جس ہندو نے نعت کہی ہے وہ بخشا جاسکتا ہے۔ اگر تم ہندو ہو کے یہ بات کہو تو تم نہیں بخشے جا سکتے۔ مقصد یہ ہے کہ تمہارا دین اس قسم کا ہے کہ غیر بھی آ کے پناہ لے تو بخشا جائے گا' اور تم اس دین سے غیر ہو کے نکلو گے تو منافق اور خارجی ہو جاؤ گے۔ مارے جاؤ گے۔ اس لیے یہ سوال کی Range نہیں ہے۔ ماننے والے کا انداز اور ہے' یہ صرف مفروضے نہیں ہیں کہ ایسا ہو تو کیسا ہو جائے گا۔

سوال:

میری عرض یہ ہے کہ جس طرح ایک شخص مسلمان کے گھر پیدا ہو گیا تو وہ مسلمان ہے اور ہندو کے گھر پیدا ہوگیا تو ہندو' اس بارے میں وضاحت فرمادیں۔

جواب:

یہ تو اتفاق کی بات ہے کہ ہندو کے گھر ہندو پیدا ہوگا اور مسلمان کے گھر

مسلمان پیدا ہوگا۔ سوال یہ ہے کہ اس اتفاق میں حسنِ اتفاق سے تم کہاں پیدا ہوئے؟ تم مسلمان پیدا ہوئے تو اب تم ہندو والے اتفاق کو نہ ڈھونڈو۔ اب اس کو رہنے دو' ہندو کو رہنے دو' اس کو چھوڑو' وہ چاہے جس مذہب میں پیدا ہوا۔ تم تو مسلمان پیدا ہوگئے۔ اب کیا مفروضہ کرنا۔ تم مسلمان ہوتو تم مسلمان رہو۔ مسلمان کی عقل وہ ہے جو اسلام کے ساتھ وابستہ رہے۔ اب سوال یہ ہوسکتا ہے کہ اگر میں ہندو پیدا ہوتا تو؟ سوال یہ ہے کہ جو تم ہوگئے ہو اب اس سے باہر نہ نکلو۔ اگر نہیں مانتے تو پھر اس سے باہر نکل جاؤ! بے شمار لوگوں نے ایسا کیا ہے کہ مجھے اسلام سمجھ نہیں آیا اور پھر اسلام کو چھوڑ دیا۔ اب کافر ہو کے اس مسئلے کا حل تلاش کرو کہ اسلام ہے کہ نہیں ہے۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ منافق ہونے سے بچو۔ کافر ہونے سے میں منع نہیں کر رہا ہوں۔ بے شک کافر ہو جاؤ' کہو میں اسلام کو نہیں مانتا۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے یہ سوال نہیں ہوسکتا کہ فرشتے کدھر ہیں؟ ہمیں تو نظر ہی کوئی نہیں آیا۔ یہ تو وہ بات ہوئی کہ کسی نے کہا دیکھو یہ شعر غالب کا ہے اور وہ بڑا مشہور شاعر تھا۔ کہتا ہے کیسا مشہور تھا' مجھے پتہ نہیں ہے کہ وہ کون ہے؟ اس کی بات ٹھیک ہے۔ وہ مشہور کیسے ہوسکتا ہے جس کا آپ کو پتہ نہیں ہے۔ وہ راز جو آپ کو سمجھ آ جائے وہ کب راز رہتا ہے' راز وہ ہے جو آپ کو بالکل سمجھ نہ آئے۔ کسی بھی راز کو دریافت کرنے سے پہلے اپنا ذاتی راز دریافت کرو کہ آپ خود کیا ہو؟ آپ کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ کدھر کو جا رہے ہو؟ یہاں ہونا کیا ہے اور کب تک ہونا ہے؟ اور ہونے میں نہ ہونا کیسے ہوتا جا رہا ہے؟ نہ ہونے میں ہونا کیسے ہوتا جا رہا ہے؟ اور آپ کے پرانے لوگ کہاں چلے گئے؟ آپ

انہیں کہاں چھوڑ کے آ رہے ہیں اور نئے لوگ بڑے کیسے ہو گئے ہیں' بچہ جو ہے وہ بڑا کس طرح ہو گیا؟ اور بڑا رخصت کیسے ہو گیا؟ اور تمام وسائل کے باوجود آنکھوں میں آنسو کدھر سے آ گئے؟ کہتا ہے آپ تو بیمار نہیں ہو' ٹھیک ٹھاک ہو' رو کیوں رہے ہو؟ کہتا ہے مجھے کوئی نقصان تو نہیں ہوا' میں تو ٹھیک ہوں' بس صرف دوست مر گیا۔ یہ سارے واقعات سوچنے والے ہیں۔ تمہاری خوشی بھری زندگی میں کسی اور کا غم کدھر سے آ گیا؟ خط بن کے آ گیا' ٹیلی گرام بن کے آ گیا' اور تمہاری غمگین زندگی میں خوشی کہاں سے آ گئی۔ ان کو پہچانو۔ یہ سب کیا ہے؟ یہ باتیں سوچنے والی ہیں' تم نے آسمان کے ستاروں کی چالیں درست نہیں کرنی ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آسمان پر پاؤں رکھتے رکھتے راستہ ہی پاؤں سے نکل جائے یا پاؤں راستے سے نکل جائیں! یہ دھیان کرنا چاہیے کہ یہ زندگی ہے' اس کے اندر اپنی حدود کو اور اپنی قیود کو اور اپنی Dimensions کو پہچانو! پھر یہ بات دریافت کرو کہ اے اللہ تعالیٰ اب تو بتا کہ تو کون ہے؟ اگر اس حال میں پوچھو گے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ بے باکی جو ہے وہ گستاخی بن جائے۔ اس طرح تم برباد ہو جاؤ گے۔ بے باکی جائز ہے صرف ماننے والوں کے لیے! سجدے میں سر ہو اور سوال ہو کہ یا اللہ تو ہی اس راز سے پردہ اٹھا کہ قصہ کیا ہے؟ اور اگر یوں بات پوچھو گے جیسے اب پوچھ رہے ہو تو پھر تو بڑے بڑے اس راز کو نہ پا سکے۔ اس نے حیرت میں ایسا گم کر دیا کہ الجھ کے مر گئے۔ وہ اللہ ہے' وہ خیر الماکرین ہے' وہ پھر ایسی چال چلتا ہے کہ تمہاری سب تدبیریں توڑ کے رکھ دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ وہ وقت کب آئے گا' وہ گھڑی کب

آئے گی'اس بڑی خبر کے بارے میں پوچھ رہے ہیں کہ وہ آئے گی کہ نہیں آئے گی۔ان کو یہ بتاؤ کہ پہاڑوں پر کبھی غور کیا ہے؟ پہاڑ کا راز الگ ہے۔ پہلے یہ دیکھو کہ زمین کا اپنا راز ہے' پہاڑ کو دیکھو کہ یہ میخوں کی طرح کیسے گاڑے گئے۔ آسمان کو دیکھا کبھی غور سے؟ کبھی دریا کو روانی میں دیکھا؟ کبھی طغیانی میں دیکھا؟ کبھی آپ نے یہ دیکھا کہ آنکھ میں آنسو کس طرح سفر طے کر رہا ہے؟ کبھی آپ نے یہ دیکھا کہ سارا واقعہ کیا ہے؟ اس بے حس دنیا کے اندر احساس کس طرح چل رہا ہے؟ یہ کبھی دیکھا؟ بھائیوں میں محبت کیسے ہوتی ہے؟ جدائی کیسے ہوتی ہے؟ یہ چھوٹے چھوٹے واقعات دیکھو! ایک شخص ہرنی کے بچے کو پکڑ کے لے گیا اور پیچھے اس کی ماں چلی آ رہی ہے۔اس آدمی پر رِقّت طاری ہوگئی' رو رو کے درویش ہوگیا کہ یااللہ اس بے حس دنیا میں اتنی محبت ابھی باقی ہے! اس محبت کا جلوہ دیکھ کر اس کو خدا یاد آ گیا۔خدا کو یاد کرنے کے' ماننے کے بڑے بڑے Process ہیں ۔ایک بات یاد رکھنا! یہ راز ان لوگوں پر آشکار ہوتا ہے جو وابستگی میں مکمل ہوں۔ یہ راز وابستہ شخص پر آشکار ہوتا ہے۔ یہ سربستہ راز وابستہ شخص پہ آشکار ہوگا' غیر پر تو ہو ہی نہیں سکتا ۔

پہلے تُو اپنے آپ کو اک آئینہ بنا
وہ خود نکل کے آئیں گے اپنے نقاب سے

بات یہ ہے کہ تم نے ڈھونڈنا کہیں نہیں ہے' صرف اپنے دل کو پالش کرتے جانا ہے۔ Suddenly one fine morning اس کے اندر تصویر نظر آ جائے گی۔وہ کہے گی میں راز ہوں' بتاؤ کیا چاہتے ہو؟ راز چھپنا نہیں چاہتا'

وہ دریافت ہونا چاہتا ہے۔ اللہ نے خود فرمایا ہے ''میں چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ ظاہر ہو جاؤں پس میں نے انسان کو پیدا کر دیا''۔ وہ راز خود ظاہر ہونا چاہتا تھا۔ اب تم درمیان میں اپنی کاریگری بند کرو۔ اپنی کاروائیاں' کاریگریاں اور دانائیاں بند کرو۔ پھر یہ حجاب کھلے گا۔ خاموشی سے تسلیم کرتے چلے جاؤ اس کو۔ اللہ کہتا ہے کہ میں زندگی دیتا ہوں' تم کہو کہ آپ سچ کہہ رہے ہیں۔ ''ہم زندگی لیتے ہیں''۔ سچ کہہ رہے ہیں۔ ''میں انسانوں کو خوش کرتا ہوں'' سچ کہہ رہے ہیں۔ ''میں غم دیتا ہوں'' سچ کہہ رہے ہیں۔ اللہ کو مانتے جاؤ۔ اللہ جو کہتا ہے تم مانتے جاؤ' تم ہر بات تسلیم کرلو۔ جب ہر بات تسلیم کرلو گے تو اللہ دیکھے گا کہ یہ تو ماننے والا ہے' پھر کہے گا چلو اس پر سے حجاب ہٹا دو۔ پھر راز اور حجاب اٹھ جاتا ہے۔ محمود کا راز کس پر کھلے گا؟ ایاز پر۔ باقی لوگوں کے لیے محمود ایک بادشاہ ہے' ایاز کے لیے یار ہے' دوست ہے! محمود نے دوسروں سے کہا کہ یہ ہیرا توڑ دو مگر سب جھجک گئے اور ہیرا نہ توڑا۔ محمود نے ایاز سے کہا کہ تم یہ ہیرا توڑ دو' اس نے وہ ہیرا توڑ دیا۔ محمود کہتا ہے یہ تم نے کیا کیا؟ ایاز کہتا ہے کہ غلطی ہو گئی آقا! تب محمود نے کہا تم سب لوگوں نے ہیرا نہ توڑا مگر میرا حکم توڑ دیا اور ایاز نے ہیرا توڑ دیا مگر میرا حکم نہ توڑا۔ اللہ میاں نے سب فرشتوں سے فرمایا کہ میرے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کرنا۔ سب نے کہا کہ بالکل بجا ہے۔ پھر ایک دن اللہ نے کہا کہ اس انسان کے آگے سجدہ کرو۔ سب جھک گئے۔ شیطان نے کہا کہ کل آپ نے فرمایا تھا کہ میرے علاوہ سجدہ نہیں کرنا اور آج آپ کہہ رہے ہیں کہ سجدہ کرنا ہے۔ اللہ نے کہا کہ باہر نکل جاؤ اور وہ لعین ورجیم ہو گیا۔ اللہ فرماتا ہے کہ بات یہ ہے کہ کل

بھی میرا حکم تھا اور آج بھی میرا حکم ہے' کل مانا ہے تو آج بھی مان' تجھے اس بات
سے کیا بحث ہے کہ وہ کیا تھا اور یہ کیا ہے؟ ایک کہانی سنو۔ ایک آدمی ایک دن
بیٹھا غور کررہا تھا' اس نے آسمان کو دیکھا' پہاڑوں کو دیکھا' دریاؤں کو دیکھا'
سامنے پہاڑ نظر آئے' کہتا ہے یا اللہ اگر یہ پہاڑ نہ ہوں تو جو اُدھر کے رہنے والے
لوگ ہیں ان کو بھی ہم تیرا کلام پہنچائیں' تیرے نام کو ہم لے چلیں وہاں پر' یہ پہاڑ
درمیان میں رکاوٹ ہیں۔ آواز آئی۔ ''مردود میری تخلیق کی ہوئی چیز میں نقص
نکالتا ہے۔ جا ہم نے تیرا نام مردودوں میں لکھ دیا''۔ وہ بندہ سیانا تھا۔ اس نے
سر جھکایا اور کہا کہ جہاں آپ لکھیں ہم تسلیم کرتے ہیں آپ کی مرضی ہے' ہم
تابعدار ہیں اور سجدے میں چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی یہ بات پسند آئی۔ فرمایا جا
ہم نے آج سے تمہیں Promotion دے دی اور تمہیں مقرب بنا لیا۔ بات
اتنی سی ہے کہ جھک جانے سے بات بن جاتی ہے۔ آپ دیکھو ابلیس اور آدم
علیہ السلام کو۔ ابلیس سے انکار ہوا یا اس نے انکار کیا' آدم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ **ولا تقربا
هذه الشجرة فتكونا من الظلمين** ''۔ خبردار! اس درخت کے قریب نہیں جانا
وگرنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ آدمؑ درخت کے قریب چلے گئے۔ اس طرح
Fall ہو گیا اور سزا ہو گئی۔ اب آدم جو ہیں ان کی فضیلت دیکھو۔ ابلیس کو توبہ نہیں
ملی ہے اور آدم کو توبہ مل گئی۔ **ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا
لنكونن من الخسرين** ''۔ معافی دے دو اللہ میاں بس غلطی ہو گئی! اب یہ ہے
آدم علیہ السلام کی فضیلت۔ آدمؑ احسن تقویم ہیں اور شیطان اس لیے رجیم ہے کہ اس پر
توبہ آشکار نہیں ہوئی ہے۔ تو دونوں میں یہ فرق ہے۔ جھک جانے والے پر یہ راز

آشکار ہوتا ہے۔ جھک جانے والا‘ رات کو جاگنے والا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ سونے والے کو جاگنے والے کا علم مل جائے؟ اس لیے یہ بات جاگ کے کی جاتی ہے۔ لوگوں نے سوال کیا کہ کائنات کیا ہے؟ یہ راز کیا ہے؟ اس راز سے پردہ اٹھا۔ ابر کیا چیز ہے؟ ہوا کیا ہے؟ کون کیا ہے؟ بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون پال رہا ہے؟ ان سارے سوالات سے دنیا بھری ہوئی ہے۔ جن لوگوں نے سوال کا جواب ڈھونڈا‘ انہوں نے خالی پیٹ ڈھونڈا‘ انہوں نے آنکھ بند نہیں کی ہے‘ اور سوال کا جواب ڈھونڈنے کے لیے چلتے رہے کہ وہ کہاں ہے؟ میرا اللہ کہاں ہے؟ پھر جب وقت آیا تو اس نے کہا فاینما تولوا فثم وجه الله جدھر آنکھ اٹھا کے دیکھو اللہ ہی اللہ ہے‘ راز ہی راز ہے اور یہ سارا آشکار ہے۔ یہ نہیں ہے کہ آپ آرام سے بیٹھے رہو اور کہو کہ اللہ میاں کدھر ہے۔ اللہ میاں یوں کب ملتا ہے‘ یہ واقعہ سینہ چاک کر کے ملے گا۔ سینہ چاک ہوگا تب جا کے یہ راز کھلے گا۔ تو پہلے اپنا سینہ کھول۔ راز اس وقت کھلتا ہے جب آپ مکمل طور پر اپنے آپ سے باہر ہو جاتے ہیں۔ راز اس کیفیت میں آشکار نہیں ہوگا بلکہ سینہ چاک والی کیفیت میں ہوگا۔ یہ راز کب کھلتا ہے؟ جب انسان کا دل اس زندگی سے بھر جاتا ہے پھر یہ راز کھلتا ہے۔ ایک کہانی سنو۔ ایک سوداگر کے پاس پنجرے میں ایک بولنے والا طوطا تھا‘ سوداگر سفر پر جانے لگا‘ اس نے طوطے سے کہا کہ بولو تمہارے لیے کیا چیز لاؤں۔ اس نے کہا کہ جنگل میں ہمارا گرو طوطا ہے‘ اس کو جا کے ہمارا سلام کہنا۔ اسے کہنا کہ آزاد فضاؤں کے رہنے والو! ایک غلام پنجرے میں ہے اور آپ کو سلام بھیجتا ہے۔ وہ سوداگر جنگل میں گیا۔ وہاں

گروطوطے کو اس نے کہا کہ ایک پنچھی جو پنجرے میں ہے آپ کو سلام کہہ رہا ہے۔گروطوطا پھڑ پھڑ کرتے ہوئے نیچے گر گیا۔جنگل کے سارے طوطے نیچے گر گئے اور مر گئے۔سوداگر کو بڑا دکھ ہوا کہ یہ کیا ہو گیا۔واپس گیا۔طوطے نے پوچھا میرا پیغام دیا تھا؟ کہنے لگا کہ بڑا ظلم ہو گیا' تمہارا پیغام سنتے ہی گروطوطا بھی مر گیا اور باقی مرید طوطے بھی سب مر گئے۔اس نے کہا پھر ہم یہاں کیا کر رہے ہیں اور وہ بھی مر گیا۔سوداگر حیران رہ گیا۔اس نے مردہ طوطے کو نکال کے باہر پھینک دیا۔وہ مردہ طوطا فوراً اڑ گیا۔سوداگر نے کہا کہ یہ کیا ہے؟ طوطے نے کہا کہ مجھے گرو نے تیرے ذریعے یہ پیغام دیا ہے کہ اگر تو مرنے سے پہلے مر جائے گا تو یہ راز کھلے گا۔یہ جو خیال کا پنجرہ ہے' دماغ کا پنجرہ ہے' اس سے آزاد ہونے کا ایک ہی راستہ ہے' مر جا!!! تو جو لوگ مرنے سے پہلے مر گئے وہ راز پا گئے۔اس کے علاوہ راز نہیں ملتا۔اس حالت میں راز کیسے ملے تجھے کیونکہ راز تو اُس حالت میں ہوتا ہے۔ایک آدمی کسی کے پاس گیا اور اُس Tattoo کرنے والے والے سے کہا کہ جناب میری پشت پر ایک شیر بنا دو۔وہ آدمی سوئی سے شیر بنانے لگا۔اس آدمی کو سوئی کی درد ہوئی۔پوچھا کہ شیر کا کون سا حصہ بنا رہے ہو۔بولا کہ دُم بنا رہا ہوں۔وہ آدمی بولا دم کو رہنے دے باقی کا شیر بنا۔اس نے پھر سوئی لگائی تو بڑا درد ہوا۔کہتا ہے کہ اب کیا بنا رہے ہو؟ بولا گردن کے بال بنا رہا ہوں' کہتا ہے کہ بال چھوڑ دے باقی کا حصہ بنا' غرض جہاں بھی وہ سوئی لگاتا درد ضرور ہوتا۔کاریگر بولا بھائی بات سن' تو شیر نہیں بنوا سکتا کیونکہ تو درد برداشت نہیں کر سکتا اور یہ شیر درد کے بغیر بنتا نہیں ہے۔بات یہ ہے کہ یہ راز مرے بغیر

نہیں ملتا اور یہ وہ راز ہے کہ اس وقت آشکار ہوتا ہے جب تو اپنے آپ سے باہر نکل جائے۔ کہیں بے تاب ہو کے سوال ترک نہ کر بیٹھنا۔ اس کو آرام سے دل میں رکھو۔ کچھ سوالات ایسے ہوتے ہیں جن کے جواب کا ایک خاص وقت ہوتا ہے۔ ایک چھوٹا سا بچہ اگر ماں باپ سے کہے کہ یہ بتاؤ شادی کیا ہوتی ہے تو ماں باپ کیا بتائیں گے۔ کیونکہ جب تک وہ جوانی کے اندر داخل نہیں ہوتا اسے اس کا مفہوم سمجھ نہیں آ سکتا۔ نابالغ ذہن یہ بات سمجھ نہیں سکتا کہ بلوغت کا راز کیا ہے؟ کائنات کا راز Immature آدمی پر کبھی آشکار نہیں ہوتا۔ اس راز سے پردہ کیسے اٹھتا ہے' اس شعر سے آپ کو سمجھ آ جائے گی ؎

پردے اٹھے ہوئے بھی ہیں ان کی ادھر نظر بھی ہے
بڑھ کے مقدر آزما سر بھی ہے سنگِ در بھی ہے

یہ راز کسی سنگِ در سے ملتا ہے۔ رازِ کائنات اپنی پیشانی سے ملے گا اور سنگِ در سے ملے گا۔ اس راز کو آشکار کرنے کے لیے کسی کا غلام ہونا چاہیے ؎

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلامِ شمس تبریزی نہ شد

اس کے اندر غلام ہونا بہت ضروری ہے۔ یہ راز اس شخص سے پوچھو جس کے ہاتھ میں آپ بک چکے ہو اور جس کے ہاتھ میں اور تحویل میں آپ جا چکے ہو۔ اگر تم نے اپنے آپ کو کسی کی تحویل میں نہیں دیا تو یہ جواب نہیں مل سکتا' اس کا جواب صرف وہی شخص دے سکتا ہے۔ جب تم اپنے آپ سے مر جاتے ہو اور خود کو اس کے حوالے کر دیتے ہو تو پھر وہ اس سوال کا جواب لکھتا ہے اور وہ یہ

جواب تمہاری پیشانی پر' قلب پر اور تمہارے احساس پر لکھتا رہتا ہے۔اس کی شرط یہ ہے کہ پہلے تم اپنے آپ سے نکل کے خود کو اس کے حوالے کر دو .....

اور سوال پوچھو ..... بولو .....

سوال:

سر! ذکر کیا ہے اور ذکرِ الٰہی کی مقدار کیا ہے؟

جواب:

ذکرِ الٰہی کی مقدار تو کوئی نہیں ہے۔ لا محدود اللہ کے لیے لا محدود یاد ہے۔ ذکرِ الٰہی جو ہے الفاظ بھی ہیں' احساس بھی ہے' خیال بھی ہے' اور اس کو بے شمار بتایا گیا ہے۔ اللہ والوں نے بتایا ہے کہ ذکرِ الٰہی کیا ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ آواز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا اسم پکارا جائے۔ سانس کے اندر اور باہر جانے کے ساتھ اللہ اللہ کیا جائے۔ اس کو ''پاس انفاس'' کہتے ہیں۔ اپنے سانس کی حفاظت کی جائے اور سانس کے آتے ''اللہ ہو'' کہا جائے اور سانس کے جاتے ''اللہ ہو'' کہا جائے۔ اس کا پورا احساس کیا جائے' خیال رکھا جائے اور ''اللہ ہو'' کہا جائے۔ اور ''لا الٰہ الا اللہ '' بھی ذکر ہے اور ذکر کی ایک بات یہ بھی ہے کہ اقم الصلٰوۃ لذکری۔ یعنی نماز قائم کر میرے ذکر کے لیے۔ اور اللہ کے ذکر کے بے شمار طریقے بتائے گئے ہیں۔ اللہ کی راہ میں چلنے والا محبت کے ساتھ جو عمل کر رہا ہے وہ بھی ذکر ہے۔ اور اللہ کی راہ میں فکر کرنا جو ہے یہ بھی ذکر ہے ''تفکرون'' بھی ذکر ہے۔ ''تدبرون'' بھی ذکر ہی ہے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا بھی ذکر ہے۔ اگر پیسے والا آدمی ذکر کر رہا ہو تو اللہ اسے کہے گا کہ تو اللہ ہو کہتا

جا رہا ہے اور پیسہ خرچ نہیں کرتا' لہٰذا تمہارا ذکر قبول نہیں ہوگا۔ اللہ کا حکم ہے کہ
لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون ۔یعنی انسان ہرگز' ہرگز نہیں فلاح پائے
گا جب خرچ نہیں کرے گا وہ چیز جو پسند ہے اس کو۔ غریب آدمی کیا خرچ کرے
گا؟ غریب آدمی اپنے دکھ پر خاموش ہو جائے تو یہ بھی ایک طرح کا خرچ ہے۔
اس خاموشی کی بدولت غریب غنی ہو جاتا ہے۔ غریب اگر اپنے دکھ پر خاموش ہو
جائے تو وہ غریب غنی ہو جاتا ہے۔ کبھی بھی اپنے دکھ پر لوگوں کی گواہی نہ لو۔ دکھ کو
خاموش کر دو اور اپنے غم کو پی جاؤ اللہ کے لیے اور اللہ کی راہ میں یہ سوچ کر کہ یہ
مصیبت اس کی طرف سے آئی ہے۔ خدا کی طرف سے آنے والی چیز کا مخلوق
کے سامنے گلہ نہ کرو اور مخلوق کے ظلم کا اللہ کے سامنے گلہ نہ کرو۔ یہ غریب آدمی کی
سخاوت ہے۔ ایسا کرنے سے اس کا ذکر شروع ہو جاتا ہے۔ ذکر کا معنی ہے کہ اللہ
کی راہ میں چلنے کا شعور پیدا ہو جائے۔ اللہ کی راہ میں چلتے ہوئے جو کچھ تم کر
رہے ہو یہ سب کچھ ذکر میں شامل ہے' خیرات بھی ذکر میں شامل ہے' چلنا بھی ذکر
میں شامل ہے' اللہ کے ذاکرین کے لیے روٹی پکانے والا تندروچی بھی ذکر میں
شامل ہے۔ یہ پورے کا پورا ذکر ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ نے بتایا ہے
کہ اصلی ذکر یہ ہے کہ انسان زمان و مکان سے الگ ہو کر خالق کون و مکان کے
ذکر میں ایسا گم ہو جائے کہ لامکان بن جائے۔ بلکہ بالکل اس کے عالم میں محو ہو
جائے۔ یہ ذکر کی کیفیت ہے۔ انسان اس حال میں ہمہ حال ہو جاتا ہے۔ ایک
آدمی ذکر میں بڑا محو کر دیا گیا' چلتے چلتے اس کو کہیں ٹھوکر لگی تو خون نکل آیا' اس
خون میں سے بھی ذکر کی آواز آتی تھی۔ اللہ کے ذکر کی حد آپ کا شیخ مقرر کرتا

ہے۔ مثلاً شیخ نے کہا کہ اب ذکر بند کردے' اب یہ ذکر بند کرنا جو ہے یہ اطاعت ہے۔ جس ذکر سے منع کیا جائے وہ ذکر بذاتِ خود آپ کو اطاعت سے باہر لے جائے گا۔ یہ میں وارننگ کی بات بتا رہا ہوں۔ مثلاً کوئی شخص ذکر میں بہت محو ہو جائے گا تو نماز کے قریب نہیں جائے گا اور اللہ ہو کے ذکر میں اتنا محو ہو جائے گا کہ درود شریف سے بھاگے گا۔ یہ میں غور کرنے والی بات بتا رہا ہوں۔ جو انسان ذکر میں زیادہ مست ہو جائے' اس کے قریب جا کے پھر درود شریف پڑھتے ہیں تو اس کو ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے' ورنہ وہ درود شریف نہیں سنتا۔ حالانکہ درود شریف کا معنی ادب ہے۔ شیخ کے حکم کے علاوہ ذکر بے باکی میں لے جاتا ہے' تیزی میں لے جاتا ہے' اڑا کے لے جاتا ہے' اِدھر کا اُدھر کر دیتا ہے' اُدھر کا اِدھر کر دیتا ہے۔ اس لیے ذکر کے لیے شیخ کا امر ہونا چاہیے۔ اور جس کا امر ہو اس کی حفاظت میں ہونا چاہیے اور اس کی سرپرستی میں ہونا چاہیے۔ بے باکی میں ذکر کرتے کرتے بعض اوقات انسان گمراہ ہو جاتا ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ ذکر بھی کرتے جائیں اور گمراہ بھی ہو جائیں۔ اس لیے یہ ضروری بات ہے کہ کہیں آپ کا ذاکر ہونا شریعت سے ٹکرا نہ جائے۔ ایسے لوگ دیکھے ہیں ہم نے۔ اس لیے ذکر کرتے وقت بڑی احتیاط چاہیے۔ ذکر شریعت کے اندر رہ کے کیا جائے اور کسی شیخ کے حکم سے کیا جائے اور کسی شیخ کی پناہ میں کیا جائے اور اس کے سہارے سے کیا جائے' تاکہ منزل آسانی سے مل جائے۔

سوال:

اپنی ذات کے ساتھ کیسے Sincere ہوا جا سکتا ہے؟

جواب:

سب سے پہلے اپنے رشتوں کو پہچانو۔ان رشتوں کے ساتھ صداقت کا تعلق رکھو۔ پھر جو آپ کا Self ہے' آپ کا Your Self بلکہ Your Real Self ہے اس کو پہچانو۔اس میں سب سے پہلے آپ کے رشتے آتے ہیں۔سب سے پہلے اپنے رشتوں کو پہچانو۔ جو لوگ آپ سے تعلق رکھتے ہیں وہ آپ کا Self ہیں' ان کے ساتھ Sincere ہو جاؤ۔ آپ کے خیال کے مطابق' آپ کے مرنے پر جن لوگوں کو غم ہونے کا امکان ہے' اپنی زندگی میں ان لوگوں کو خوشی ضرور دے جاؤ' یہ میری نصیحت ہے۔ان لوگوں کو بعد میں صرف رونے کے لیے نہ چھوڑ جانا' ان کو تھوڑا سا رونے کا حوصلہ بھی دے جاؤ۔ بس اتنا سا کام کر لو تو یہ Sincerity ہے آپ کی اپنے Self کے ساتھ۔ ذرا جائزہ لو کہ آپ کے مرنے کے بعد کون افسوس کرے گا؟ انہیں اپنی زندگی میں ہی خوشی دے جاؤ۔ جس کو اپنی موت کا غم دے کے جانا ہے اسے زندگی میں خوشی بھی دے جاؤ۔ جب موت کا غم دے کے جاؤ گے تو زندگی کی خوشی بھی تو دے کے جاؤ۔ تو یہ ہے Sincerity' اپنے Behaviour میں Sincere ہو جاؤ یعنی جو آپ کہہ رہے ہو وہی کرو اور جو آپ کر رہے ہو وہی کہو۔ الفاظ اور اعمال میں تضاد نہ ہو' یہ Sincerity to yourself ہے۔ یعنی جو آپ کہہ رہے ہو وہی کرو اور جو آپ کر رہے ہو وہی ہونا چاہیے۔ آپ کے الفاظ آپ کا باطن ہوں اور آپ کا باطن الفاظ میں آئے۔ آپ کا قال آپ کا حال ہو اور آپ کا حال آپ کا قال ہو۔ یعنی کہ اگر آپ اندر سے خوش ہو تو اوپر سے غم کی بات نہ بولو اور اگر آپ کا اندر غمگین ہے تو اوپر سے

خوشی کی بات نہ بولو۔ یہ ہے Sincerity ۔آپ کے الفاظ اور آپ کے حال میں فرق نہیں ہونا چاہیے۔آپ کے ظاہر باطن کا فرق نہیں ہونا چاہیے۔اس لیے پہلے آپ اپنے کو پہچانو۔ Be True to Yourself کا مطلب ہے آپ کا خیال' احساس' پھیلاؤ' پیسہ' وابستگیاں۔ وابستگیوں میں محبت بھی ہے' رشتے بھی ہیں' بزرگ بھی ہیں اور اولادیں بھی ہیں۔ جو تعلق تمہاری Range میں آئے وہاں Sincere ہوجاؤ۔ کہتے ہیں کہ Sincere آدمی جو ہے' He is the part of everyone whom he meets لوگوں سے وہ اس قدر Sincere ہوجاتا ہے کہ ہر شخص چاہتا ہے کہ اس سے ملے اور پھر اس کی انتہائی شکل جو ہے وہ رحمۃ اللعالمین ﷺ ہیں۔ یہ Sincerity کی انتہاء ہے کہ ہر انسان کے لیے رحمت کا دعویٰ آپ ﷺ ہیں۔

جب آپ اپنی ذات کے ساتھ Sincere ہوجاؤ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ آپ مبالغہ کرو' نہ کسرِ نفسی کرو' یہ دونوں غلط باتیں ہیں۔ کسرِ نفسی جو ہے یہ بعض اوقات پسند نہیں کی جاتی۔ اتنی کسرِ نفسی نہ کرو کہ تحقیرِ ذات ہوجائے۔ اپنے ساتھ حقارت کے الفاظ مت استعمال کرو اور مبالغہ بھی نہ کرو کہ ''دونوں جہاں ہیں آج میرے اختیار میں'' یہ نکتہ کہنے والا ہر بے چارہ دنیا چھوڑ کے چلا گیا' یہ بھی نہ کہا کرو۔ نہ مبالغہ ہو' نہ کسرِ نفسی ہو' نہ کنجوس بنو اور نہ فضول خرچ بنو۔ یہ ہے اپنی ذات سے Sincere ہونا۔ یعنی ماضی کا خیال رہے اور مستقبل بھی نظر سے اوجھل نہ ہو' جو آپ کی تحویل میں ہیں' وہ بھی خوش رہیں اور جن کی تحویل میں تم ہو' وہ بھی خوش رہیں۔ تم جن کے ہو وہ بھی خوش رہیں' جو تمہارے ہیں وہ بھی خوش

رہیں۔بس اتنی بات یاد کرلو' تمہاری ذات Sincere ہو جائے گی' یعنی تم جن کے ہو وہ خوش رہیں اور جو تمہارے ہیں وہ خوش رہیں' جتنا تمہارا پھیلاؤ ہے وہاں تک خوشی ہو' وہاں تک Sincerity ہو اور دشمن کے ساتھ دشمنی کرو اور دوست کے ساتھ دوستی کرو' یہ ہے Sincerity ۔ Sincerity کا مطلب ہے کہ Dissimulation نہ ہو اور Simulation نہ ہو' یہ دونوں لفظ نہ ہوں۔ Dissimulation کا مطلب ہے کہ Showing what you have not اور Simulation کا مطلب ہے کہ Concealing what you have to be یہ دونوں کام نہ ہوں۔ حقیقت جو ہے اسے چھپاؤ نہیں اور جھوٹ جو ہے اسے بیان نہ کرو۔ اپنے بارے میں خوش گمانیاں نہ پھیلاؤ اور اپنے بارے میں بد گمانیاں نہ پھیلاؤ' تم اندر سے جتنے ہو' اس سے کم ظاہر کرو' یہ ہے Sincerity۔ جتنا علم ہے اس سے ذرا کم بولو' جتنی دولت ہے اس سے اپنے آپ کو کم امیر ظاہر کرو۔ دولت چھپاؤ نہیں لیکن مبالغہ نہ پیدا ہو جائے۔ یہ ہے Sincerity۔ اور اگر زندگی میں Sincerity ہو تو موت کے ساتھ بھی Sincere ہو جاؤ۔ بس دونوں کام کرلو۔ زندہ رہو تو مرنے کا انتظار رہے اور موت سے اتنا نہ ڈرو کہ زندگی ناممکن ہو جائے۔ زندگی گزارو یقین کے ساتھ اور موت پر اعتماد رکھو۔ موت سے اتنا ڈرنا نہیں ہے کہ زندگی سے مایوس ہو جاؤ اور یہ بھی نہ ہو کہ موت سے غافل ہو جاؤ' یہ ہے Sincerity۔ تو بڑی اچھی بات ہے اپنی ذات کے ساتھ Sincere ہونا' اپنی ذات کی وابستگیوں کے ساتھ Sincere ہونا' اور ہر ایک کے ساتھ Sincere ہونا۔ اچھے لوگ ایسا ہی کرتے ہیں۔

بولو ___ شاباش ___ کچھ بولو ___ کوئی اور سوال ذہن میں آ رہا ہے تو پوچھو۔

سوال:

سیّد میں اور عام مسلمان میں کیا فرق ہے؟

جواب:

سیّد میں اور عام مسلمان میں سب سے پہلا تو یہ فرق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ایمان والو! ہم نے تمہیں قبیلوں میں اور شاخون میں پیدا کیا۔ انا خلقنکم من نفس واحدة وجعلنا شعوبا وقبائل لتعارفوا ۔تا کہ تم پہچانے جاؤ۔ ان اکرمکم عِنداللہ اتقکم ۔اللہ کے نزدیک بہتر تو وہ ہے جو متقی ہو۔ اگر سید متقی نہ ہو تو یہ اچھی بات نہیں ہے اور اگر متقی بھی ہو اور سید ہو تو یہ بہت بہتر بات ہے۔ سید کا معنی سربراہ ہونا یا آلِ مصطفیٰ ﷺ سے ہونا۔ آلِ مصطفیٰ ﷺ نے اگر کردارِ مصطفیٰ ﷺ کو Follow نہیں کیا تو میراث نبی نہیں آئے گی۔ اگر سید بھی ہو اور اس کی میراث کردار میں آئے، علم میں آئے اور اخلاق میں آئے، تو اس کی بہت عزت کرنی چاہیے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ جن لوگوں پر آپ کا یقین ہو جائے کہ یہ نبی پاک ﷺ کے خاندان سے ہیں تو ان لوگوں کی عزت کرنی چاہیے بلکہ ضرور کرنی چاہیے اور اگر یہ دیکھو کہ ان کے اعمال میں بہت کمی ہے تو ان کی اصلاح کرنی چاہیے، ورنہ ان کو Avoid کرو۔ تو آل جو ہے وہ کردار کی آل ہے، آل جو ہے دین کی آل ہے، آل جو ہے فرمان کی آل ہے، اس بات کا ذرا خیال رہے۔ عام مسلمان اور سیّد کو دیکھیں تو ان میں فرق ایسے نہیں ہیں کیونکہ

وہ بھی مسلمان ہے اور وہ بھی مسلمان ہے۔ ان دونوں میں فرق یوں نہیں ہے اور نہ فرق آگے جا کے یوں نکلتا ہے۔ یہ بات تو سب جانتے ہیں کہ جب جنس بھی اچھی ہو اور کردار بھی اچھا ہو تو لازمی بات ہے کہ نتیجہ بہت اچھا ہوگا۔ نسل کا اثر ضرور ہوتا ہے۔ مرغوں کی نسل ہوتی ہے' جانوروں کی نسل ہوتی ہے اور پھر انسانوں کی بھی نسل ہے۔ نسل اچھی ہونا اچھی بات ہوتی ہے۔ بات یہ ہے کہ دین کا کوئی بھی حکم جو ہے اس سے کسی کو استثناء نہیں ہے اور دین دینے والے نے یہ کہا ہے کہ کبھی یہ نہ سمجھ لینا کہ تم ہماری اولاد ہو' ہماری بیٹیاں ہو' ہمارے بیٹے ہو' یہ فرض اللہ کی طرف سے ہے' ہم خود جھکے ہوئے ہیں اس کی راہ میں۔ اس لیے یہ خیال رہے کہ دین کی جہاں تک بات ہے وہ احکام کے Obey کرنے میں ہے۔ اللہ کے احکام بجالانا ہی دین ہے۔ دین کے حوالے سے جو تقویٰ میں قریب ہوگا وہی اللہ کے قریب ہوگا۔ یہ دین کا حوالہ ہے' باقی دنیا کے اندر جو مرضی کرو تم۔

ہاں جی اور بولو ..... کوئی اور سوال!

سوال:

سر' کسی نعمت کا یا کسی شخص کا شکریہ ادا کرنے کا سب سے اچھا طریقہ کیا ہے؟

جواب:

اس شخص کی جو مہربانی ہوتی ہے اس مہربانی کے اندر شکریہ ادا کرنے کا فارمولا موجود ہوتا ہے۔ مثلاً کسی نے یہ مہربانی کی کہ آپ کو پیسوں کی تھیلی دی' اب شکریہ ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ کے اندر پیسے کی فراوانی آئی ہے'

آپ اس کی راہ میں پیسہ ہی خرچ کر دو' اب اس کا شکریہ ادا ہو گیا۔ جس قسم کا فیض ہوتا ہے' ویسا ہی شکریہ ہوتا ہے۔ اگر اس نے آپ کو اللہ کی راہ میں لگا دیا تو جب اللہ کی راہ میں چلو تب اس کا شکریہ ادا کرو۔ یہ شکریہ ہے اس کا۔ یعنی جو چیز اس نے عطا کی ہے' اس کے مطابق ہی شکریہ ہوتا ہے۔ دوست کی مہربانی کا شکریہ ادا کرنے کا طریقہ ایک تو یہ ہے کہ دوست کے ساتھ دوستی قائم رہے' پھر الفاظ سے اور دل سے اسے محسوس کیا جائے اور جتنا بھی ہو سکے' اس بات کا ممنون ہونا چاہیے۔ اللہ کا ارشاد ہے کہ جس نے انسان کا شکریہ ادا نہ کیا' اس نے اللہ کا شکریہ کیا ادا کرنا ہے۔ دراصل یہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتا ہے کہ انسانوں کو آپ کے پاس بھیجا جاتا ہے کہ وہ ایسا کام کر دیں کہ آپ پر شکریہ ادا کرنا واجب ہو جائے۔ اس انسان سے یہ کہنا چاہیے کہ ''میں تیرا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تو نے یہ بات بتائی ہے اور اللہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے تجھے یہ بات بتانے کو بھیجا ہے''۔ شکریہ ادا کرنے والا ہمیشہ ہی سرفراز ہو گا۔ دعا یہ مانگا کرو کہ یا اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے شکر کرنے والا بنایا۔ شکر کرنے والا دوسروں کے قصور معاف کیے رکھتا ہے اور کرتا ہی چلا جاتا ہے۔ تو شکریہ کیا ہے؟ دوسروں کے قصور معاف کرتے جانا۔ قصور وار کو معافی مانگنے سے پہلے معاف کر دو' یہ ہے شکریہ۔ کسی انسان سے کوئی قصور ہو گیا' اب انسانوں سے قصور ہوتا رہے گا اور شکریے والا بندہ معاف کرتا چلا جائے گا۔ ایک دفعہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے عرض کی یا رسول اللہ آپ فرماتے ہیں کہ اپنے غلاموں کو بار بار معاف کر دیا کرو' آپ یہ فرمائیں کہ دن میں کتنی مرتبہ غلاموں کو معاف کریں۔ آپ نے فرمایا ستر مرتبہ تو

ضرور معاف کرو! یعنی یہ ہے اس دین کا شکریہ کہ غلام کی لغزشوں کو ستر مرتبہ Daily معاف کر دیا کرو۔ گویا کہ شکریہ ادا کرنے والے جو ہیں وہ ہمیشہ صرف معاف کرتے رہتے ہیں اور ہمیشہ ہی ساجدین رہتے ہیں اور شاکرین رہتے ہیں۔ یہ نسخہ یاد رکھو کہ جو شاکرین ہیں وہ ہمیشہ ساجدین رہتے ہیں۔ شکر کرنے والے کا سر ہمیشہ سجدے میں ہوتا ہے۔

اور بولو ..... کوئی اور سوال پوچھو .....

سوال:

حضور ! جو آدمی احسان فراموش ہو اس کے ساتھ بہتر سلوک کرنے والے کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب:

احسان فراموش کے ساتھ بہتر سلوک کرنا؟ احسان فراموش کے ساتھ جو بہتر سلوک کرے اصل میں وہی شخص بہتر ہے۔ اس میں یاد رکھنے والا ایک بڑا نسخہ ہے کہ جس کے ساتھ احسان کیا گیا ہو وہ تو اس کو یاد رکھے اور جس شخص نے احسان کیا وہ شکریے کا انتظار نہ کرے۔ اس لیے احسان فراموش شخص ہو یا کوئی اور شخص ہو احسان کرنے والے کا کام ہے احسان کرنا لوگ مانیں یا نہ مانیں اس کا کام ہے لوگوں پہ احسان کرتے جانا' اللہ تعالیٰ کا اس طرح فرمان ہے کہ تم نہیں مانتے' لیکن کھانا تو لے لو..... تم مجھے نہیں مانتے' نہ مان' دیکھا جائے گا' تمہارا ہمارا ایک دن مقرر ہو گیا' پھر ہم کہیں گے؟ **ذٰلک الیوم الحق** کہ یہ وہ دن ہے انصاف کا' آج تم لائے گئے ہو اس مقام پر جس کے تم انکاری تھے' لیکن فی الحال

کھانا پینا قبول کرلو ..... تو یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں۔احسان کرنے والے کا یہ کام ہے کہ کوئی احسان فراموش ہو یا یاد رکھنے والا ہو' ان پہ احسان کرتے جانا۔ایک دفعہ وارننگ آئی ہے' اور یہ بات بتانے والی تو نہیں ہے لیکن میں تمہیں بتاتا ہوں' کہ بعض اوقات برے آدمی کے ساتھ نیکی کرنا ایسے بھی ہو سکتا ہے کہ یہ نیک آدمی کے ساتھ برائی ہو۔مثلاً سانپ کے ساتھ نیکی کرتے جاؤ اور اس کی جان بچاتے جاؤ' کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے بھائی کو ڈس لے۔یہ خیال رہے۔اس لیے احسان کرنے والے' احسان کے Field کے Area کو طے کر لیتے ہیں کہ جس پہ وہ احسان کر رہے ہیں وہ شخص کم از کم Harmless ہونا چاہیے۔دشمن کی تلوار پر احسان کرو گے تو بھائی کی گردن کا نقصان ہوگا۔اس کا خیال رہے۔باقی یہ کہ احسان کرنا بہت اچھی بات ہے۔

سوال:

جناب زندگی کو موت پر فتح کیوں دی گئی ہے.....

جواب:

کس نے کہا؟

سوال:

جناب یہ ایک حقیقت ہے.....

جواب:

حقیقت تو آپ کہہ رہے ہو ناں! فارمولا بھی بنالیا آپ نے' جب کہ دیکھتے اس کے برعکس ہیں۔تو پھر فارمولا کیسے بنالیا؟ موت اپنے وقت پہ ہے'

زندگی اپنے وقت پہ ہے۔ یہ مقابلہ کرنا ضروری تو نہیں ہے کہ میز کو کرسی پر فتح ہے۔ یہ میز ہے' اور وہ کرسی ہے۔ موت اپنے وقت کا نام ہے اور زندگی کی اپنی Duration ہے۔ زندگی اور موت کے درمیان کوئی جنگ نہیں ہو رہی۔ موت زندگی کا ایک روپ ہے۔ یہ کوئی جنگ نہیں کہ ادھر سے موت آ رہی ہے اور ادھر سے زندگی ..... زندگی نہیں مرتی ہے' موت صرف اس کا نام ہے۔ یہ دو علیحدہ چیزیں نہیں ہیں کہ کہیں آپ خدانخواستہ یہ سمجھ لو کہ یہ ایک موت ہے اور ایک زندگی۔ زندگی کا ایک نام بدل جاتا ہے اور وہ نام ہے موت! کسی نے پوچھا کہ موت کی شکل کیا ہے؟ اس نے کہا کہ موت کی صورت تیری اپنی صورت ہے کہ یہ تیری صورت جو خوب صورت ہے' اس کا نام میت ہے۔ اور اسی خوب صورت کا نام بدل جائے گا اور میت کہلائے گا۔ اس لیے زندگی اور موت کے درمیان کشمکش نہیں ہے۔

روزِ اوّل سے یہی ہے زندگی کا سلسلہ
موت کیا ہے زندگی کا آخری اِک مرحلہ

اور جس کو آپ زندگی موت کہہ رہے ہیں وہ ایک فرد کی بات کہہ رہے ہیں۔ Total Life جو ہے اس کو ابھی Total Death نہیں آئی۔ وہ Life جاری ہے۔ لائف جو ہے وہ پوری طرح چل رہی ہے' انسان موجود ہے' انسان مرتے رہتے ہیں لیکن انسان موجود ہے۔ زندگی ختم ہوتی رہتی ہے لیکن زندگی جاری ہے۔ وہ زندگی چلتی جارہی ہے' اس کو Death نہیں آئی ابھی تک۔ اور Death ابھی آنی نہیں ہے غالباً۔ دیکھا جائے تو ہر انسان میں پہلے انسان کی کسی نہ کسی طور

پر خون کی شمولیت موجود ہے' وہ زندہ ہے' مرنے والا اگر خون زندہ چھوڑ جائے تو زندہ ہے' زندگی اپنے Original Level میں قائم چلی جا رہی ہے' قائم اور حی و قیوم چلی آ رہی ہے۔ یہ لمبی کہانی بن جائے گی' اس کو سمجھو تو پھر سمجھ آئے گی کہ زندگی حی و قیوم چلی آ رہی ہے اور دائماً ابداً چلی آ رہی ہے' ابھی اس کو موت نہیں آئی' جب موت آئے گی' Total زندگی ختم ہو جائے گی تو دیکھا جائے گا۔ اس لیے زندگی اور موت ایک دوسرے سے جنگ کی شکل میں نہیں ہیں۔ ایک کا نام یہ ہے' ایک کا نام وہ ہے۔ خلق الموت والحیوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا۔ ہم نے دونوں کو پیدا اس لیے کیا کہ دیکھیں تمہارے اعمال کیا ہوتے ہیں۔ اصل میں موت Daily عمل کا نام ہے۔ کسی نے پوچھا موت کی عمر کتنی ہے؟ کہتا ہے جتنی میری زندگی کی عمر ہے اتنی میری موت کی عمر ہے۔ بچپن مر گیا' جوانی مر گئی' دوست مر گئے' ماں باپ چلے گئے' بزرگ چلے گئے' ہر شے چلتی جا رہی ہے۔ آخری موت سانس کی موت ہے' اس سے پہلے ہزار موتیں ہوتی ہیں۔ اس لیے وہ موت نہیں ہوتی جس کو تم موت کہہ رہے ہو اور جس کو تم زندگی کہہ رہے ہو' یہ وہ زندگی نہیں ہوتی۔ یہ راز ہے سربستہ' کہ اسے زندگی کہوں کہ اسے موت کہوں۔ اگر تم لوگوں کے دلوں میں یاد رہ گئے تو مرنے کے بعد بھی زندہ رہو گے۔ اگر آج بھی لوگ تمہیں بھول گئے تو آج بھی مر سکتے ہو۔ اگر کوئی چاہنے والا نہ ملا تو کیا زندگی ہے؟ اور اگر چاہنے والے کے مرنے کے بعد قبروں کے ساتھ زندہ رہے تو زندہ رہو گے۔ زندہ وہ ہے جو دلوں میں زندہ رہے' مر وہ گیا جو فراموش کر دیا گیا۔

اب دعا کرو ____ اللہ تعالیٰ سب پر رحم فرمائے۔ سب حاضرین پر رحم

فرمائے' آپ کے گھروں میں سکون عطا فرمائے' اور گھروں میں رہنے والوں کو سکون عطا فرمائے' گھروں میں رہنے والوں کو خوشی عطا فرمائے' جن صاحبان کے حالات میں کوئی کمی بیشی ہے اسے اللہ تعالیٰ پورا فرمائے' خدا آپ کو بہت خوشیاں اور بہت کامیابیاں عطا فرمائے .....

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیدنا و مولنٰا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین آمین برحمتک یا ارحم الرّٰحمین۔

◆◆◆

2

1 اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر کوئی کام نہیں ہوسکتا اور اگر اللہ چاہے تو ہر جگہ اس کا حکم نافذ ہوسکتا ہے مگر ایسا نہیں ہے۔ کیا یہ اس کی رضا ہے اور رضا سے کیا مراد ہے؟

2 کیا ہر شخص کے لیے تسلیم و رضا کا راستہ ایک ہی ہے یا ہر شخص لیے اللہ تعالیٰ نے الگ الگ راستے بنائے ہیں؟

3 کیا اللہ تعالیٰ سے ہمارا تعلق انفرادی ہے؟

4 کیا معاشرے کی تعمیر فرد سے شروع ہوتی ہے؟

5 ایسا کیوں ہوتا ہے کہ معاشرے کو دیدہ ور کے لیے ہزاروں سال منتظر رہنا پڑتا ہے؟

6 اللہ تعالیٰ سمیع بھی اور اور مجیب بھی، سنتا بھی ہے اور جواب بھی دیتا ہے، ہم دعائیں تو مانگتے ہیں مگر جواب کے اعتبار سے اس کو بہت کم پہچانتے ہیں۔

7 دین میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جو منطق پر پوری نہیں اترتی لیکن ہم انہیں بحیثیت مسلمان مانتے ہیں، اس کی وضاحت فرمادیں۔

8 جب اللہ نے جاننے کی صلاحیت دی ہے تو پھر جاننا اور ماننا آپس میں ٹکرا کیوں جاتے ہیں؟

9 اپنے آپ کی پہچان کیسے ہوتی ہے؟

10 اس صدی میں اکنامکس نے انسان کو بچایا ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

11 ارواح کے متعلق فرمائیں۔ کیا روحیں ہوتی ہیں؟

12 اللہ تعالیٰ کو Introduce کس نے کرایا ہے؟

13 فوت ہونے کا خوف دل سے کیوں نہیں نکلتا؟

14 غیر اللہ کیا ہے اور کیا غیر اللہ سے محبت روا ہے؟

15 حضرت یعقوب علیہ السلام کی حضرت یوسف علیہ السلام سے پدری محبت پر روشنی ڈالیں۔

سوال:

سر! میرا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر کوئی کام نہیں ہوسکتا اور اگر اللہ چاہے تو ہر جگہ اس کا حکم نافذ ہوسکتا ہے' مگر ایسا نہیں ہے۔ کیا یہ اس کی رضا ہے۔ مزید یہ فرمائیں کہ رضا سے کیا مراد ہے؟

جواب:

یہ بڑے غور والی بات ہے۔ سوالوں کا جو سلسلہ ہے اس میں سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ اللہ کریم کو کون سا دین پسند ہے اور اللہ تعالیٰ دنیا میں اس کا نفاذ چاہتا ہے یا نہیں؟ کیا اللہ اپنی چاہت کو پورا کرنے میں قادر ہے کہ نہیں؟ اگر اللہ ہر شے پر قادر ہے تو وہ واقعہ کیوں نہیں ہوا۔ یہ ایک اہم سوال ہے کہ اللہ کی دنیا ہو' اللہ خالق ہو اور مخلوق اللہ کو نہ مانے اور پھر بھی مخلوق کو اس کا رزق پہنچ رہا ہو۔ پھر منشائے خالق کیا ہے؟ اس سوال کو اس طرح سے سمجھو کہ اگر چار دن آپ کا عمل منشائے الٰہی کے عین مطابق ہو جائے تو آپ کو رضا سمجھ آجائے گی۔ اللہ تعالیٰ کی منشاء کیا ہے؟ جب تک آپ اپنی منشا کو اس کی منشا کے ساتھ مکمل طور پر منسلک نہیں کرتے یا استعمال میں نہیں لاتے تو اتنا بڑا سوال آپ کی سمجھ میں نہیں آسکتا' چاہے جواب کچھ بھی دیا جائے۔ اس کو سمجھنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ پہلے آپ

اپنی ذات کا جائزہ لیں۔ آپ کے وجود کی جو کائنات ہے کیا اس پر اللہ کا حکم نافذ ہے؟ آپ کو یہ مثال دے رہا ہوں کہ کوئی شخص اگر بیماری میں یا حالات کی کمزوری میں اللہ کا تقرب حاصل کر لے تو بہت بڑی بات ہے۔ ایسا شخص اگر غریب ہو جائے یا امیر ہو جائے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر اسے یہ کہا جائے کہ تجھے دولت بھی مل جائے گی اور تو اللہ سے الگ بھی نہیں رہے گا اور یہ کہ تمہیں غریبی مل جائے گی تو بھی تعلق اللہ سے قائم رہے گا' اس وقت اس کا کیا Choice ہوگا؟ غریبی کے ساتھ اللہ کے تقرب میں رہنے کا جذبہ کتنے لوگوں میں ہے؟ ابتلاء کی موجودگی میں اللہ کے ساتھ تعلق رکھنے کی خواہش کتنے لوگوں میں ہے؟ جت تک یہ بات سمجھ میں نہ آئے کچھ نہیں بن سکتا۔ آپ کی خواہش ہے کہ مثالی معاشرہ ہونا چاہیے' یہ بہت اچھی خواہش ہے' ایسا ہونا چاہیے۔ ایسا معاشرہ کبھی قائم ہوا کہ نہیں ہوا' یہ الگ بات ہے۔ فی الحال تو اتنی بات مانو کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ اللہ کی رضا ہے۔ کوئی کام رضا سے باہر نہیں ہو رہا ہے۔ یہ دین' آپ کا دین' یہ آپ کی کوششوں کا نام ہے اور یہ آپ کے جہاد کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ کافروں کو کلمہ پڑھانا چاہے تو پڑھا سکتا ہے۔ آپ کے لیے یہ حکم ہے کہ آپ کلمہ پڑھو اور اس کے مطابق زندگی گزارو۔ جب آپ کا معاشرہ دینی لحاظ سے مضبوط ہو جائے تو پھر دین کی دعوت بن کر نکلو اور لوگوں کو اللہ کی رضا کے متعلق بتاؤ۔ مشکل تو یہ ہے کہ ماننے والے ابھی تک اپنی ہی بات کر رہے ہیں اور دین کے بارے میں شک میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ جب تک آپ اپنے یقین کو کوئی سمت نہ دو تب تک یہ بات سمجھ میں نہیں آئے گی۔ آپ اپنے آپ میں یقین پیدا کر لو تو

اسلامی معاشرہ قائم ہو جائے گا۔ معاشرہ قائم کرنا مشکل کام نہیں ہے۔ معاشرہ کون شخص قائم کرے گا؟ جو شخص اپنی ذات' اپنی انا اور اپنی خواہشات اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع کر دے یا اپنی خواہشات کو نکال دے۔ پھر ایسا معاشرہ قائم ہو جائے گا۔ نہ تو کوئی بادشاہ معاشرہ قائم کر سکتا ہے اور نہ اپنی انا کا سفر کرنے والا ایسا معاشرہ قائم کر سکتا ہے اور نہ وہ شخص کر سکتا ہے جس کو حاصل اور محرومی میں فرق لگے اور جسے اپنے اور بیگانے میں فرق لگے۔ ایسے شخص نے کیا کام کرنا ہے۔ اس نے صرف یہ کرنا ہے کہ "یہ بیگانے ہیں اور یہ میرے اپنے ہیں' ان کو جنت میں داخل نہ ہونے دینا' ان کو دوزخ میں نہ جانے دینا" یہ تو کوئی بات نہ ہوئی ناں۔ آج اگر بفرضِ محال کسی کو عبادت کی توفیق مل جائے تو پتہ ہے وہ کیا کہتا ہے "میں عابد ہو گیا ہوں اور میرا خیال ہے کہ یہ لوگ جو میرے ساتھ نہیں رہتے ان کا مقام دوزخ ہے"۔ وہ ذہنی طور پر دوزخ Allot کرتا رہتا ہے۔ آپ کو کوئی آدمی ایسا نہیں ملے گا جو یہ کہے کہ یا اللہ مجھے جنت میں اس وقت تک نہ بھیج جب تک میرے احباب اور رشتے دار جنت میں نہ جائیں۔ آپ سب لوگ دعا کریں کہ آسانی ہو جائے۔ پھر ایسا معاشرہ قائم ہو جائے گا۔ باقی رضائے الٰہی تو وہی ہے جو موجودہ حالات ہیں۔

کسی نے ایک بزرگ سے پوچھا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے اور یہ ٹھیک کیسے ہو گا؟ انہوں نے کہا لگتا ہے تُو ہم سے زیادہ جلدی میں ہے' ہم جاننے والے تو خاموش بیٹھے ہیں اور تُو بولتا جا رہا ہے ____ تو کام کرنے والے خاموش بیٹھے ہیں' طاقتیں خاموش ہیں لیکن کمزور کو کیسے سمجھائیں۔ اس لیے اس طرح کا

سوال کرنے میں بڑی احتیاط چاہیے۔ مثلاً یہ سوال کہ اللہ تعالیٰ کافر کو کیوں پیدا کر رہا ہے جب کہ کفر کو پسند نہیں کرتا۔ جت تک رضا سمجھ نہ آئے اللہ کی منشاء سمجھ نہ آئے' آپ کو یہ بات سمجھ نہیں آسکتی۔ آپ یہ کرو کہ اللہ کے نام پر معاشرہ قائم کر لو۔ رضائے الٰہی کی بات کرتے ہو تو ایک راز سے رضائے الٰہی سمجھ میں آسکتی ہے۔ راز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر فیصلہ تسلیم کرنے کی مکمل صلاحیت پیدا کرو۔ اس کا ایک آسان نسخہ بتا دیتا ہوں۔ آپ کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے اس کا گلہ نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ اگر کچھ لے لے تو رونا نہیں اور افسوس نہیں کرنا اور اس سے کچھ مانگنا بھی نہیں۔ دو کام آپ کر لو' ایک Demand بند کر دو اور ایک Complaint ختم کر دو۔ یہ بات صرف اس شخص کے لیے ہے جس نے رضا کے بارے میں اپنا ذاتی سوال کیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ اللہ کی رضا سے پردہ اٹھے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ اپنی زندگی میں دو چیزیں ترک کر دو' Demand اور Complaint۔

اگر خواہش نہ کرو گے اور شکایت نہ کرو گے تو رضا سمجھ آ جائے گی۔ یہ عمل کر کے دیکھو تو رضا پوری طرح سمجھ آ جائے گی۔ جس چیز کو آپ غم سمجھ رہے ہیں عین ممکن ہے وہ غم نہ ہو۔ جس چیز کو آپ خوشی سمجھ رہے ہیں عین ممکن ہے وہ خوشی نہ ہو۔ ایک اور بات بتاتا ہوں یعنی ایک اور نسخہ بتا رہا ہوں' آپ دو چیزیں اپنی زندگی سے نکال دو' تسکینِ وجود اور پیسے کی محبت۔ پیسے کے آنے کو پسند کرنا اور پیسے کے جانے کو ناپسند کرنا یا یہ کہ پیسے کو پوجا کی حد تک پسند کرنا' اس چیز سے گریز کیا جائے۔ دوسری بات یہ کہ آپ Gratification یعنی تسکینِ وجود کو کم کر دو

اور ہو سکے تو ختم ہی کر دو۔ جب بات رضا کی ہو رہی ہے تو یہ دیکھو کہ رضا روح کا شعبہ ہے اور اسے جسم سمجھ نہیں سکتا۔ جسم کائنات کو سمجھے گا اور روح رضا کو سمجھے گی۔ رُوح تک پہنچنے کے لیے ضروری ہے کہ پیسے کی لگن اور وجود کی تسکین کو زندگی کے تمام شعبوں میں روکا جائے۔ تب رضا سمجھ آجاتی ہے۔ رضا کو سمجھنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ پسندیدہ سے جدائی برداشت کی جائے اور ناپسندیدہ کا ساتھ گوارا کیا جائے۔ رضا تب سمجھ آسکتی ہے جس وقت آپ Wealth کا محبت نامہ، وجود کی تسکین، پسندیدہ کی جدائی، ناپسندیدہ کا ساتھ گوارا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں اور زندگی کو اپنے پاس رکھنا یا اللہ کو واپس کرنا دونوں ہی آپ کے لیے برابر ہو جائیں اس لیے کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ اللہ پہلے کہتا ہے زندگی لے جاؤ اور پھر کہتا ہے زندگی واپس لے آؤ۔ دونوں ہی اس ذات کے حکم ہیں۔ آپ حکم کی اطاعت کرو۔ ایک حکم کی اطاعت کرنے والا اور اس کے مخالف حکم کی اطاعت نہ کرنے والا ابلیس بن جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تو یہ کرتا ہی رہتا ہے کہ پہلے ایک حکم دیا کہ جاؤ زندگی لے جاؤ اور پھر پچاس ساٹھ سال بعد حکم دیا کہ زندگی واپس دے جاؤ۔ اب جو زندگی واپس دینے میں ضد کر رہا ہے وہ کہتا ہے کہ زندگی دینے والا پہلا حکم تو آپ کا صحیح ہے، مگر واپس دینے والی بات نہ کریں۔ یہ چیز ابلیس میں تھی۔ اللہ نے کہا میرے علاوہ کسی کا سجدہ نہ کرنا۔ ابلیس بولا پکی بات ہے۔ کئی کروڑ سال اس بات پہ پکا رہا۔ پھر اللہ نے کہا انسان کو سجدہ کرو۔ ابلیس نے کہا کہ یہ بات تو پہلے حکم کے علاوہ ہے۔ اللہ نے کہا اگر یہ بات حکم کے علاوہ ہے تو تم جنت کے علاوہ ہو۔ یہ ہے رضا کی بات! رضا یہ ہے کہ اس کائنات میں ہونے

والے واقعات کو اللہ کا حکم سمجھ کے تسلیم و رضا کے طور پر تسلیم کر لیا جائے۔ یہ عین حق ہے۔ کافر کا کافر ہونا حق ہے۔ مومن کا مومن رہنا حق ہے۔ سورج اپنے مقام پر حق ہے۔ چاند اپنی جگہ پر حق ہے۔ زندگی عین حق ہے۔ موت اس سے زیادہ حق ہے۔ اور یہ کہنا حق ہے کہ **ربنا ما خلقت هذا باطلاً** یعنی اے ہمارے رب تو نے کوئی شے باطل تخلیق نہیں کی۔ دس دن اس کیفیت میں رہ جاؤ اور یہ سمجھتے رہو کہ اللہ نے کوئی شے باطل نہیں بنائی۔ **ربنا ما خلقت هذا باطلا** پھر آپ کو اللہ کا غیر نظر نہیں آئے گا۔ پھر اگر آپ مسجد میں جا کر نماز پڑھتے ہو اور دوکان دار باہر بیٹھا رہتا ہے اور مسجد کے اندر نہیں آتا تو وہ آپ کو باطل نظر نہیں آئے گا۔ پھر آپ کو یہ بات سمجھ آئے گی کہ راز کیا ہے۔ جس چیز کو تسلیم نہ کرنے میں کبھی جو خوشی ہوتی تھی اب اس کو تسلیم کرنے میں خوشی محسوس کرو گے۔ جس چیز کو حاصل کرنے میں جو خوشی ہوتی تھی آج اس کو جدا کرنے میں خوشی محسوس کرو گے۔ رضا والوں نے بڑے بڑے طریقے اپنائے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں اپنا آخری مقام یعنی مقبرہ اپنے ہاتھ سے بنایا۔ بولے ''یہ ہے میرا آستانۂ عالیہ یعنی میری قبر شریف'' اور پھر اوپر نام بھی لکھا اور تختی بھی لکھی۔ رضا کو سمجھنا بہت آسان ہے بشرطیکہ آپ اپنی رضا نکال دو۔ باقی کچھ عملی شکلیں ہیں وہ بھی میں آپ کو بتا دوں گا۔ رضا کو سمجھنے والے اگر کسی کا نام لیا جائے، کوئی ایسی طاقت والی شخصیت جسے آپ مانتے ہیں کہ وہ ''لا سیف اور لا فتی'' والی ایک طاقت ہے، رضا والا آدمی اللہ کی دی ہوئی طاقت کو اپنے Defence میں کبھی استعمال نہیں کرتا۔ حضرت علیؑ کو اللہ کی دی ہوئی ایک طاقت کا نام ''ذوالفقار'' ہے

اور انہوں نے یہ طاقت اپنے Defence کے لیے استعمال نہیں کی اور خود شہادت سے گزر گئے۔ تسلیم والوں کے پاس سب سے بڑی طاقت برداشت کی طاقت ہے' اپنے Defence کی نہیں۔ ایسا صرف وہ کرسکتا ہے جس کے پاس طاقت ہو۔ ایک آدمی ایک بزرگ کے پاس گیا اور کہا دعا کریں' میرا بچہ بیمار ہے۔ انہوں نے دعا کی اور بچہ ٹھیک ہوگیا۔ اس شخص نے کہا سرکار! آپ بھی بیمار ہیں' اپنے لیے بھی دعا کریں۔ بولے ''دعا تو میں نے کی تھی اپنے لیے' مجھے آواز آئی پہلے یہ فیصلہ کرو کہ یہ وجود تمہارا ہے یا ہمارا ہے'' تو یہ ہے تسلیم والوں کی بات۔ ایک آدمی اپنے شیخ کے پاس گیا اور کہا مجھے اسمِ اعظم دیں۔ انہوں نے کہا کہ کل دیں گے' آج باہر جا کر سیر تفریح کرو' دیکھو اور کائنات کا مشاہدہ کرو۔ وہ آدمی شہر کے باہر گیا' کیا دیکھتا ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی پر ظلم کر رہا تھا۔ ایک بوڑھا اور غریب لکڑہارا تھا۔ اس پر شہر کے کوتوال نے حملہ کر دیا تھا۔ کوتوال بڑا ظلم کر گیا' اسے مارا پیٹا اور لکڑی بھی لے گیا۔ پیر صاحب نے اس واقعے کے بارے میں پوچھا کہ تیرے پاس اگر اسمِ اعظم ہوتا تو تُو کیا کرتا۔ بولا میں یہ ظلم نہ ہونے دیتا' بوڑھے پر کوتوال نے بہت ظلم کیا۔ پیر صاحب بولے ''میری بات سن! وہ بوڑھا میرا پیر ہے اور میں نے اسمِ اعظم اس سے لیا ہے''۔

تو اسمِ اعظم کی طاقتیں رکھنے والے ظاہر کے تماشے نہیں کرتے۔ اگر آپ کے پاس دولت ہو اور دولت کا اظہار نہ ہو تو پھر رضا سمجھ میں آئے گی۔ اگر آپ کے پاس علم ہو اور آپ علم کا تماشا یا اظہار نہ کرو تب آپ کو رضا سمجھ میں آئے گی۔ اسی طرح غم کا موقع ہو اور غم کا بیان نہ ہو تو رضا سمجھ میں آئے گی۔ نہ غم

بیان کرو' نہ علم بیان کرو' نہ طاقت بیان کرو' نہ دولت بیان کرو' نہ اپنا مرتبہ بیان کرو' نہ اپنی انا کے چرچے کرو تو پھر آپ کو رضا سمجھ آ جائے گی اور فنا کے دیس میں رہنے کا مقام سمجھ میں آ جائے گا۔ اس وقت رضا سمجھ میں آ جاتی ہے ؎

تو مسافر ہے مسافر بن کے چل
ڈگمگا جائے نہ خطرہ ہے سنبھل

یہ بات مسافر کو سمجھ آتی ہے۔ آپ بس رضا کو مان لو۔ Complaint اور Demand اللہ کے حوالے کر دو۔ جس آدمی نے زیادتی کی اس کو بھی اللہ کے حوالے کر دو۔ نہ اللہ کی شکایت بندوں کے سامنے کرو اور نہ بندوں کی شکایت اللہ کے سامنے کرنا۔ نہ بھائی کا گلہ کرو اور نہ بھائی کے دوست کا گلہ کرو۔ یہ کہو کہ "مجھ کو جو کچھ ملا میری قسمت۔ تو نے جو کچھ کیا تیری اپنی مرضی" یہ ہے رضا۔ رضا کا آخری سفر موت کی وادی سے گزرنا ہے ؎

پیر پیغمبر ولی درویش مردانِ خدا
موت کی وادی سے گزرے ہیں بہ تسلیم و رضا

رضا والے اس امید پر رہتے ہیں کہ وہ کبھی نہ کبھی ہمیں شکار کرنے آئے گا۔ یہ ہے تسلیم و رضا۔ تسلیم و رضا کا راستہ نہ مانگنا' آپ مہربانی کا راستہ مانگو۔ رضا کا عمل نہ مانگنا' اس عمل کے بعد دوسرا عمل حرام ہو جاتا ہے۔ ایک آدمی نے اپنے شیخ سے سوال کیا تھا کہ تسلیم کیا ہے اور رضا کیا ہے؟ انہوں نے شعر کا پہلا مصرعہ سنتے ہی اپنی جان نذر کر دی۔ وہ مصرعہ یہ تھا ع

کشتگان خنجر تسلیم را

دوسرا مصرعہ سننے کی نوبت نہیں آئی اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہوگیا۔ آج بھی اس آستانے پر قوالی کا حکم نامہ بند ہے۔ دوسرا مصرعہ کیا ہے؟

ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

بس تسلیم کا نام آتے ہی وہ تسلیم ہوگئے ۔

تو آں قاتل کہ از بحرِ تماشہ خونِ من ریزی
مناں بسمل کہ زیرِ خنجرِ یار می رقصم

تسلیم و رضا والے کہتے ہیں کہ اللہ جس انداز سے گزارے میں راضی ہوں۔ یہ ہے تسلیم والوں کی بات۔ اللہ جو کر رہا ہے یہ اس کا کام ہے اور وہ جو کر رہا ہے ٹھیک کر رہا ہے ____

اور کوئی سوال ____ بولو۔

سوال:

کیا ہر شخص کے لیے تسلیم و رضا کا راستہ ایک ہی ہے یا ہر شخص کے لیے اللہ تعالیٰ نے الگ الگ راستے بنائے ہیں؟

جواب:

ہر شخص کے لیے تسلیم و رضا کے لیے راستے الگ الگ ہیں لیکن رضائے الٰہی اور منشائے الٰہی کا طریقہ ایک ہے۔ تسلیم اس حوالے سے اللہ کی پہچان کے لیے ہے۔ جو یہ کہہ رہا ہے کہ میں نے رضائے الٰہی کو پہچاننا ہے اس کے لیے تسلیم کا یہی راستہ ہے۔

سوال:

اس کے لیے یا سب کے لیے؟

جواب:

جب رضا کا سوال آ جائے کہ اللہ کی منشاء کیا ہے تو اس کا اظہار نہ کرنا علم بیان کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ کون سی چیز کب بیان کرنی ہے' کس کے سامنے بیان کرنی ہے' کس انداز سے بیان کرنی ہے' کیا کیا چیز کب کہنی ہے' اس وقت اللہ کی منشاء کو پہچان جاؤ۔ کوئی بزرگ یا پیغمبر مشکل سے گزرے تو انہوں نے وہ دعا نہیں پڑھی جو ہمیں بتائی ہے۔ وہ وہاں اپنے علم کا اظہار کر سکتے تھے لیکن نہیں کیا۔ وہاں تسلیم کا راستہ اپنایا۔

سوال:

حضور! کیا یہاں آپ ''اظہار'' کا لفظ نمائش کے معنوں میں استعمال کر رہے ہیں؟

جواب:

بالکل! نمائش کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ دولت کو بھی میں نے نمائش کے معنوں میں کہا ہے۔ میرا مقصد یہ ہے کہ وہ چیز جو آپ کے لیے تعریف کا سبب بنتی ہے اس سے گریز کرو۔ اس بات کو یوں سمجھو کہ لوگوں سے ستائش اور تعریف کی تمنا عام طور پر انسان کو Mislead کر جاتی ہے۔ اس مصیبت سے بچنے کے لیے بزرگوں نے ملامت کا طریقہ اختیار کیا۔ ملامت کا طریقہ Extreme نہیں ہے کیونکہ جو اس کو اختیار کر جائے اس کے لیے کوئی Extreme نہیں

ہے۔ دیکھنے والا اسے Extreme سمجھتا ہے۔ جو ملامت کے راستے پر عمل کر جائے اس کا تو وہی راستہ ہے' اس کے لیے Extreme کس بات کی۔ جو طاقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی ہے آپ تسلیم و رضا میں اسے اپنے لیے استعمال نہیں کر سکتے۔ جو کچھ آپ کر سکتے ہیں کرتے جائیں۔ نیکی کر سکتے ہو' کرتے جاؤ۔ ایک آدمی چاہتا ہے کہ میں رضا کو پہچانوں تو رضا کو پہچاننے کی سب سے بڑی بات یہ ہے کہ چلو آپ اپنا Defence کرلو اور اپنی طاقت استعمال کرلو مگر اس کی شرط یہ ہے کہ آپ اپنے اندر سے اپنا Defence کرلو۔ یہ Defence آپ کیسے کرو گے؟ دو دن کے بعد یا تین دن کے بعد آپ کی Security خود ہی Insecure ہوتی جائے گی۔ آپ نے اپنے لیے ہزار ہا Defence بنائے مگر ایک دن ایسا آجاتا ہے جب وہ Defence والا آدمی چلا جاتا ہے۔ اس لیے جب تک آپ کو آگے جانے کا علم نہ آئے آپ نے یہاں پر رکنے کا علم کیا سیکھنا ہے! یہاں پر ٹھہرنے کا علم وہ شخص سیکھے جس کو یہاں سے جانے کا علم آئے۔ ایسی صورت میں آپ بے شک یہاں ٹھہرو اور رونقیں لگاؤ۔ مگر کیا رونقیں لگاؤ گے اور کیا میلے لگاؤ گے' میلہ تو اب ختم ہونے والا ہے' سب رخصت ہونے والے ہیں۔ جس خوشی سے آئے تھے اسی خوشی سے چلے جا رہے ہیں۔ جب تک آنے اور جانے' ان دونوں میں فرق ہے آپ کو مشکل رہے گی۔ آپ کو آسان بات بتاتا ہوں۔ آپ کو رضا کا مضمون سمجھنے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ اسے اللہ کا حکم ہی سمجھو۔ اللہ کا جو حکم جتنا سمجھ میں آئے' تعمیل کرتے جاؤ۔ مثلاً حکم یہ ہے کہ تم عبادت کرو اور رضا یہ ہے کہ وہ کافروں کو پیدا کر رہا ہے' یہاں پر

آپ میں اور اللہ کی رضا میں بڑا فرق ہے۔ آپ ہوں تو کافروں کو اڑا دیں۔
رضا سمجھنے والے کو یہ بات سمجھنی ہے کہ اللہ کا منشاء کیا ہے۔ یہ اس کی منشاء ہے کہ وہ
یتیم پیدا کرتا ہے اور آپ کو حکم دیتا ہے کہ اسے کھانا کھلاؤ۔

سوال:

کیا اللہ تعالیٰ سے ہمارا تعلق انفرادی ہے؟

جواب:

آپ کا تعلق کائناتی ہے' وہ آپ کا خالق ہے اور خالق کا نام اللہ ہے اور
وہ پوری کائنات کا خالق ہے۔ آپ جس اللہ کی عبادت کر رہے ہو اس کے ہر عمل
کی عزت کرو۔ وہ چیزیں بناتا ہے' اگر وہ کسی ایسے جانور کو پیدا کرتا ہے جو حرام
ہے تو پیدا کرنے کا یہ عمل تو اس کی احسن تخلیق ہے' اس چیز کو بڑی خوبصورتی کے
ساتھ پیدا کیا اور ساتھ ہی آپ کو حکم دے دیا کہ اس کا گوشت نہ کھاؤ' اب تم
گوشت نہ کھاؤ لیکن اس کی تخلیق میں نقص نہ نکالو۔ ہر چیز کا خالق وہ ایک اللہ
ہے۔ خالق کے ہر عمل کو پسند کرنا ہی رضا ہے۔ یہاں میں رضا کی بات کر رہا ہوں'
اس کے حکم کی بات نہیں کر رہا۔ حکم تو یہ ہے کہ جہاد کرو۔ فرعون اور موسیٰ علیہ السلام
دونوں کو خود پیدا کرتا ہے۔ پھر فرعون کو فرعون بنا دیا اور موسیٰ کو موسیٰ علیہ السلام بنا دیا۔
اس کے اس احسان کو پہچانو کہ تمہیں ماننے والوں میں پیدا کیا۔ اس کائنات میں
جہاں نہ ماننے والے بے شمار ہیں وہاں آپ کو ماننے والا بنایا۔ اس کائنات میں
جہاں جانور ہیں' بچھو ہیں' چھپکلیاں ہیں' اللہ نے آپ کو انسان بنایا اور پھر مسلمان
بنایا۔ اس بات پہ اس کا شکر ادا کرو اور عبادت کرتے جاؤ۔ معاشرہ اس طرح بنتا

ہے کہ اپنے بھائی کو اس کا حق دو بلکہ ہو سکے تو اپنا حق بھی دے دو۔ اس طرح معاشرہ بن جائے گا۔ تم نے تو اس کا حق دیا ہی نہیں اور اسلامی معاشرہ بنانے چلے ہو' تم کہاں سے بناؤ گے۔ محسن کی قدر کرو' دوست کی قدر کرو' اپنوں کی قدر کرو' ایثار سیکھو اور گلہ چھوڑ دو۔ اللہ کا سجدہ کرو۔ ساری کائنات کا احترام کرو۔ اپنا بھی احترام کرو۔ فنا کی محبت دل سے نکال دو تا کہ آپ کو بقا کا سبق ملے۔ فانی کی محبت فنا کر دے گی۔ آپ اپنی محبت پر تنہائی میں غور کرو کہ کس چیز سے محبت ہے؟ کیا یہ چیز فانی ہے یا باقی ہے؟ فانی سے تو بہتر ہے کہ آپ پہاڑ سے محبت کرو کیوں کہ یہ آپ کے بعد بھی زندہ رہے گا اور ستاروں سے ہی محبت کر لو کیوں کہ وہ بھی آپ کے مقابلے میں زیادہ باقی رہنے والے ہیں۔ ستارے دو چار کروڑ سال اور رہیں گے۔ اصل بقاء اس ذات کو ہے جو ذوالجلال والاکرام ہے۔ اس ذات یعنی اللہ کو دیکھو' آپ سے پہلے بھی اس کا ذکر تھا اور آپ کے بعد بھی اس کا ذکر رہے گا۔

سوال:

کیا معاشرے کی تعمیر بھی فرد سے شروع ہوتی ہے؟

جواب:

معاشرے کی تعمیر کے سلسلے میں ضروری بات یہ دیکھو کہ دو طرح کا معاشرہ ہوتا ہے۔ ایک تو ہوتا ہے ارتقائی' یعنی بنتے بنتے معاشرہ کسی مقام پر جا کر خوب صورت بن گیا۔ عام طور پر کوئی ایک شخصیت معاشرہ ساز ہوتی ہے۔ بالعموم آپ دنیا کی تاریخ میں دیکھو' معاشرہ انسان کو جنم دیتا ہے اور انسان معاشرے کو جنم دیتا ہے۔ ایک انسان کی بات کر رہا ہوں۔ ایک انسان ایسا ہوتا ہے جس پر

لوگوں کا اعتبار ہوتا ہے۔ اسے آپ Reformer کہتے ہیں۔ اور Reformation والی جماعتیں نہیں ہوتی یعنی Reformation کسی جماعت سے نہیں بنتی بلکہ ریفارمیشن کرنے والا ہمیشہ ایک آدمی ہوتا ہے جس پر لوگوں کو Confidence ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ دیکھو آج کے بعد چوری نہ کرو تو لوگ کہتے ہیں اس نے فرما دیا ہے چوری نہ کرو۔ وہ اس اعتماد پہ چوری چھوڑ دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر انسان اپنے باپ کے ساتھ بحث کرے تو پھر اطاعت کس کی کرے گا۔ اگر باپ کا حکم ماننا ایمان ہو جائے تو اصلاح ہو جاتی ہے۔ معاشرہ ساز ادارے ایک واحد شخص کے مرہونِ منت ہوتے ہیں۔ کوئی واحد شخص ہوتا ہے جو سماج کو بدل دیتا ہے۔ اس میں رسول بھی ہیں، پیغمبر بھی ہیں اور Reformer بھی ہیں۔

سوال:

ایسا کیوں ہوتا ہے کہ معاشرے کو ایسے دیدہ ور کے لیے ہزاروں سال منتظر رہنا پڑتا ہے؟

جواب:

ایسا کیوں ہوتا ہے؟ آپ یوں سمجھ لو کہ سبزیاں جلدی اگ آتی ہیں، پیڑ بہت دیر کے بعد اگتا ہے۔

مت سہل ہمیں سمجھو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

سوال:

اللہ تعالیٰ سمیع بھی ہے اور مجیب بھی، سنتا بھی ہے اور جواب بھی دیتا

ہے۔ سننے کے اعتبار سے ہم بہت دعائیں مانگتے ہیں لیکن اس کے جواب دینے کے اعتبار سے ہم اس کو بہت کم پہچانتے ہیں۔

جواب:

یہ ہر آدمی کے لیے الگ الگ شعبہ ہے۔ اگر آپ کو یقین نہ ہو کہ سنتا نہیں ہے تو پھر آپ کبھی دعا نہ مانگتے۔ دعا مانگنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ سنتا ہے۔ وہ بولتا ہے کہ نہیں بولتا ہے اور دعائیں منظور ہوں یا نہ ہوں تو یہ ایک الگ کہانی ہے۔ دعا مانگنے والے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے اللہ کے ہر حکم کو قبول کرے یعنی اگر ایک شخص کہتا ہے کہ میں قرآن پڑھتا رہا لیکن مجھے فیض نہیں ہوا تو وہ شخص قرآن شریف پڑھنے سے پہلے یہ طے کرے کہ میں متقی ہوں اور مجھے ہدایت ملے گی۔ اور اگر کوئی متقی نہیں اور وہ کہتا ہے کہ میں نے قرآن مجید پڑھا' انگریزی میں بھی پڑھا اور فارسی میں بھی پڑھا مگر فیض نہیں ملا تو اس کو یہ دیکھنا چاہیے کہ قرآن کا اعلان ہے کہ ہدایت صرف متقی لوگوں کے لیے ہے۔ قرآن سے فیض لینے کے لیے متقی ہونا چاہیے۔ متقی کون ہے؟ جو غیب پر ایمان لائے' غیب کی تعریف کیا ہے؟ اگر کوئی شے علم میں آ گئی تو وہ حاضر ہو گئی' وہ غیب نہیں ہے اور اللہ کے لیے تو کچھ غیب نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ قرآن پاک سے فیض لینے کے لیے ضروری ہے کہ متقی ہو' اور صرف متقی ہونا ضروری نہیں بلکہ ہدایت یافتہ ہو' متقی شخص اسلام کے علاوہ بھی ہو سکتا ہے مثلاً کرسچین ہو سکتا ہے' اس لیے وہ شخص مسلمان متقی ہو تو قرآن سے ہدایت ملے گی ____ آگے سوال بولو! ____

سوال:

دین میں بہت سے ایسے واقعات ہیں جو منطق پر پورے نہیں اترتے لیکن ہم انہیں بحیثیت مسلمان مانتے ہیں جیسے غیب کو۔ لیکن بعض جگہ کافی دقت ہوتی ہے مثلاً شہید کا ذکر منطقی طور پر سمجھ نہیں آتا کہ وہ زندہ ہے اور ہمیں شعور نہیں ہے اس کی زندگی کا۔ کبھی کبھی یہ دیکھیں کہ مغرب میں تین رکعتیں ہوتی ہیں اور عشاء میں چار۔ یہ بات بھی منطق پر پوری نہیں اترتی۔ اور اسی بات پر بڑی حیرانی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کہنا ہے کہ جو میرا مارا ہوا جانور ہے اس کو نہ کھانا اور انسان کا مارا ہوا کھانا جائز ہے، وہ حلال ہے؟

جواب:

آپ کو تو واضح طور پر کہا گیا ہے کہ آپ ایمان لاؤ غیب پر۔ آپ نے منطق پہلے رکھ لی اب منطق کہاں چلے گی۔ جو ایمان لے آیا وہ منطق کو رد کر دیتا ہے۔

سوال:

بس یہی ہے جی انسانی ذہن کی اختراع۔ کئی دفعہ ذہن میں آتا ہے کہ عورتوں کے لیے دو گواہیاں اور مرد کے لیے ایک کر دی گئی ہے؟

جواب:

جتنا کچھ بھی ہے اس کے لیے واضح بات ہے کہ اللہ نے پہلے ہی دن یہ کہہ دیا کہ آپ ایمان لائیں غیب پر۔ غیب آپ کا مشاہدہ نہیں ہے اور یہ کہ آپ ﷺ کو مان لیں اور راستے میں منطق پیدا کرنا آپ کے لیے بہت دقت کا باعث ہے۔ اس کا آسان حل یہ ہے کہ آپ نے صرف ماننا ہے۔ جو کچھ آپ نے ماننا

ہے اس کو صحیح طور پر مان لو اور پھر یقین بنا لو۔ اس طرح آپ کو بہت اچھا رزلٹ ملے گا۔ ایمان میں آ گئے ہو تو یقین کے ساتھ رہنا۔ اپنی مانی ہوئی چیز پر شک نہ کرنا۔ اب اپنے یقین کو اللہ بنا کے دکھاؤ۔ آپ کا یقین ہی تو اللہ ہے۔

سوال:

جگہ جگہ کئی الجھنیں اور خیال کی مشکلیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

جواب:

یہ سب اللہ کے بنائے ہوئے تضادات ہیں۔ اس نے بتایا ہے کہ میں وہ اللہ ہوں جو رات سے دن اور دن سے رات پیدا کرتا ہے، میں زندگی سے موت اور موت سے زندگی پیدا کرتا ہوں، میں ظلمات سے نور میں داخل کرتا ہوں اور جس کو ہم ہدایت دیں اس کو گمراہ کوئی نہیں کر سکتا اور جس کو ہم گمراہ کریں اس کو ہدایت کوئی نہیں دے سکتا، ہم زندگی دینے والے ہیں، لینے والے بھی ہم ہی ہیں۔ اب یہ ساری باتیں جاننا بہت مشکل ہیں اور انہیں مان لینا بہت آسان ہے۔

سوال:

جب اللہ نے جاننے کی صلاحیت دی ہے تو پھر جاننا اور ماننا آپس میں ٹکرا کیوں جاتے ہیں؟

جواب:

نہیں ٹکراتے! آپ پہلے اپنے ہونے کو جانو۔ آپ پہلے کیا تھے اور اب آپ کس طرح ہوتے جا رہے ہو۔ اس کا ہونا بعد میں سوچنا۔ سب سے پہلے اپنا آپ پہچانو۔ اپنے آپ کو پہچان لو گے تو پھر جاننے اور ماننے کا تضاد ختم ہو جائے گا۔

سوال:

سر! اپنے آپ کی پہچان کیسے ہوتی ہے؟

جواب:

آپ یہ پہچانو کہ آپ کو کیا ہو رہا ہے؟ آپ یہاں کس لیے ہو؟ آپ کا شب و روز کیا ہے؟ آپ کا ظاہر کیا ہے؟ باطن کیا ہے؟ آپ کے ساتھ کیا کیا وابستگیاں ہیں؟ سفر اکیلے چلے تھے اور کتنی وابستگیاں ساتھ کر لی ہیں۔ اس کو پہچانو آپ! آپ کو اگر زندگی میں کوئی اچھی چیز ملی ہے مثلاً آپ کہتے ہیں کہ میرا دل بہت اچھا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرو جس نے یہ دل پیدا کیا۔ اگر آپ کی شکل اچھی ہے تو بھی یہ آپ کی اپنی نہیں' یہ اللہ کا شکر ادا کرنے کا وقت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر اپنی کسی صفت کی پہچان کرو گے تو پھر اللہ کا شکر ادا کرنے کا موقع پیدا ہو جائے گا۔ آپ خدا سے اس وقت دور ہو جاتے ہو جب آپ اپنا آپ پسند کرتے ہو اور خود کو پوجنا شروع کر دیتے ہو اور اس پر مغرور ہو جاتے ہو۔ پہلے اپنے آپ کو پہچانو۔ اگر اپنے آپ میں کوئی چیز پسند ہے تو یہ دیکھو کہ یہ پسندیدہ چیز جو آپ میں ہے کس نے دی ہے؟ یہ اللہ نے دی ہے' اب اس کا شکر ادا کرو۔ آپ جب کمائی کرتے ہو تو کہتے ہو کہ یہ ہم نے خود کمایا ہے' دینے والا کوئی نہیں ہے۔ کمایا کیا تم نے؟ کیا بینائی تم نے خود کمائی ہے؟ اب بینائی دینے والے کا شکر ادا کرو۔ کبھی ایک دفعہ شکر ادا کر لو! اس سے پہلے کہ بینائی کے چراغ مدہم ہو جائیں بینائی دینے والے کا شکریہ تو ادا کر لو۔ تو عملی شکل کیا ہوگی؟ سب سے پہلے اپنی غلطی اور کوتاہی پر توبہ کرنی چاہیے اور ان نعمتوں پر جن پر آپ کو

فخر کرنے کا حق ہے' ان نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ زندگی کا خالق اللہ ہے۔ آپ کی زندگی میں جو صفات اللہ نے پیدا کی ہیں وہ اللہ کی مہربانی ہے۔ آپ کی شکل صورت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی ہوئی ہے' یہ کبھی مہربان ہوتی ہے اور کبھی مشکل یا عذاب لاتی ہے۔ سب سے بڑا صحیفہ یہ ہے۔ اس کو پہچانو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ پورا کام کر دیا ہے۔ آپ کو ایسی اکائی دی ہے کہ آپ جیسی شکل نہ پہلے کائنات میں آئی ہے اور نہ آئندہ آنے کا امکان ہے۔ آپ کو شکل کے لحاظ سے واحد کر دیا۔ شکل کے اعتبار سے آپ کا مکمل سانچہ الگ بنا دیا۔ آپ کو بینائی دینے سے پہلے پھول' نظارے پیدا کر دیے۔ بینائی بعد میں دی ہے اور بینائی کی خوراک پہلے اگا رکھی ہے۔ آپ Enjoy کرو' کائنات کو دیکھو۔ اللہ آپ کو پھول دیتا ہے اور آپ گلاب کا نظارہ کرنے کی بجائے اس کی گلقند بنا دیتے ہو۔ اس کی قیمت لگاتے ہو اور کاروبار کرتے ہو۔ آپ نظاروں کو پیسوں میں Convert کرتے ہو۔ یہ پرانی بیماری ہے آپ کی۔ نظارے کو نظر دے کر اور مشاہدہ کر کے گزر جاؤ۔ کوئی چیز کہیں سے اٹھانی نہیں ہے۔ آپ کو اٹھانے کی عادت پڑی ہوئی ہے۔ محبت کی قیمت نہ لگاؤ' محبت بس محبت ہے۔ میلہ دیکھو' میلے پر دوکان نہ بناؤ۔

سوال:

قیمت کی بات سے مجھے یاد آیا ہے کہ اس صدی میں اکنامکس نے ہی انسان کو بچایا ہے ____

جواب:

آپ سے اگر کوئی یہ کہے کہ اپنا ایک بچہ دے دو اور پچاس کروڑ روپیہ لے لو تو آپ ایسی اکنامکس کو کیا کرو گے۔ محبت کو ترک کرنا بہت مشکل ہے اور زندگی کو خالی اکنامکس بنا لینا بڑا مشکل ہے۔ اکنامکس میں چھوٹے موٹے مسائل حل کر لو۔ اپنی ناہمواری دور کر لو۔ یہ نہیں ہے کہ اکنامکس سب کچھ ہے۔ اگر سب لوگوں میں پیسہ برابر بھی کر لو تو کل کو کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس کا چہرہ زیادہ خوب صورت ہے، اب چہرہ کبھی برابر نہیں ہوگا، ذہانت برابر نہیں ہوگی اور گفتگو برابر نہیں ہوگی۔ اسی طرح ہزارہا غیر برابر چیزیں پیدا ہو جائیں گی۔ فی الحال معاشرہ چونکہ بہت حد تک محروم ہے اس لیے یہ عقیدہ بنا ہوا ہے۔ خدا کے بندے پہلے غریب کو دوائی تو دو پھر اس کے بعد تم اپنا مکان بنانا۔ یہ ایک اچھی بات ہے کہ غریب کو آپ تھوڑی سی بے فکری دے دو۔ غریب کو محروم ہونے سے بچاؤ۔ تمہیں یہ کسی نے نہیں بتایا کہ جس آدمی کے پاس عقل نہیں ہے اس کو عقل کہاں سے دو گے۔ یہ خدا داد خاصیت ہے۔ اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ کسی کو نصیحت کرنے والا اور کسی کو سننے والا بنایا۔

سوال:

ارواح کے متعلق فرمائیں۔ کیا روحیں ہوتی ہیں؟

جواب:

ہاں روحیں ہوتی ہیں۔ جس آدمی میں کوئی فضیلت ہے وہ اس کی رُوح کی فضیلت ہے۔ اس نسبت سے وہ یہاں بھی افضل ہے اور یہاں آنے سے

پہلے بھی افضل تھا۔ سب روحوں کی عمر ایک ہے۔ چھوٹا بڑا کوئی نہیں ہوتا۔ وہاں سب درجہ بدرجہ ہیں۔ خالق نے اس طرح روحیں پیدا کی ہیں کہ ایک کو چاند بنا دیا اور دوسرے کو سورج بنا دیا اور کسی کو ستارہ بنا دیا، کسی دوسرے کو رات بنا دیا۔ رات کی اپنی ایک روح ہے۔ اندھیرے سے روشنی میں لانے والا درجہ بدرجہ روحیں بناتا ہے۔ اس میں آپ کو کیا اعتراض ہے۔ جبریل امین علیہ السلام اور ہیں اور باقی ملائیکہ اور فرشتے اور ہیں۔ آپ کے ساتھ دو دو فرشتے بیٹھے ہیں۔ اس کمرے میں جتنے آدمی ہیں ان سے دو گنا فرشتے ہیں۔ روحیں ہمیں اس طرح نظر نہیں آسکتیں۔ ویسے اگر تمہیں نظر آجائیں تو تمہارا تو ہارٹ فیل ہو جائے گا۔

سوال:

اللہ تعالیٰ کو Introduce کس نے کرایا؟

جواب:

اللہ تعالیٰ کو انسان کے ساتھ Introduce کس نے کروایا؟ یہ تعارف اللہ تعالیٰ آپ Direct کرواتا ہے۔ اللہ خود انسان کو تعارف کرواتا ہے اور عبادت بھی سکھاتا ہے۔ **و علم آدم اسماء** اور آدم کو سارے اسماء سکھائے۔ تعارف والا اسم بھی سکھایا۔ اسم سکھانے کے بعد کہا کہ اب تو میری پہچان کرا اور دنیا کو کروا۔ اللہ نے انسان کو Language عطا کر کے، زبان دے کر اپنا تعارف کروایا۔ آدم علیہ السلام نے غلطی کی اور سب کچھ چھوڑنا پڑا۔ کھیل وہ آپ کرتا ہے۔ سارے کھیل اللہ تعالیٰ کے اپنے ہیں۔ آپ یہ دیکھو کہ آپ کہاں پر اس قافلے میں شامل ہوئے ہو، اور اس قافلے میں آپ نے وراثت کے طور پر کیا لیا ہے۔

سوال:

فوت ہونے کا خوف دل سے نہیں نکلتا' اس بارے میں فرمائیں۔

جواب:

گریز ہی خوف ہے۔ گریز نہ کرو تو خوف نہیں ہے۔ اللہ سے گریز نہ کرو تو یہ خوف نہیں ہوگا۔

سوال:

موت کے خوف سے زیادہ یہ تأسف ہوتا ہے کہ جو کچھ گھر جائیداد بنائی ہے وہ چھوڑ کے جانا پڑے گا۔

جواب:

اگر آپ کو یہ کہہ دیا جائے کہ آپ یہاں سے بہتر جگہ جا رہے ہو تو پھر تأسف بالکل نہیں ہوگا۔ آپ کو موت کا افسوس اس لیے ہوتا ہے کہ بیٹوں سے اور اولاد سے جدائی ہو رہی ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ آپ اپنے ماں باپ سے ملنے جا رہے ہو تو پھر غم کس بات کا۔

سوال:

میں وہاں صرف اکیلا ہی سرگرداں تو نہیں پھروں گا؟

جواب:

آپ اکیلے نہیں ہوں گے۔ یہ یقین کر لیں۔

سوال:

ماں باپ جنت میں ہوں اور ہمیں جہنم میں بھیج دیا جائے؟

جواب:

آپ جنت میں جائیں گے۔ جہنم کا مذاق ہمیں گوارا نہیں ہے۔ جہنم ہمارے لیے نہیں ہے۔ اس بات کی سب کی طرف سے استغفار کرلو کہ ہم جہنم میں نہیں جائیں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے اور ہم اس سے فضل مانگنے والے ہیں۔ ہم اس سے فریاد کرنے والے ہیں۔ اس لیے کبھی جہنم والی باتوں میں نہ آنا' ہم سیدھے جنت والے لوگ ہیں بلکہ یہاں بھی جنت کا کچھ حصہ دیکھ لیا ہے اور باقی وہاں جا کر دیکھ لیں گے۔ خوش رہنے والا شخص جنت میں ہے۔ اللہ کے فضل پر یقین رکھنے والا جنت میں ہے۔

سوال:

سر! دراصل یہاں کی Achievements جو ہیں ان کو چھوڑنا مشکل لگتا ہے۔

جواب:

ان چیزوں کو آپ نے چھوڑنا کہاں ہے۔ انہیں صرف Handover کرنا ہے۔ یہ چیزیں آپ نے کسی سے Receive کی ہیں اور پھر کسی اور کو ان کا Charge دیں گے۔ آپ روز دفتر جاتے ہو۔ یہ دفتر آپ نے کسی سے لیا تھا اور اس کا چارج سنبھالا تھا اور ایک روز چارج دے کر چلے جاؤ گے۔

سوال:

یہ سب بہت مشکل لگتا ہے۔

جواب:

آپ کو چھوڑنا مشکل لگتا ہے؟ آپ نے جو چیز جتنی خوشی سے حاصل کی ہے اسے اتنی خوشی سے دے دو۔ آپ اس قسم کا سوال کرتے ہو جس کا تعلق مقرر شدہ اصول سے نہیں ہے۔ مقرر شدہ اصول یہ ہے کہ شریعت نے ہر میدان میں آپ کو واضح حکم دے رکھا ہے کہ آپ یہ کرو اور یہ نہ کرو۔ اگر آپ ماننے والے ہو تو آپ کو سوال کی کوئی ضرورت نہیں رہ جائے گی۔ پھر آپ آتے ہو رضائے الٰہی کی طرف اور اس کا آپ نسخہ پوچھتے ہو۔ اس کے بعد جب نسخہ بتا دیا جائے تو پھر کوئی سوال نہیں رہ جانا چاہیے۔ مثلاً ایک آدمی کہتا ہے کہ حضور پاک ﷺ کی زندگی میں یہ واقعہ ہوا، لہٰذا یہ واقعہ ہو سکتا ہے۔ علم تو وہی ہے جو آپ ﷺ نے فرما دیا ہے۔ حضور پاک ﷺ کا کوئی ارشاد جب آپ نے سن لیا تو یہ آپ کے علم میں آیا۔ اب اس پر عمل کرو۔ جب تک اپنے عمل کو اس فرمان کے تابع نہیں کرو گے، علم علم کے مطابق نہیں ہوگا، ہر چند کے الفاظ وہی ہیں۔ عمل عمل کے تابع نہ ہو تو علم علم کے مطابق نہیں رہے گا چاہے Language برابر ہی ہو۔ جب حضور پاک ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ ایک ہے اور آپ بھی کہتے ہیں کہ اللہ ایک ہے تو ان دونوں باتوں میں فرق ہے۔ "اللہ ہمارا رب ہے"۔ یہ بات ایک یقین والا شخص کہتا ہے اور ایک شک والا شخص کہتا ہے تو ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ ہر چند کہ الفاظ وہی ہیں۔ آدمی جھوٹا ہو اور سچا قرآن پڑھ رہا ہو تو تاثیر نہیں رہے گی۔ قرآن حق ہے، عین حق ہے لیکن اس کے لیے بنیادی طور پر انسان کو سچا ہونا چاہیے۔ مثلاً آپ یہ دیکھو کہ آپ نے صرف دفتر جانا ہوتا ہے تو لباس بدلتے رہتے ہو اور

معراج شریف پر جانا ہو اور لباس میں پیوند لگا رہے ہوں تو یہ صرف آپ ﷺ ہی کی شان ہے۔ میرا مطلب ہے آپ لوگ اُن جیسی زندگی بسر نہیں کر سکتے۔ اصل علم یہ ہے کہ آپ نے یہ کام کرنا ہے کہ پہلے اپنے عمل کو ان کے عمل کے تابع کرلو۔ اگر وہ عمل تابع نہیں ہوتا تو پھر اور راستہ لو' جیسے ہوتا ہے کرتے جاؤ۔ پھر یہ نہ کہنا کہ ہماری زندگی شریعت کے مطابق ہے۔ آپؐ اللہ کے محبوبؐ ہوں اور زندگی میں فاقہ ہو' یہ ان کی شان ہے۔ محبوب پیغمبر ہوں اور ابتلاء سے گزر رہے ہوں' ایسا ہو سکتا ہے' ہوا ہے! پیغمبر ہوں اور کنوئیں میں ہوں ایسا ہو سکتا ہے' ہوا ہے! پیغمبر ہوں اور بینائی سے محروم ہوں' ایسا ہو سکتا ہے' ہوا ہے! اللہ کہتا ہے کہ غیر اللہ سے محبت نہ کرنا اور یعقوب علیہ السلام' یوسف علیہ السلام کی محبت میں بینائی سے محروم ہو گئے' اب آپ یہ بتائیں کہ کیا یوسف علیہ السلام غیر اللہ ہیں؟ کوئی بھی پیغمبر غیر اللہ میں مبتلا نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ غیر اللہ کی محبت میں بینائی سے محروم ہوتے تو اللہ کی طرف سے سرزنش ہوتی کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ مگر یوسف علیہ السلام کا قصہ تو احسن القصص ہے' عین منشائے ایزدی ہے۔ جب یہ راز آپ کو سمجھ نہیں آتا تو دقت ہو جاتی ہے۔ یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت میں بینائی سے محروم ہوئے۔ یہ اپنے بیٹے کی محبت جو ہے یہ ہرگز غیر اللہ کی محبت نہیں ہے۔

سوال:

غیر اللہ کیا ہے اور کیا غیر اللہ سے محبت روا ہے؟

جواب:

یہ محبت عین رضائے الٰہی میں شامل ہے' یہ واقعہ احسن القصص ہے اور

اللہ کا پسندیدہ قصہ ہے۔اس واقعے کو غیراللہ کسی جگہ نہیں کہا گیا۔دو پیغمبر غیراللہ نہیں ہوسکتے' باپ بھی پیغمبر اور بیٹا بھی پیغمبر۔ یہاں سے آپ کی مشکل شروع ہو جاتی ہے اور چیزیں آپ کو مشکل لگتی ہیں۔ یہاں سے آپ کی پہچان ختم ہو جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ مجھ سے دعا کرو کہ مجھے سیدھی راہ دکھا' صراطِ مستقیم' یعنی ان لوگوں کی راہ جن پر تیرا انعام ہوا۔تو سیدھی راہ صرف انعام یافتہ لوگوں کی راہ ہے۔ کیا انعام یافتہ لوگ غیراللہ ہیں؟ ہرگز نہیں ہیں۔ نوح علیہ السلام کا بیٹا غیراللہ ہوسکتا ہے۔ وہاں دعا منظور نہیں ہوتی۔ یہ فرق پہچانو۔نہیں پہچانو گے تو پھر کہو گے کہ مشکل ہے۔اللہ ایک ہے اور باقی ہر شے غیراللہ ہے لیکن عین اللہ بھی ہوسکتی ہے۔اللہ تعالیٰ درود پڑھتا ہے۔ اللہ اور اس کے فرشتے ہمہ حال حضور پاک ﷺ پر درود بھیجتے ہی چلے جا رہے ہیں۔ایسی باتوں کے متعلق اپنے عقیدے کی اصلاح کرو پھر مشکل نہیں ہوگی۔ وہ ذات گرامی کیا ہے جس پر ہمہ حال درود پڑھا جا رہا ہے۔آپ کو بھی درود کا حکم ہے۔کہیں ان کو اپنی طرح بشر نہ سمجھ لینا انـــــا بشر مثلکم۔یعنی ''میں تمہاری طرح کا بشر ہوں''۔حکم ہے لیکن اتنا بھی ''مثلکم'' نہیں ہے جتنا آپ نے سمجھ رکھا ہے۔ یہ ادب کا اعلیٰ مقام ہے۔حضور پاک ﷺ کا جو نام ہے جو ان کا اسم ''محمدؐ'' ہے یہ آپ کا ایمان ہے۔اب آپ دیکھو کہ کتنا فرق ہے' حضور پاک ﷺ کا نام جو ہے وہ آپ کا کلمہ ہے۔اتنا ''مثلکم'' کیسے ہوسکتا ہے۔ یعنی آپ کی طرح کے بشر کیسے ہو سکتے ہیں؟ آپ جیسے کیسے ہو سکتے ہیں؟ آپ ﷺ کا نام ہے اور ہمارا کلمہ ہے' ہمارا ایمان ہے اور ہماری عاقبت ہے۔ یہ فرق ہے اور اس فرق کو پہچانو۔ پھر مشکل نہیں ہوگی۔اس لیے کوئی بھی فیصلہ کرنے میں جلدی نہ

کرنا۔ شریعت کے معاملے میں سب انسان برابر ہیں لیکن اتنے بھی برابر نہیں ہوتے۔ بات سمجھ آئی۔ اللہ کے علاوہ ہر شے غیر اللہ نہیں ہے۔ بس یہ سمجھو کہ غیر اللہ وہ ہے جو اللہ کے راستے سے روکے۔ باقی سارا راستہ اللہ کا راستہ ہے اور عین حق ہے۔ جس استاد نے قرآن پڑھا دیا وہ غیر اللہ نہیں کیونکہ وہ تو اللہ کی راہ دکھا رہا ہے۔

سوال:

وہ جو یعقوب علیہ السلام کی اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کے لیے پدری محبت ہے اس نے انہیں مجبور کیا اور وہ روتے رہے اور بینائی ضائع کی۔ آپ سے درخواست ہے اس پر روشنی ڈالیں۔

جواب:

یہ واقعہ قرآن مجید میں Produce ہوا اور اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے شروع میں ہی فرما دیا کہ احسن القصص ہے یعنی سب سے بڑا اور خوب صورت واقعہ ہے، اس واقعہ میں غیر اللہ کی بحث نہیں ہے اس میں یوسف علیہ السلام کی بھی تعریف ہے اور ان کے باپ کے ساتھ ہونے والا واقعہ بھی ہے۔ اس میں پہلی بات یہ بتائی گئی کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو اللہ کے سپرد کرنا تھا اور یہ ذمہ داری ان کے بھائیوں کے ذمے نہیں لگائی۔ پھر بینائی چلی گئی۔ بیٹے کی جدائی میں رونا فطری بات تھی۔ ایک پیغمبر کے دل میں جو فطری محبت پیدا ہو گئی ہے، وہ غیر اللہ نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کے دل میں امت کی محبت پیدا ہو گئی ہے تو پھر امت غیر اللہ نہیں ہے۔ غیر اللہ وہ ہوتا ہے جو اللہ کی راہ کو روکے۔ وہ غیر اللہ نہیں ہے جو اللہ کے راستے کی طرف لے جائے۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ

جو آدمی اللہ کے قریب ہے اس کے دل میں رہنے والی چیز غیر اللہ نہیں ہوسکتی۔ اللہ والے کے دل کی یاد غیر اللہ نہیں ہوسکتی۔ اللہ والا ہے ہی وہی جس کا دل اللہ کی طرف ہو۔ ایسے شخص کے دل میں جو چیز ہوتی ہے وہ اللہ کے خلاف نہیں ہوسکتی۔ آسان سی بات ہے۔ یعقوب علیہ السلام پیغمبر ہیں' ان کی محبت غیر اللہ نہیں ہے۔ حضور پاک ﷺ کی محبت غیر اللہ نہیں ہوسکتی۔ آپ کی اپنے ماں باپ سے محبت غیر اللہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم ماں باپ کی اطاعت کرو' ان کے آگے اف نہ کرو' جھڑکی نہ دو' نرم لفظ میں بات کرو' اب اگر آپ ماں باپ کی اطاعت کرتے ہو تو یہ غیر اللہ نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ عبادت صرف یہی نہیں جو آپ شریعت کے ارکان پورے کرتے ہو بلکہ اللہ کے ہر حکم کو ماننا عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے جو احکام آپ کو زندگی کے حوالے سے ملیں ان سب کا ماننا عبادت ہے' ضروریات کے حوالے سے بھی ہوں تو بھی ان کا ماننا عبادت ہے۔ بزرگوں کا ادب بھی عبادت میں شامل ہے۔ یہ شریعت نے جو عبادت مقرر رکھی ہے یہ اسلامی معاشرے کے قیام کا ذریعہ ہے اور فرض ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی مسجد کے باہر والی جو زندگی ہے اس کو مسجد کے اندر والی زندگی کے برابر کر دو۔ اگر مسجد میں اللہ کے قریب ہے تو باہر بھی اللہ قریب رہنا چاہیے۔ مسجد میں اللہ کے قریب ہیں تو مسجد کے باہر بھی قریب رہیں۔ انسان دعا میں یہ سمجھتا ہے کہ اللہ بہت قریب ہے اور گناہ کے وقت سمجھتا ہے کہ اللہ بہت دور ہے۔ اس مقام پر آکر انسان جھوٹا ہو جاتا ہے۔ اللہ قریب ہے اور ہمیشہ ہی قریب ہے۔ زندگی میں آپ اللہ کو قریب رکھو۔ اللہ کو دعا کے وقت قریب سمجھنے والا زندگی میں بھی اللہ کو قریب

سمجھے۔ اللہ کی راہ انعام یافتہ لوگوں کی راہ ہے۔ جن لوگوں پر آپ کے خیال میں انعام ہوا' ان پر کیا انعام ہوا ہوگا۔ آپ کے خیال میں کیا کوئی انسان ہے جو انعام یافتہ ہو؟ اگر آپ کا یقین ہے کہ کوئی ایسی شخصیت گزری ہے جسے آپ ''رحمۃ اللہ علیہ'' بھی کہتے ہیں تو وہ انعام یافتہ ہے۔ یہ یقین ہونا چاہیے۔ آپ نے اس شخصیت کے بارے میں کیسے معلوم کیا؟ اپنے یقین کے ذریعے۔ اور اب آپ کا اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟ ابھی تو ان کا فیصلہ قیامت کے دن ہونا تھا لیکن آپ نے خود فیصلہ کر دیا ہے کہ وہ بخشے گئے اور ان کی فلاح ہوگئی۔ جس عمل کی وجہ سے فلاح ہوگئی ہے وہ عمل آپ اپنے لیے کرو۔ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا وہ انعام یافتہ ہیں؟ کوئی چیز ضرور ہے جو ان لوگوں کو انعام یافتہ کرتی ہے' بس یہ راز ہے۔ جس طرح وقت سے پہلے' قیامت سے پہلے' حساب کتاب سے پہلے' آپ کو یقین آ گیا کہ وہ فلاح پا گئے اور ان پر انعام ہو گیا اسی طرح آپ نے اپنے بارے میں اسی زندگی میں فیصلہ کر کے جانا ہے۔ یہ ہے راز' یہ نسخہ بتا رہا ہوں' فیصلہ کر کے جانا تا کہ '' **انعمت علیھم**'' کے خزانے میں شامل کیے جاؤ۔ آپ یہ سمجھ لو کہ جس آدمی کی رخصت کے وقت چالیس آدمی گواہی دے دیں کہ یہ خیریت کے ساتھ گیا ہے سمجھو کہ اس کی خیریت ہے۔ گویا کہ مرنے سے پہلے اپنے چالیس گواہ ضرور بنا لینا جو آخری وقت گواہی دے دیں کہ یہ اچھا آدمی ہے۔ اس گواہی کا واقعہ جنازے کے وقت شروع ہو جاتا ہے۔ لوگ بڑے بے باک ہوتے ہیں اور لوگ بڑے تیز ہوتے ہیں۔

دعا کریں اللہ تعالیٰ ہم سب پر اور ان پر بھی جو لوگ یہاں نہیں ہیں' اپنا
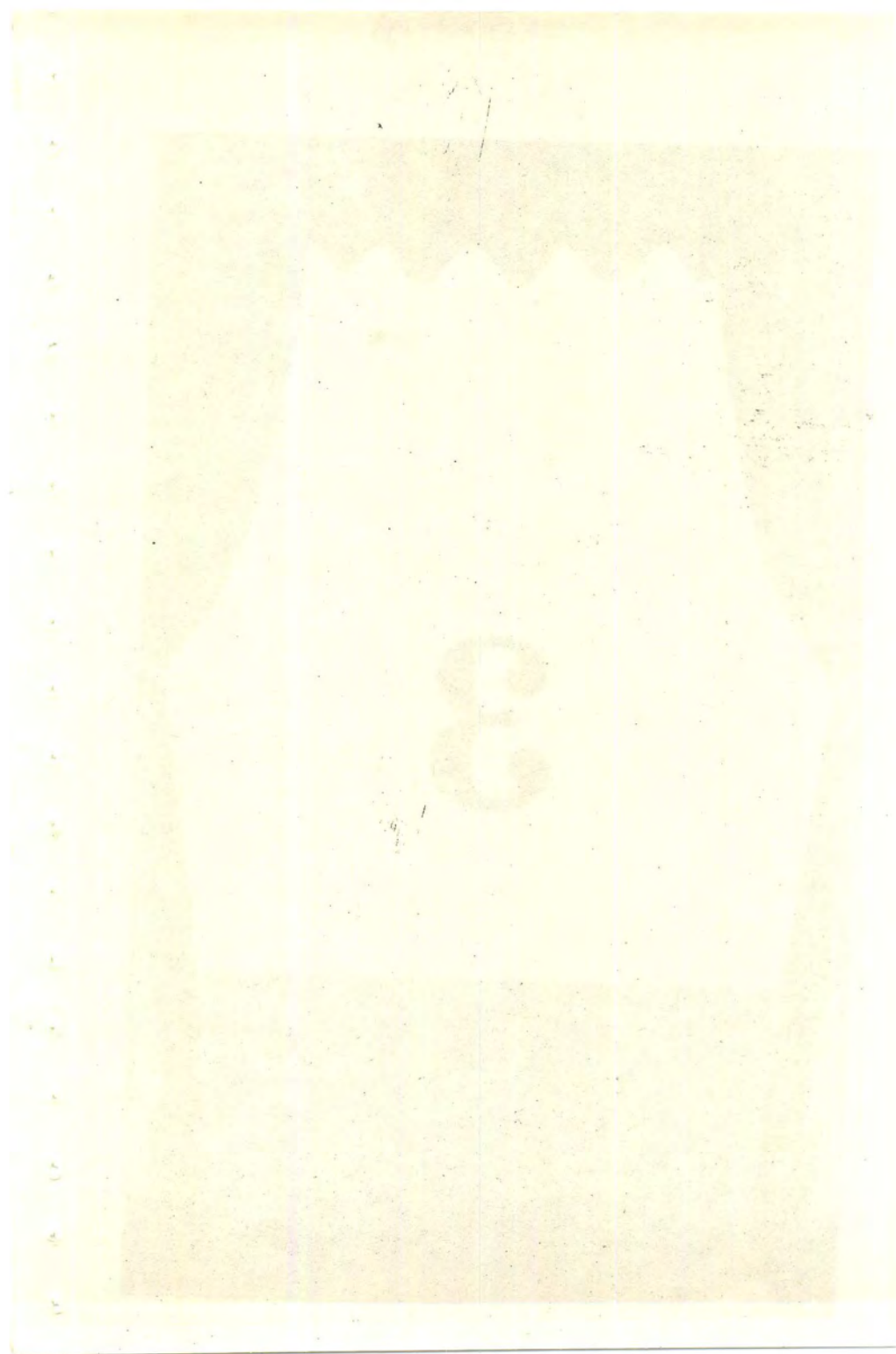
3
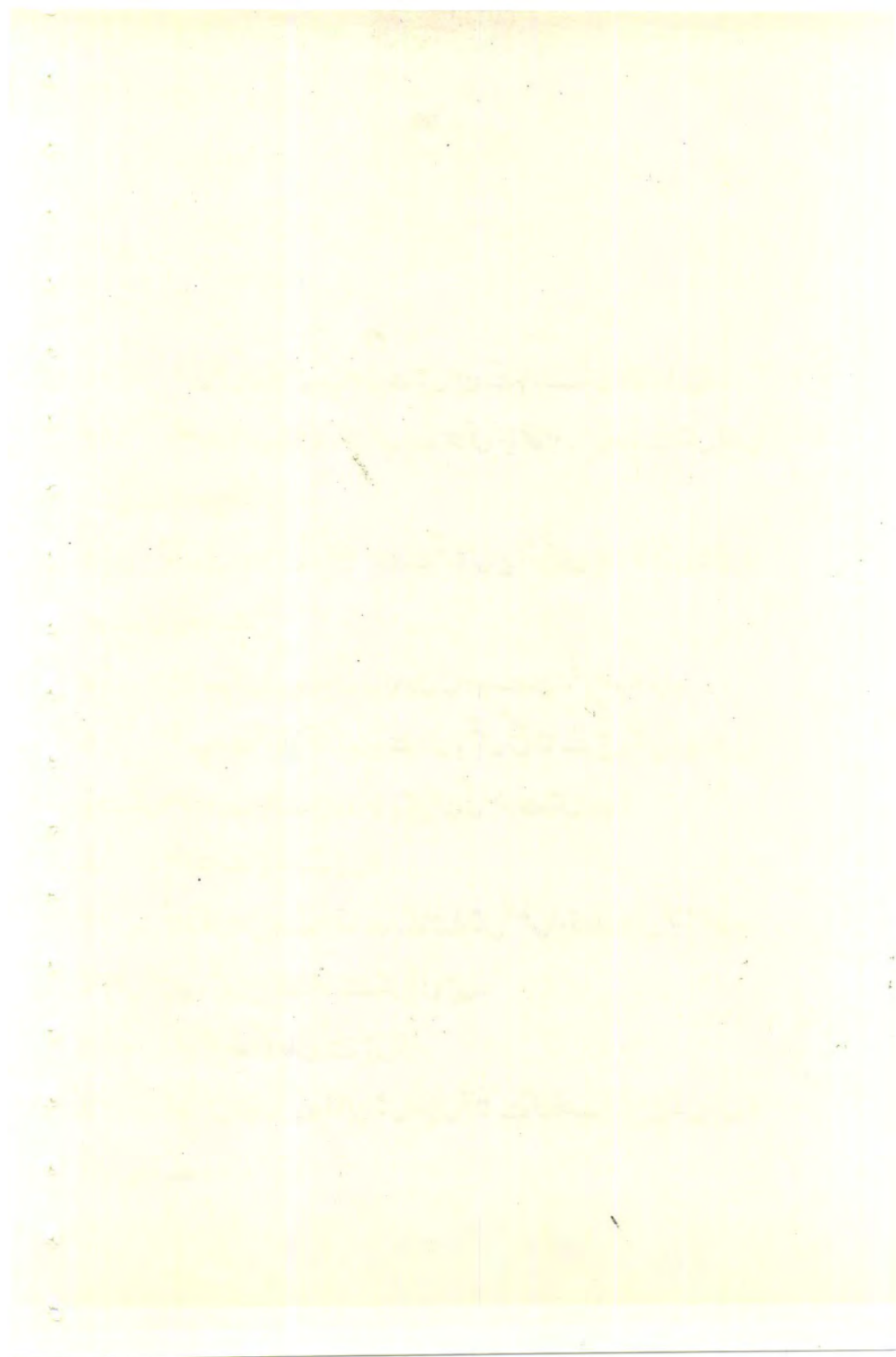
1 آج کل جو کابل کے حالات ہیں ان کے بارے میں کچھ فرمایئے۔

2 حضور پاک ﷺ کا رشتہ کس نے تلاش کیا تھا اور اس زمانے میں نکاح کس نے پڑھایا تھا؟

3 انسان دوسرے کو تبلیغ کرتا ہے مگر اس پر اثر نہیں ہوتا تو ایسی تاثیر نہ ہونے کی کیا وجہ ہے؟

4 جناب میں اپنے بھائی کی بیماری کی وجہ سے بہت فکر مند ہوں۔

5 آپ نے فرمایا تھا کہ جنات دس باتیں صحیح بتاتے ہیں لیکن گیارہویں بات میں دھوکا دے جاتے ہیں۔ کیا یہ چیز ان کی فطرت میں ہے؟

6 مئوکلات کیا ہوتے ہیں؟

7 بزرگانِ دین کے واقعات کے سلسلے میں بعض اوقات بڑی غیر مستند اور ناقابلِ یقین باتیں پڑھنے اور سننے میں آتی ہیں۔

8 کیا ہم خدا کو جان سکتے ہیں؟

9 سائنس کی رو سے ذہن میں خیال آتا ہے کہ جب کہ دین میں دل کا ذکر زیادہ ہے۔
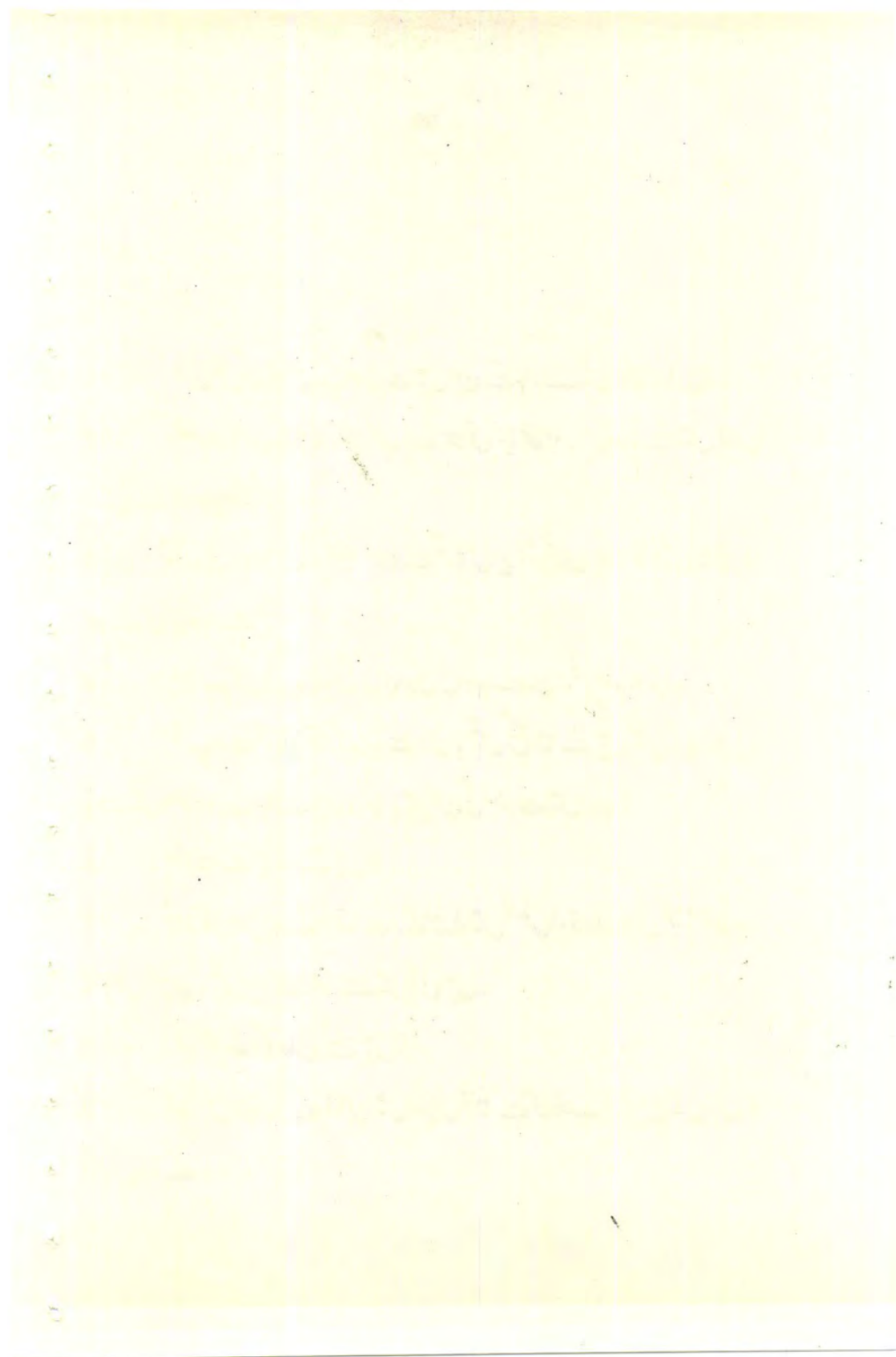
سوال:

سر! آج کل جو کابل کے حالات ہیں ان کے بارے میں کچھ فرمائیے؟

جواب:

کابل کے حالات کے بارے میں؟ اور کوئی سوال کریں۔ کوئی ذاتی سوال ــــــ کوئی ایسی چیز پوچھیں جس کے جواب سے آپ کے عمل کو کوئی فرق پڑ سکے یا جس سے آپ کے علم کو فرق پڑ سکتا ہو۔ دنیا میں ہونے والے واقعات' قریب ترین ہونے والے واقعات' پڑوسیوں کے ہاں ہونے والے واقعات سے اگر آپ کی زندگی میں فرق نہیں پڑتا تو ان کے بارے میں علم اضافی ہے۔ علم حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ علم اس چیز کا حاصل کرو جس سے آپ کی زندگی متاثر ہو رہی ہو یا متاثر ہو سکتی ہو۔ علم اس چیز کا حاصل کرو جس سے آپ کی موت متاثر ہو رہی ہو یا موت متاثر ہو سکتی ہو۔ علم اس چیز کا حاصل کرو جس سے آپ کے موت کے بعد کے حالات متاثر ہو رہے ہوں یا متاثر ہو سکتے ہوں۔ علم وہ حاصل کرو جس سے آپ کی اولادوں کو تاثیر مل سکے' یا وہ متاثر ہو رہی ہوں یا متاثر ہو سکتی ہوں۔ علم اس چیز کا حاصل کرو جو آپ کے عمل کی اصلاح کرنے کے قابل ہو اور اس عمل کی اصلاح کرو جس سے آپ کو دقت پیدا ہونے کے امکانات

ہوں۔ اس لیے جب اس Unit کی صفائی ہو جائے تو پھر انسان بیرونی منظر دیکھ لیتا ہے۔ اگر آپ کو ذاتی طور پر فائدہ نہیں ہو رہا تو پھر امریکہ میں کیا ہو رہا ہے' ارد گرد کیا ہو رہا ہے' اور کون سے پہاڑ پر کون سا درخت اگ رہا ہے' تو یہ تو صرف اطلاع ہے۔ اس لیے اس سوال کو تلاش کیا جائے جس سے آپ کی ذاتی زندگی کے متاثر ہونے کے کوئی امکانات ہوں۔ ایسا کوئی سوال پوچھو! آپ اتنے سارے لوگ بیٹھے ہو' کچھ سوچو____ اور کوئی سوال پوچھو!____

سوال:

حضور ﷺ کا رشتہ کس نے تلاش کیا تھا اور اس زمانے میں نکاح کس نے پڑھایا تھا؟

جواب:

اگر اس سوال کا جواب دے دیا جائے تو پھر آپ کا اگلا سوال یہ ہوگا کہ اسلام سے پہلے نکاح اسلامی کیسے تھا؟ اسلام سے پہلے کون سا اسلام تھا؟ اس سوال کے بارے میں وضاحت کر دی جائے گی۔ پہلے آپ میری بات سن لو۔ سوال اس چیز کے متعلق کرو کہ جو اس وقت آپ کو متاثر کر رہی ہو۔ اگر میں یہ کہوں کہ حضور اکرم ﷺ کا نکاح اللہ میاں نے پڑھایا تو یہ بڑی آسان بات ہے۔ آپ ﷺ کے لیے گفتگو کس نے کی تھی؟ اللہ میاں نے۔ اللہ کا یہ ارشاد ہے کہ آپ ﷺ تو بولتے نہیں جب تک ہم نہ بلوائیں اور آپؐ کا کوئی عمل نہیں جب تک ہم نہ کروائیں۔ حضور پاک ﷺ کی زندگی ایسی زندگی ہے کہ جس زندگی کا کوئی بھی عمل' آپ کو انسانی Level پہ نہیں سوچنا چاہیے۔ مسلمانوں کو اس نکتے پہ آ

کے دقت ہوتی ہے' یہ دقت اب دور ہونی چاہیے۔ آپؐ کے عمل اور انسانوں کے عمل برابر بھی ہوں تب بھی کوئی چیز برابر نہیں ہو سکتی۔ کافروں کو یہی بات تو سمجھ نہیں آتی تھی کہ یہ کیسے پیغمبر ہیں کہ بازاروں میں جاتے ہیں اور سودا لیتے ہیں' ان کے ساتھ تو فرشتے ہونے چاہیے تھے۔ اللہ میاں نے کہا کہ اگر آپؐ کے ساتھ فرشتے ہوں گے تب بھی کافروں کو سمجھ نہیں آئے گی۔ ماننے والے مانتے رہیں گے' نہ ماننے والے پھر بھی نہیں مانیں گے۔ معجزہ رونما ہو جائے گا تو کافر پھر بھی نہیں مانیں گے۔ ایک زندگی جو ہے' حضور پاک ﷺ کی زندگی' وہ ایسی ہے کہ میرے حساب سے اس میں آپ تحقیق نہ کرو۔ سیرت کی کتابیں بھی نہ پڑھو۔ بس آپ انہیں مانتے چلے جاؤ اور یہ کہو کہ آپؐ نے جو کچھ کیا' ٹھیک کیا' آپؐ سے جو ہوا صحیح ہوا' آپؐ کی زندگی کا ہر شعبہ صحیح ہے' ہر مقام صحیح ہے۔ وہ سب اللہ کی طرف سے ہے۔ لوگ پوچھ سکتے ہیں کہ اعلانِ نبوت سے پہلے کی آپؐ کی زندگی کیا تھی؟ وہ بھی نبوت کی زندگی تھی۔ اگر حضور پاک ﷺ کی نبوت کا اعلان ہو جائے تب نبوت ہے اور اگر اعلان نہ ہو تب نبوت ہے۔ تو نبوت سے پہلے کی زندگی کیا ہے؟ وہ بھی نبوت ہے۔ کیونکہ آپ جانتے ہو کہ آدم علیہ السلام ابھی تخلیق نہیں ہوئے اور حضور ﷺ نبی ہیں۔ بس یہ بات یاد رکھو' اصل ایمان یہی ہے۔ اس وقت جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جلوے کا اظہار نہیں کیا تھا' آپؐ نبی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی منشاء حضور پاک ﷺ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت حضور پاک ﷺ کے نام سے ہے۔ وگرنہ آپ تاریخ دیکھیں گے تو کہیں نام آئے گا ورقہ بن نوفل کا' کہیں اور نام آئیں گے' کہیں اور بزرگ آئیں گے۔ پھر اور سوال نکل آئیں گے۔ کیا اویس

قرنیؓ سے آپؐ کی ملاقات ہوئی تھی کہ نہیں ہوئی تھی؟ یہ سب تاریخی واقعات چھوڑ دو۔ حضور پاک ﷺ کی زندگی، ساری کی ساری، اللہ تعالیٰ کی مرضی کے عین مطابق ہے، اللہ تعالیٰ کے حکم کے عین مطابق ہے۔ آپؐ نے جو کچھ کیا وہ اللہ ہی نے کیا۔ آپؐ کا ہر کام اللہ کی طرف سے ہے۔ اس زندگی کی ہرگز ایسے تحقیق نہ کرنا جیسی کتابوں نے لکھی ہے۔ کتابوں نے حضور پاک ﷺ کی آدھی زندگی لکھی ہے۔ کتابوں نے وہ زندگی لکھی ہے جو دن کی روشنی والی ہے۔ رات کی زندگی لکھی ہی کسی نے نہیں۔ رات کی زندگی پوری طرح ایک راز ہے اور پھر آپؐ کے ظاہر وجود کی زندگی لکھی ہوئی ہے اور اس ظاہری زندگی کے بعد آپؐ کا عمل جاری ہے اور آج بھی جاری ہے۔ آج بھی بے شمار لوگوں کو اسی طرح نصیحت ہوتی ہے اور فیض ملتا ہے۔ میں نے پہلے بتایا تھا کہ حدیث وہ ہے جو حضور پاک ﷺ ارشاد فرمائیں اگر آج کسی کو ارشاد فرمائیں تو یہ حدیثِ تازہ ہے اور مکمل حدیث ہے۔ اس لیے اس بات کی بڑی ہی احتیاط کریں۔ اس ذات کے بارے میں آخری بات یہی ہے کہ ان کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کا عمل ہے۔ قرآن میں اللہ کا فرمان ہے وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ: اے نبی! جو کچھ آپؐ نے پھینکا آپؐ نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا۔ آپؐ کا ہر عمل اللہ کے منشاء اور اللہ کے حکم کے مطابق ہے۔

تو ایسا سوال ڈھونڈو جس کا آپ کی ذات کے ساتھ تعلق ہو اور جس سے اصلاحِ عمل ہونے کا تعلق ہو۔

سوال:

انسان دوسرے کو تبلیغ کرنا چاہتا ہے، کسی چیز پہ مائل کرنا چاہتا ہے اور یہ فرض بھی ہے اور خود اس کا نمونہ بھی پیش کرتا ہے لیکن بعض اوقات دوسرے آدمی پر اس کا اثر نہیں ہوتا۔ تو اس طرح تاثیر نہ ہونے کی کیا وجہ ہے؟

جواب:

اس سوال کو آپ لے جاؤ ماضی میں یعنی دور تک لے جاؤ۔ جس دن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آج کے دن تمہارے لیے دین مکمل ہو گیا تو کیا اللہ کا اتنا ہی منشا تھا لوگوں کو دین پر لانے کا۔ یا اس کے علاوہ بھی کوئی منشا تھا۔ یہ غور والی بات ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی زندگی میں جتنے بھی مسلمان ہو چکے تھے کیا اتنے ہی مسلمان کرنے کا منشا ہے یا اس کے علاوہ ہے ___ یعنی کہ ایک پیغمبر اپنی زندگی میں جتنے لوگوں کو اپنے دین پر لاتے ہیں کیا ان کا منشا اتنے ہی لوگ ہوتے ہیں یا زیادہ ہوتے ہیں؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا کسی پیغمبر کا مشن مکمل ہو جاتا ہے یا نامکمل رہتا ہے؟ خاص طور پر حضور اکرم ﷺ کا مشن دیکھیں کہ کیا آپؐ کا مشن مکمل ہو گیا تھا یا کچھ مکمل ہونا رہ گیا تھا۔ یہ جو خواہش ہے کہ باقی لوگ بھی دین میں شامل ہوں اور وہ شامل نہیں ہوتے تو اس کے بارے میں اللہ نے فرمایا کہ آپ کا کام ہے ابلاغ کرنا اور اس کے اندر آپ ملال نہ کرو۔ ابھی ابھی آپ نے پڑھا کہ **سواء علیھم ء انذرتھم ام لم تنذر ھم لایومنون** ۔ کہ اے میرے حبیب ﷺ ان کے لیے برابر ہے کہ ان کو ڈراؤ یا نہ ڈراؤ یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اس لیے

آپ ملال نہ کرو۔ ان کو چاہے ڈراؤ یا ان کی اصلاح کرو اور ان کو اللہ کا کلام سناؤ لیکن انہوں نے ادھر نہیں آنا۔ اس کی وجہ؟ ختم اللہ علٰی قلوبھم ان کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہوئی ہے۔ ان کی بصارتیں بند ہیں ان کی سماعت بند ہے اور یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ منشا کیا ہوا؟ منشا یہ ہوا کہ آپ کے ذمے' کسی انسان پر اس کی ہستی سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالا گیا۔ اس بات پہ آزردہ نہ ہوا کرو کہ میں نے اپنے بھائی کو کہا تھا کہ میری طرح کے مسلمان ہو جاؤ' لیکن وہ میری طرح کا مسلمان نہیں۔ میں اس بات پر بڑا پریشان ہوں۔ اب اس کا بھائی کہتا ہے کہ تو کہاں مسلمان ہوتا پھرتا ہے' تو میری طرح کا ہو جا ___ اب دونوں کی اپنی اپنی سوچ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کیا ارشاد ہے؟ کہ آپ اخلاص کے ساتھ اپنی کوشش کرو اور نتیجہ Force نہ کرو' کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ ان کو مارنا شروع کر دو اور ان کے ساتھ جھگڑنا شروع کر دو اور ان کو گولی مار دو کیونکہ انہوں نے تمہارے خدا کو برا بھلا کہا تھا ___ تو کیا اپنے خدا کو تو نے بچانا ہے؟ حالانکہ خدا نے تجھے بچانا تھا۔ تم خدا کو بچانے کی اس طرح فکر نہ کرو۔ جہاں پہ حضور پاک ﷺ کی بات ہو وہاں اور بات ہے۔ وہاں نقلی طور پر غصہ نہ کرنا۔ اس مقام پر حضور پاک ﷺ کی شان کے بارے میں اصلی غصہ آ گیا تو پھر تمہاری بات بن گئی۔ اگر ویسے ہی تم نے اپنے پاس سے بات بنائی ہے تو یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔ اس لیے کبھی تم اسلام کو بچانے کی فکر نہ کرنا کیونکہ اسلام نے تمہیں بچانا ہے۔ کبھی نقلی غصہ نہ کرنا' یہ نہ کہنا کہ اس شخص نے اللہ کی شان میں کوئی گستاخی کی ہے اور یہ جو ہے غیر مسلمان ہے' اتنا عرصہ ہمارے پاس بیٹھا رہا ہمیں پتہ ہی نہیں چلا' اس کو تو ہم نے ویسے ہی

گولی ماردینی تھی۔ اصلاح کتنی کرنی ہے آپ نے؟ جتنا آپ کا حق ہو، جتنی آپ کی استعداد ہو، جتنا آپ کا شوق ہو اور جتنی آپ کی پہنچ ہو۔ آپ پوری کوشش کرو اور نتیجہ اگر Zero نکلے تب بھی گھبراؤ نہیں۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ نتیجہ کچھ عرصہ کے بعد نکلتا ہے۔ یہ واقعہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ بھی ہوا۔ جب آپ ﷺ وادیِ طائف کی ابتلا سے گزرے، پھر ایک آواز آئی کہ اگر آپ ﷺ فرمائیں تو اس بستی کو اڑا دیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ اس بستی کو رہنے دیا جائے، اگر یہ مسلمان نہیں ہو رہے تو عین ممکن ہے کہ ان کی نسلوں میں سے مسلمان ہو جائیں۔ اس لیے مسلمان صبر کرنے والے ہیں۔ اگر اللہ راضی ہے تو ہمیں ہر اذیت قبول ہے۔ اللہ ساتھ نہ چھوڑے تو ہمیں کسی کے ساتھ کی ضرورت نہیں ہے۔ اس ساری گفتگو کا نتیجہ کیا نکلا؟ تبلیغ برائے رضائے الٰہی کرنی چاہیے اور تبلیغ برائے Conversion نہ کرنا۔ تبلیغ دوسروں کو اپنی طرف مائل کرنے کی بات نہیں ہے بلکہ تبلیغ کے ذریعے خدا کو راضی کرو۔ تبلیغ کے ذریعے بندوں کو مائل نہیں کرنا بلکہ اللہ کو مائل کرنا ہے۔ آپ اتنی تبلیغ کرو جتنی اللہ نے آپ کو استعداد دی ہوئی ہے۔ اگر تبلیغ کے دوران کسی وقت آپ کا ذہن کام نہیں کرتا تو پھر آپ کا مُکا کام نہ کرے، یہ مہربانی ضرور کرنا۔ ایک آدمی نے بحث کے دوران دوسرے سے کہا، دیکھو اب تمہارا ذہن کام نہیں کر رہا۔ کہتا ہے دیکھو اگر میرا ذہن کام نہ کرے تو میرے ہاتھ کام کرتے ہیں۔ اس نے کہا ماشاء اللہ تیرا ذہن بہت اچھا کام کر رہا ہے، بس تو ہاتھ استعمال نہ کرنا۔ اس لیے یہ دیکھا گیا ہے کہ تبلیغ کرنے والا عام طور پر Irritate ہو جاتا ہے، غصہ کرتا ہے اور ناراض ہوتا ہے۔ یہاں سے تبلیغ فیل

ہوئی کہ غصہ کرنا' ناراض ہونا' پریشان ہونا' دوسرے کو نتیجے کی طرف لے کے آنا بلکہ زبردستی لے کر آنا' چابک سے لے کر آنا۔ برداشت کا مادہ بالکل نہیں ہے۔ تبلیغ میں یہ ضروری ہے کہ اس شخص کو پیغام دے دو کہ میں نے یہ سنا ہے' اصل بات یہ ہے' زندگی یوں ہے' پیغام یہ ہے اور آپ کے لیے بہتر ہے کہ آپ اس پر چلو۔ وہ اگر اس پر نہ چلے تو آرام سے کہو کہ و ما علینا الاا لبلاغ۔ یعنی ہمارا کام تو تم تک بات کو پہنچانا تھا۔ یہ نہیں کہ آپ کے پاس تاثیر کم ہے۔ جن کے پاس سب سے زیادہ تاثیر ہے انہوں نے بھی سارے لوگوں کو مسلمان نہیں کیا۔ یہ تو حضور اکرم ﷺ کی بات ہو رہی ہے۔ آپ بے شک اللہ کی بات کرو۔ اللہ قادر' قیم' قیوم' مطلق ہے۔ آپ یہ بتاؤ کہ اللہ کے اختیار سے باہر ہونا کیا کسی کی مجال ہے؟ یہ سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات بنائی۔ آپ اچھی طرح یہ بات مانتے ہو۔ آپ یہ بھی مانتے ہو کہ اللہ نے خود فرمایا ہے لله جنود السمٰوٰت والارض۔ کہ آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ کے لیے ہیں یعنی اللہ کے پاس آسمانوں کی فوجیں ہیں اور زمین کی فوجیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ جنات کا اللہ ہے' ملائکہ کا اللہ ہے اور انسانوں کا اللہ ہے یعنی سب کا اللہ ہے۔ اتنا بڑا اقوی اللہ ہے کہ قیم اللہ ہے اور قیوم اللہ ہے۔ شیطان کی کیا مجال ہے کہ اس کے حکم سے انکار کرے۔ اور اللہ خود یہ واقعہ سنانے والا ہے کہ شیطان نے انکار کیا تھا۔ اس نے انکار کیا ہے تو آپ اسے ٹھکانے لگا دو تا کہ دنیا آسان ہو جائے۔ اللہ نے کہا کہ میں نے ابھی اسے ٹھکانے نہیں لگانا اور تم نے بھی اسے ٹھکانے نہیں لگانا۔ شیطان اس طرح نہیں مرتا۔ آپ کنکر مارتے رہتے ہو تو کیا شیطان مرتا ہے؟ وہ

نہیں مرتا۔ اس کا ایک راز ہے اور وہ راز یہ ہے کہ خیر اور شر دونوں کا مالک اللہ ہے
اور وہ دونوں کو رکھنا چاہتا ہے۔ آپ کے ذمے یہ ہے کہ آپ خیر کے راستے پر چلو
اور شر میں سے جتنے بھی لوگ نکال سکتے ہو' انہیں نکال کے خیر میں داخل کرو۔ اور
جو آپ کی کوشش کے باوجود شر میں رہ جائے' اس پہ آزردہ نہیں ہونا' پریشان نہیں
ہونا۔ پھر اس کے لیے دعا کرو۔ دعا کرو کہ آپ کو استعداد مل جائے تا کہ آپ
زیادہ لوگوں کو تاثیر دے سکو۔ وہ شخص زیادہ استعداد والا ہوتا ہے جو اپنے ذاتی
مسائل پیش کرنے والا نہ ہو۔ مثلاً آپ اللہ سے دعا کرتے ہو کہ یا اللہ میرا بھائی
اس طرح کا مسلمان ہو جائے جس طرح میں اچھا مسلمان ہوں۔ اس دعا کے
ساتھ آپ اگر اللہ کے ہاں جاؤ گے تو اللہ کہے گا کہ یہ تو بھائی کو مسلمان بنانے والا
ہے' اچھی بات کر رہا ہے اور اچھا بندہ ہے' دوسرے دن آپ نے اگر یہ کہا کہ یا
اللہ میرا ایک پلاٹ نکل آنا چاہیے۔ اللہ کہے گا یہ جھوٹا آدمی ہے' کبھی پلاٹ مانگتا
ہے اور کبھی بھائی کی بھلائی مانگتا ہے۔ ایسا آدمی نیکی کے نام پر اپنا کام کرانا
چاہتا ہے۔ پہلے کہتا ہے یا اللہ لوگوں کو مسلمان بنا۔ جب اللہ نے یہ دعا قبول کر لی
تو پھر دو چار اپنے کام بھی پیش کر دیے۔ لوگوں میں یہ ایک بڑا مسئلہ ہے کہ پہلے
دین کے نام پر ملتے ہیں اور پھر دنیاوی کام کرانا شروع کر دیتے ہیں۔ اس لیے
بات میں تاثیر نہیں ہوتی۔ اس شخص کی بات میں تاثیر نہیں ہوتی جو فی سبیل اللہ کام
کرتے کرتے دنیا کے کام شروع کر دے۔ اس میں دقت پیدا ہو جاتی ہے۔ تاثیر
اس لیے نہیں ہوتی کہ تبلیغ والے دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں' ایک وہ جو اپنی
مرضی سے تبلیغ کرتے ہیں اور دوسرے وہ لوگ ہوتے ہیں جو اللہ کی طرف سے

تبلیغ کرنے کے لیے مامور ہوتے ہیں یعنی انہیں مقرر کیا جاتا ہے۔ جو لوگ مامور ہوتے ہیں ان کی بات میں تاثیر ہوتی ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ جب خطبہ دیتے تو لوگ قطار در قطار شامل ہوتے اور سنتے ہوئے زار و قطار ہو جاتے۔ آپ ایک بار بیمار ہو گئے' آپ نے اپنے صاحب زادے سے کہا کہ آج آپ خطبہ دے دیں۔ بیٹے نے سارے واقعات بیان کیے' پورا علم بیان کیا لیکن وہ بات اور وہ تاثیر نہیں ہوئی۔ پھر آپ خود تشریف لائے اور فرمایا دیکھو آج طبیعت ٹھیک نہیں ہے' ناساز ہے ___ بس آپ نے اتنی ہی بات کہی اور کہتے ہیں کہ لوگوں پہ اثر شروع ہو گیا اور ان پہ رقت طاری ہو گئی۔ آپ کی شخصیت صاحبِ تاثیر اس وقت بنتی ہے جب آپ اپنی تاثیر سے باہر کی چیزیں اٹھا کے گھر نہ لے آئیں۔ اس وقت آپ صاحبِ تاثیر ہو جاتے ہیں۔ جو لوگ مامور ہوتے ہیں صرف ان کی باتوں میں تاثیر ہوتی ہے۔ یہ جن بزرگوں کے نام آپ کو یاد ہیں مثلاً داتا صاحبؒ اور خواجہ صاحبؒ اور اسی طرح کے دوسرے بزرگ' یہ سارے کے سارے کوئی جادوگر لوگ نہیں تھے بلکہ یہ صاحبانِ تاثیر تھے۔ تاثیر کا یہ عالم ہے کہ اب ان کی قبر ہے جو بولتی نہیں ہے اور لوگ پھر بھی تاثیر لے کے آ جاتے ہیں۔ وہ لوگ بھی تاثیر لے کے آتے ہیں جو زیادہ ماننے والے نہیں ہوتے۔ ان کی تاثیر کا عالم یہ ہے کہ آج بھی وہ لوگ صاحبانِ تاثیر ہیں اگرچہ موجود نہیں ہیں۔ اپنی ذات کو نمایاں کرنے کے لیے جو لوگ صاحبانِ تاثیر بننا چاہتے ہیں' ان کو تاثیر نہیں ملتی۔ یہ آج کل جتنے لوگ آپ دیکھتے ہیں کہ تاثیر کے ساتھ اپنی ذات کو نمایاں کرنا چاہتے ہیں' ان کا کوئی نام بھی نہیں لیتا۔ اور یہ جو اصل تاثیر

والے لوگ ہیں، جن کے آستانے ہیں، یہ لوگ اپنے گھر سے دور آ گئے، اپنا وطن چھوڑ کے آ گئے اور میٹھی باتوں کے ساتھ تاثیر پیدا کی اور ایسی تاثیر کہ جو آج تک چلی آ رہی ہے۔ تاثیر اس وقت ملتی ہے جب آپ ضرورت سے آزاد ہو جاؤ۔ اگر آپ ضرورت سے نہ نکلو گے تو تاثیر کم ہی ملے گی اور اصل راز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے تاثیر والا بنا دے۔ ایسا ہوتا ہے کہ ایک کی بات کا اثر ہوتا ہے اور دوسرے کی بات کا اثر نہیں ہوتا۔ کوا بیچارہ بولتا رہتا ہے اور اثر نہیں ہوتا۔ بلبل بولتی ہے تو اثر ہو جاتا ہے۔ کوے بیچارے کے پاس تاثیر نہیں ہے۔ جتنا شور مچاتا جائے اس کا اثر نہیں ہوگا۔ تاثیر جو ہے یہ نصیب کی بات ہے، یہ ٹریننگ کی بات نہیں، یہ کوئی سبق کی بات نہیں۔ اگر چند لوگوں کو خطبہ یاد کرا دو اور سارے لوگ باری باری پڑھتے جائیں تو سب کی تاثیر نہیں ہوگی بلکہ صرف ایک شخص کی تاثیر ہوگی۔ اگر سب لوگوں کو ایک جملہ کہنے کے لیے دے دیا جائے اور سارے آدمی ایک ہی جملہ کہیں تو صرف ایک آدمی صاحبِ تاثیر ہوگا جو اس جملے کو ادا کرتے کرتے تاثیر بنا دے گا۔ ہزار بندوں میں ایک بندہ تاثیر والا ہوگا۔ زندگی میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ ایک آدمی نے دوسرے آدمی کو دیکھا اور محبت ہو گئی۔ اس آدمی کو سب آدمیوں نے دیکھا اور کسی کو محبت نہیں ہوئی۔ یعنی دوسروں پہ تاثیر نہیں ہوئی۔ مطلب یہ کہ ایک نے دیکھا، محبت ہو گئی اور سب نے دیکھا تو سب کو نہیں ہوئی۔ لہٰذا ایک آدمی جس سے کسی کو محبت ہو جائے اس کے لیے ضروری نہیں ہے کہ سب سے محبت کرے۔ یہی تو وجہ ہے کہ قرآن پاک کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لو انزلنا ھٰذاالقرآن علٰی جبل الرایتہ خاشعاً

متصدعاً من خشية الله ۔یعنی اگر ہم یہ قرآن پاک پہاڑ پر نازل فرماتے تو اس پر اللہ کی خشیت سے لرزہ طاری ہو جاتا اور ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ اور آپ خود دیکھتے ہو کہ چند روپوں کے لیے انسان قرآن کی جھوٹی قسم کھا کے آجاتا ہے' اس شخص پر قرآن کا اثر نہیں ہوتا۔ اگر باطن درست نہ ہو تو قرآن بھی اثر نہیں کرتا۔ تاثیر کی بات ہر ایک کی بات نہیں ہے' یہ ان لوگوں کی بات ہے جن لوگوں کا نصیب اچھا ہو' جن لوگوں کے باطن کی اصلاح ہو اور جن کے رزق میں حلال شامل ہو۔ ایک دفعہ حضور ﷺ غصے میں فرمانے لگے کہ تم لوگ پوچھتے ہو کہ دعا میں اثر نہیں ہوتا' آپ ﷺ نے فرمایا ایسے آدمی کا اندازہ لگاؤ جس کا طعام حرام' جس کا خرام حرام' جس کا لباس حرام اور ناپاک ہو' اور جس کا وجود ناپاک ہو اور جس کے بال پریشان ہوں' جس کا لباس پریشان ہو اور جس کی شکل پراگندہ ہو' اب اس آدمی کی دعا کیسے قبول ہو! جس شخص کے لباس میں' خوراک میں' پیسے میں' رہائش میں ناپاکیزگی ہو' اس کی دعا پاکیزہ اللہ کے ہاں کیسے قبول ہو۔ اس لیے دعا کی جرأت کرنے سے پہلے کم از کم لقمہ حلال کی جستجو کرو۔ لقمہ حلال کے بعد دعا منظور ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اگر لقمہ حلال نہیں ملتا تو فاقے کا لقمہ کرلو۔ تھوڑا فاقہ کرلو۔ تین دن کا فاقہ ہو تو کہتے ہیں دعا قبول ہو جاتی ہے۔ یہ حدیث شریف ہے ناں کہ آپ روزہ رکھو تو شام کو دعا قبول ہو جاتی ہے۔ روزہ رکھنے سے دن بھر آپ فقیر بنے رہتے ہو' درویش بنے رہتے ہو یعنی یہ کہ آپ کو بھوک لگی ہوئی ہے اور آپ کھانا نہیں کھاتے۔ کھانا موجود ہے لیکن نہیں کھاتے۔ خوراک Available ہے' نہیں کھاتے۔ بس یہ فقیری ہوتی ہے فقیری کسے کہتے ہیں؟ چیز حاصل ہو اور

استعمال نہ ہو۔ یہی فقیری ہے۔ اسے فقیری بولتے ہیں۔ فقیری سے تاثیر ملتی ہے اور اپنے ملک میں دیکھو کہ کتنی تبلیغ ہو رہی ہے اور تاثیر کا کیا عالم ہے۔ اگر فرض کرو کہ ملک میں تین لاکھ مسجدیں ہیں تو اس حساب سے پندرہ لاکھ اذانیں روزانہ ہوتی ہیں اور قوم میں جو تعلیم ہو رہی ہے اور تاثیر ہو رہی ہے اس کا آپ خود اندازہ لگا لو۔ اب تو ایک مسجد کو کئی مسجدوں کے برابر گنو۔ بڑے بڑے مائیکروفون اور یونٹ لگے ہوئے ہیں۔ گویا کہ مسجدیں Amplify ہو گئی ہیں۔ دور تک آواز تو پھیل گئی ہے مگر تاثیر کم ہو گئی ہے۔ آج سائنس دان کہتے ہیں کہ آواز کو ایمپلی فائر سے علیحدہ رکھو کیونکہ آواز جب سے مشین میں سے ہو کے جانے لگ گئی تو تاثیر کم ہو گئی ہے۔ عام طور پر یہ کہا جاتا ہے۔ اب یہ مغرب نے کہنا شروع کر دیا ہے کہ آواز کو مائیکروفون سے نکالو۔ اب تقریر کرنے والے بڑے بڑے ادارے یہ کوشش کر رہے ہیں کہ آواز کو مائیکروفون سے علیحدہ رکھا جائے اور اتنا جلسہ کیا جائے جس تک آپ کی آواز پہنچ سکے۔ یہ واقعہ شروع ہو رہا ہے۔ مشین درمیان میں آئی تو تاثیر کم ہو گئی۔ شروع شروع میں لوگ کہتے تھے کہ لاؤڈ سپیکر شیطانی کام ہے۔ ویسے بھی آپ کو یاد ہو گا کہ چھوٹی چھوٹی مسجدوں میں ایک آدمی کی اذان کی آواز ہوتی تھی جو آپ کے کانوں میں ضرور آتی تھی اور پتہ چل جاتا تھا کہ اذان ہو گئی ہے۔ حالانکہ مسجد دور ہوتی تھی۔ اب پاس لاؤڈ سپیکر ہوتا ہے، کوئی پوچھتا ہے کہ کیا اذان ہو گئی ہے؟ کہتا ہے کب ہوئی ہے؟ اتنے بڑے لاؤڈ سپیکر کے باوجود اذان کی آواز نہیں آتی۔ دراصل آپ کو اذان سننے کا شوق نہیں رہا۔ شوق کا نام ہے تاثیر۔

دعا کرو اللہ تعالیٰ سینے کو کھول دے اور زبان کو تاثیر دے۔ موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں لکنت تھی لیکن آپ بڑے صاحبِ تاثیر تھے۔ گویا کہ اگر کسی میں زبان کی لکنت ہو تب بھی وہ صاحبِ تاثیر ہو سکتا ہے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے کہا کہ کہیں مرصع طریقے سے بولنا پڑتا ہے تو میرے بھائی کو بھی بیان دے دیا جائے' تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بھائی کو پیغمبری دے دی اور تاثیر بھی۔ اس لیے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے۔ تاثیر ہونا پیغمبری شعبہ ہے لیکن پیغمبری نہیں ہوتی۔ ان لوگوں میں بڑی بڑی تاثیر ہوتی تھی۔ ایک آدمی ایک بزرگ کے پاس گیا کہ دعا کریں کہ میرا بیٹا ٹھیک ہو جائے' انہوں نے فرمایا کہ کل لے آنا۔ دوسرے دن گئے' انہوں نے کہا بیٹا گڑ نہ کھانا' وہ ٹھیک ہو گیا۔ لوگوں نے پوچھا آپ نے کل کیوں نہیں کہا تھا' انہوں نے کہا کہ کل ہم اس وقت خود گڑ کھا رہے تھے۔ بات یہ ہے کہ برائی خود میں ہے تو تاثیر کیسے ہو۔ اس لیے پہلے اپنی تاثیر اپنے اندر پیدا کرو' پھر اس کے بعد آپ باہر اثر پید کرو گے۔ اللہ کا فرمان ہے **لما تقولون ما لا تفعلون** مت کہو وہ بات جو تم نہیں کرتے۔ اس وقت تک تاثیر نہیں بنے گی' جب تک وہ چیز جو تم کہتے ہو' خود نہیں کرو گے۔ تب تاثیر ہو گی۔ دعا کرو تاثیر ہو جائے۔

اور سوال بولو____ بولتے جائیں۔

سوال:

جناب میں اپنے بھائی کی بیماری کی وجہ سے بہت فکر مند ہوں

جواب:

دیکھو اس میں ایک ضروری بات' فقیرانہ بات کروں تو آپ اس کو اللہ

کے حوالے کر دو اور اگر پیروں والی بات کروں تو دعا کرو کہ اس کا بھائی ٹھیک ہو جائے۔ یہ پیری والی بات ہے۔ فقیری والی بات یہ ہے کہ اللہ کے حوالے کر دو اور آپ بھی اللہ کے حوالے ہو جاؤ۔ نہ اپنی زندگی بچانے کی فکر کرو اور نہ اس کی زندگی بچانے کی فکر کرو۔ یہ تو ہے فقیرانہ بات۔ میرے خیال میں آپ کو فقیر ہو جانا چاہیے۔ اگر اللہ کے علاوہ آپ کے بھائی کو کوئی لے گیا تو ہم اسے ضرور روک لیں گے۔ اگر اسے اللہ خود لے گیا تو تُو بھی قبول کر لے۔ اپنے پاس لے جانا اور یہاں رکھ لینا دونوں اللہ کے لیے برابر ہیں۔ میرے خیال میں آپ تو فقیر ہو' آپ کو تو کم از کم ایسی بات نہیں کرنی چاہیے۔ اس طرح کی بات تو بھائی کی بیوی کرے یا بھائی کے بچے کریں۔ یہ بھائی کا فقیر بھائی تو اس طرح کی بات نہ کرے۔ تُو تو اللہ والا ہے' تُو یہ کہہ کہ یا اللہ تیری مہربانی ہے' اگر تو اسے رکھنا چاہتا ہے تو رکھ لے اور لے جانا چاہتا ہے تو لے جا' ویسے یہ بتاؤ کہ تمہارے خیال میں اللہ اسے کتنا عرصہ اور رکھے؟ دس سال تک اور رکھ لے یا پندرہ سال تک اور رکھ لے؟ اس کے بعد؟ اس کے بعد بھی تو لے جائے گا۔ تو تُو اب اس کے ساتھ چل بلکہ ہم بھی سارے چلنے کے لیے تیار ہیں۔ ہمارے ہاں یعنی فقیروں کے ہاں زندگی سے اِدھر اور زندگی سے اُدھر برابر ہے۔ اِدھر بھی ہم اللہ کے ہیں' اُدھر بھی ہم اللہ کے ہیں۔ کہہ دو ''یا اللہ سب تیرے سپرد ہے' ہمارے ساتھ ذرا رعایت اور مہربانی فرما'' گھبرانا نہیں' بالکل فکر نہ کرنا۔ اس معاملے میں دخل نہ دو۔ یہ اللہ کے کام ہیں' اللہ کی مرضی کے کام ہیں' آپ یہ دیکھو اور اللہ سے رعایت مانگو۔ فقراء کی اتنی ساری بات ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ رعایت کرے' رحم فرمائے۔

یہ واقعہ چلنے والا واقعہ ہے اور سارا قافلہ اسی طرح چلتا رہتا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ فضل کرتا رہتا ہے۔ آپ اس بات پہ غور کرو کہ پیدائش سے بہت پہلے تمام دن مقرر ہو چکے ہیں' ابھی بندہ پیدا ہی نہیں ہوا' ابھی شادیاں ہی نہیں ہوئی ہیں اور دن مقرر ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کیا کہتا ہے؟ اس بندے کو دنیا میں بھیج رہے ہیں۔ اس کی تاریخ پیدائش مقرر ہو گئی ہے۔ بلکہ تاریخ پیدائش چھوڑو' پہلے تاریخ وفات مقرر کرو۔ اس لیے تم گھبرایا نہ کرو۔ آپ بالکل بے فکر رہو' آپ درویش آدمی ہو۔ آپ لوگ ہر دم اللہ اللہ کیا کرو اور ان باتوں کا فکر نہ کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے' Extend کر دے یا Extend نہ کرے۔ ہم ہر حال میں قبول کرنے والے ہیں۔ اداس نہ ہونا۔ اداسی میں ایمان کی کمزوری ہو جاتی ہے۔ آپ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے حوالے کرو اور اس سے کہو کہ یا اللہ تھوڑی مہربانی فرما۔ بس اللہ مہربانی فرمائے۔ ویسے یہ دعا ہے اور دعا دعویٰ نہیں ہے۔ اللہ مہربانی فرمائے۔ اللہ کی مرضی ہے قبول کرلے یا نہ قبول کرے۔ اللہ تو کہتا ہے کہ میں جھکانے والا ہوں اور ہر ایک کو جھکاتا ہوں' زمین و آسمان کو جھکا کے رکھ دیتا ہوں۔ اللہ ہر جگہ ہے اور کہیں بھی نہیں ہے۔ یہ سب اللہ کے کام ہیں۔ اللہ کہتا ہے کہ میں اللہ ہوں اور میں تمہارے بس میں نہیں آؤں گا بلکہ تم میری تحویل میں رہو گے اور تم مجھ سے یہ نہ پوچھنا کہ میں نے ایسا کیوں کیا ہے بلکہ میں نے تم سے پوچھنا ہے کہ تم نے ایسا کیوں کیا۔ اللہ کا ارشاد ہے کہ **بل هم يسئلون** یعنی مجھ سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ میں نے ایسا کیوں کیا بلکہ میں تم سے پوچھوں گا۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ تم ہی لوگوں سے پوچھا جائے گا۔ باقی یہ بزرگوں کا کام

ہے کہ فوری طور پر لوگوں کے لیے دعا کرتے ہیں کہ ان کی خیریت ہو‘ ان کے بھائی کی خیریت ہو‘ ان کے سارے خاندان کی خیریت ہو‘ آپ سب کی خیریت ہو‘ آپ سب ہمیشہ سلامت رہو۔ ہمیشہ رونق لگی رہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی ہر شے قائم رکھے۔ لیکن تم جانتے ہو کہ کوئی شے ہمیشہ نہیں ہو سکتی۔ اصل میں بات یہ ہے کہ جو لوگ آگے چلے گئے ہیں یعنی آپ کے ماں باپ‘ وہ بڑی دیر سے وہاں آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ اگر ان کے پاس آپ چلے جائیں تو ادھر بچے اداس ہوتے ہیں۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ کچھ عرصہ ہم بچوں کے پاس رہتے ہیں اور پھر کچھ عرصہ بعد ماں باپ کے پاس چلے جاتے ہیں۔ تو یہ سارا واقعہ جو ہے اس میں دور دراز کی کوئی بات نہیں ہے۔ ایک ہی فیملی ہے ساری۔ ادھر بھی جہاں آباد ہے اور ادھر بھی جہاں آباد ہے۔ یہ جہاں ہم نے آباد کیا ہوا ہے اور وہ جہاں پہلے سے آباد ہے۔ اس جہاں میں آپ کے ابا‘ اماں‘ نانا‘ نانی اور دادا دادی سب بیٹھے ہوتے ہیں۔ وہاں رونقیں لگی ہوئی ہیں‘ وہاں پر میلے ہی میلے ہیں۔ پیغمبر وہاں پر ہیں‘ ولی وہاں پر ہیں‘ درویش وہاں پر ہیں‘ داتا صاحبؒ‘ خواجہ صاحبؒ‘ سارے لوگ اُدھر ہی ہیں۔ غرض یہ کہ کائنات کا ہر خوب صورت واقعہ اُدھر ہے۔ اِدھر صرف انتظار ہے۔ آپ کو ہم بتاتے ہیں کہ آؤ اُدھر کی سیر کر لو۔ جس دنیا میں آپ ہو یہاں پریشانی ہوتی ہے‘ مصیبت ہوتی ہے‘ ملاوٹ ہوتی ہے‘ گھبراہٹ ہوتی ہے‘ خرچہ ہوتا ہے‘ آمدن کم ہوتی ہے‘ کوئی قابل اعتبار نہیں ہوتا‘ لوگ دھوکا دے جاتے ہیں‘ یہ ہے تمہاری دنیا۔ اور اگلی دنیا کوئی ایسی نہیں ہوتی کہ تمہارے لیے غیر ہو۔ جو اللہ کے ساتھ ہے وہ اللہ ہی کے لیے ہے۔ تم یہاں بھی اللہ کے پاس

ہو اور وہاں بھی اللہ ہے۔ یہ حادثات کی دنیا ہے' وہ حادثات کے خاتمے کی دنیا ہے۔ یہاں وہاں کا فرق نہیں ہے۔ ہم اِدھر کے اُدھر ہیں۔ ہم اِدھر کے بھی اُدھر ہیں اور وہ اُدھر جا کے بھی اِدھر ہیں۔ اور جو اِدھر ہے اگر حق پر نہیں ہے تو مرا ہوا ہے۔ کچھ لوگ زندگی میں مر جاتے ہیں' کچھ لوگ موت میں زندہ رہتے ہیں۔ تم مت گھبرایا کرو۔ ایمان میں کمزوری نہیں آنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کبھی وقت سے پہلے نہیں لے جاتا اور کبھی وقت کے بعد چھوڑتا نہیں ہے۔ اس دنیا میں تو آ کے انسان کا دماغ سٹ پٹا گیا ہے۔ موت کا راز آپ کو سمجھ نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ سے کسی نے پوچھا کہ یا اللہ ادھر سے تو درود بھیجا جا رہا ہے یعنی تیرا فرمان ہے کہ ''میں اور میرے فرشتے تو درود بھیجتے ہیں''۔ اور یہ بھی فرمان ہے کہ ''ان سے کہہ دیجئے کہ اگر اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اطاعت کرو''۔ تو پھر یہ موت کا کیا واقعہ ہے؟ اللہ فرماتا ہے کہ تم نہیں سمجھتے' یہ بھی محبت کا ایک حصہ ہے۔ گویا کہ وہ بھی محبت کا حصہ ہے۔ اگر اللہ اپنے محبوبوں کے ساتھ یہ واقعہ کرتا ہے تو یہ کوئی محبوبی فن ہے۔ اس لیے اس میں گھبرانے والی کوئی بات نہیں' اور یہ کوئی ظلم نہیں ہے بلکہ یہ کوئی محبوبانہ بات ہے۔ اس راز کو دل میں رکھو اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع رکھو' اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز فرمائے۔

سوال:

آپ نے فرمایا تھا کہ جنات دس باتیں صحیح بتاتے ہیں لیکن گیارہویں بات میں دھوکا دے جاتے ہیں۔ کیا ان کی فطرت میں یہ چیز ہے؟

جواب:

نہیں‘ ان کے علم میں یہ بات نہیں آتی۔ انسان اتنا بلند ہے کہ انسان ان کی گرفت میں نہیں آتا۔ یعنی جنات کی گرفت میں نہیں آتا۔ انسان کا جتنا ظاہر ہے وہ بیان کر لیتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ تم نے کل یہ کھایا تھا‘ آج یہ کھایا۔ یہ تمام چیزیں مؤکلات والے بتا سکتے ہیں۔ ایک بندہ مؤکلات والی ایک خاتون کے پاس گیا‘ وہ سورہ رحمٰن کی عامل تھی۔ جا کے پوچھا کہ ہماری ایک چیز گم ہوگئی ہے۔ اس نے کہا جو چیز گم ہوئی ہے وہ زیور تو فلاں کٹورے کے اندر رکھا ہوا ہے اور غلطی سے رکھا گیا ہے‘ کسی نے چوری نہیں کی ہے۔ اس شخص نے جا کے دیکھا تو زیور وہاں پڑا ہوا تھا۔ بعض اوقات مؤکل کو بات سمجھ نہیں آتی کہ ہے کیا۔ وہ پھر اپنی طرف سے لگاتا ہے کہ فلاں جگہ چلے جاؤ‘ ایسا ہوگا۔ فرض کرو ایک جن ہے جو آپ کو ساری باتیں بتاتا ہے۔ وہ آپ کو فٹافٹ بتا دے گا کہ فلاں چیز فلاں جگہ ہے۔ اور جب ضرورت ہوگی اور اسے سمجھ نہ آئی تو وہ کہے گا کہ میرے خیال میں آپ کے بھائی نے آپ کے ساتھ یہ واقعہ کیا ہے۔ تو آپ کا اپنے بھائی کے ساتھ فوراً جھگڑا ہو جائے گا۔ ایک مرتبہ ایک شخص کو جن والے بابے نے بتایا کہ یہ جو تمہاری کتابیں چوری ہوئی ہیں یہ فلاں وکیل کے منشی نے چرائی ہیں۔ اس کو یقین آ گیا‘ وکیل صاحب نے مار کٹائی شروع کر دی اور پھر کتاب برآمد ہوگئی۔ لیکن کتاب پر اس آدمی کا نام نہیں تھا۔ کچھ عرصہ بعد ایک چور پکڑا گیا‘ اس کے پاس سے وہ کتابیں برآمد ہوگئیں۔ اب وہ کہنے لگا کہ یہ کتابیں تو پہلے برآمد ہوگئی تھیں کیونکہ جن بابا نے بتا دیا تھا۔ پھر اس کو خیال آیا کہ میں نے تو کتاب کے صفحہ بیس پر نام

لکھا تھا۔ کتاب کھول کر دیکھی تو چوری سے برآمد ہونے والی کتاب صحیح نکلی۔ یہ ہے جن بابے کی بات۔ آپ کو کہے گا کہ یہ تالہ لگا دو، درخت کے ساتھ یہ رسی لگا دو، جب دھاگہ ہلے گا وہ فوراً واپس آ جائے گا۔ اور پھر کام پورا ہو یا نہ ہو۔ لہٰذا ان کے ہاں اختیار بھی پورا نہیں ہوتا اور بعض اوقات اطلاع بھی پوری نہیں ہوتی۔ اس لیے ان کو ماننے والا اکثر دھوکا کھا جاتا ہے۔ جنات کی آواز پر چلنے والا اخیر برباد ہو جاتا ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ جنات دھوکا دے جاتے ہیں بلکہ وہ خود دھوکا کھا جاتے ہیں۔ مثلاً ایک آدمی ایسا ہے جو باتیں بتا دیتا ہے۔ زیادہ بولنے والا سچ تو بول جائے گا مگر اس میں کچھ جھوٹ بھی بول جائے گا کیونکہ اس کو زیادہ بولنے کی عادت ہے۔ مثلاً ایک شخص جو ہر ایک کو بتاتا ہو کہ تم یہ کرو، تم وہ کرو۔ اب اگر ایک مقام پر Blank Point آ گیا تو بات اس کی گرفت میں نہیں آئے گی۔ پھر جن ایک اور بات کر گیا کہ تیرے گھر میں فلاں بات ہے اور اصل میں وہ گپ تھی۔ جن جو ہوتا ہے وہ ضدی ہوتا ہے اور وہ کبھی نہیں کہتا کہ میں نہیں جانتا۔ وہ اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ وہ نہیں جانتا۔ انسان تو کہہ دیتا ہے کہ میں نہیں جانتا۔ تو انسان میں اس لحاظ سے بڑی عظمت ہے کہ وہ کہہ دیتا ہے اور اعتراف کر لیتا ہے کہ میں نہیں جانتا۔ فرشتے بھی کہہ دیتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے۔ ''**لا علم لنا الا ما علمتنا** ''یعنی کہ ہم نہیں جانتے سوائے آپ نے جتنا بتایا، بس اتنا ہم جانتے ہیں۔ ابلیس بھی جن تھا، نار سے بنا ہوا ہے، وہ کہتا ہے **انا خیر منھم** یعنی میں ان سب سے بہتر ہوں۔ وہ بہتر ہونے کا دعویٰ کرتا رہتا ہے اور طاقت کا دعویٰ کرتا رہتا ہے۔ اس لیے دھوکا کھا جاتا ہے۔ جنات کو یا مؤکلات کو قابو کرنا

ایسے ہے جیسے قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ ثمنا قلیلا یعنی سستی قیمت میں بیچ دینا ہے ۔قرآن کو بالکل نہ بیچو۔ قرآن سے عمل نکالنا' رمل نکالنا' جن نکالنا مؤکلات نکالنا اور اس کو عملیات بنانا' یہ سب غلط ہے۔ قرآن اللہ کا کلام ہے' متبرک کلام۔ بس اسے متبرک بنا کے پڑھتے جاؤ۔ اس میں سے کچھ نہ نکالو۔ عملیات کو رہنے دو۔ بس یہ جو حضور اکرم ﷺ نے آپ کو چیز دی ہے اس کو پڑھتے جاؤ اور اس کے مطابق عمل کرو۔

سوال:

سر! مؤکلات کیا ہوتے ہیں؟

جواب:

مؤکلات ایک طاقت ہوتی ہے' ایک پاور ہوتی ہے۔ مؤکلات کے اندر ایک ایسی پاور ہوتی ہے جس پر وہ مامور ہوتے ہیں اور ہر ایک آیت کے Defence یعنی دفاع کے اوپر مامور ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں قرآن کی حفاظت کرتا ہوں اور مؤکلات جو ہیں وہ اللہ کی طرف سے اس ماسٹر کاپی کے محافظ ہوتے ہیں۔ یہ کبھی غلطی نہیں ہونے دیتے کیونکہ وہ اس کے اوپر مامور کیے گئے ہیں۔ مؤکلات ملائکہ کی ایک قسم ہے۔ جب آپ کہتے ہیں کہ کچھ ڈھونڈتے ہوئے اچانک مجھے خیال آیا کہ یہاں بھی دیکھ لو اور جب وہاں پر دیکھا تو وہی چیز موجود تھی۔ یہ کون تھا؟ یہ مؤکل تھا۔ اور انسان کہتا ہے کہ "میں سویا ہوا تھا' اچانک ایک جھونکا آیا' جھٹکا لگا' میں نے دیکھا کہ کوئی بندہ ہے' بندہ تو کوئی تھا نہیں' دیکھا تو پورے تین بجے ہوئے تھے۔ میں نے کہا کہ تہجد کا وقت ہو گیا چلو

نماز پڑھ لو۔اس رات بڑی قبولیت کی نماز تھی'' یہ یک لخت کیسے ہوگیا؟ یہ مؤکل تھا جس نے آپ کو جگایا۔ چیزوں کے بھی مؤکلات ہوتے ہیں' سورۂ رحمٰن کے اندر بھی ہیں' سورۂ یٰسین کے اندر بھی ہیں بلکہ ہر چیز میں اور طرح کے واقعات میں مؤکل ہوتے ہیں۔لیکن یہ بغیر اذن کے نہیں کرنا چاہیے اور میں یہ کہتا ہوں کہ مؤکلات کے لیے قرآن پڑھنا ہی نہیں چاہیے۔قرآن کو برکت کے لیے پڑھو' مؤکلات کے لیے نہ پڑھو اور اگر پتہ چل جائے کہ کہیں جنات ہیں تو ان سے بچو۔ ہمیشہ غیر جنس سے بچو۔جنّات اگر آپ سے مذاق بھی کریں گے تب بھی آپ کو اڑا کے رکھ دیں گے۔جنّات کو قابو کرنے والی بات بڑی مشکل ہے۔ جنات کی جنس اور ہے' بے جنس کے ساتھ دوستی نہ کرنا۔ان کے ذریعے عرفان نہیں ہوسکتا۔عرفان کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کو بنایا۔معرفتِ الٰہی جو ہے فرشتوں کو نہیں ہے کیونکہ انہوں نے منشائے الٰہی کو نہیں پہچانا کہ آدم علیہ السلام کیوں تخلیق ہوئے بلکہ انہوں نے کہا کہ یہ تو فساد کرے گا اور ہم آپ کی عبادت کرتے ہیں۔ معرفتِ الٰہی ابلیس کو بھی نہیں ہے کیونکہ وہ جان نہ سکا کہ اللہ کا منشا کیا ہے؟ معرفتِ الٰہی پیغمبروں میں بھی پوری نہیں ہوئی۔ترتیب وار' بتدریج کہیں نہ کہیں آپ کو کمی نظر آجائے گی۔معرفتِ الٰہی جو ہے وہ مکمل طور پر صرف حضور پاک ﷺ کے پاس آئی اور آپؐ نے کیا کہا؟ آپؐ نے کہا کہ جو اللہ کی معرفت کا حق ہے وہ ہم ادا نہیں کر سکتے' اصل معرفت یہ ہے' باقی دعوے چلے آرہے ہیں۔دعوے جو ہیں یہ معرفت نہیں ہے۔جن بھی ایک دعویٰ ہے۔حقیقت میں اللہ کی معرفت کیا ہے؟ کہ ہم اس کی معرفت کا حق ادا نہیں کر سکتے۔مطلب یہ کہ وہ ایسی ذات

ہے کہ ہم اس کی معرفت کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ پھر درویشوں نے یہ کہا کہ اللہ کی معرفت یہ ہے کہ ہم اللہ کی معرفت حاصل نہیں کر سکتے اور اس کی یہ پہچان ہے کہ ہم اس کی پہچان نہیں کر سکتے ــــــ اور کوئی سوال کرو ــــــ

سوال:

بزرگانِ دین کے واقعات کے سلسلے میں بعض اوقات بڑی غیر مستند اور ناقابل یقین باتیں پڑھنے اور سننے میں آتی ہیں کہ اب جیسے آپ نے کہا کہ معرفتِ الٰہی حاصل ہو نہیں سکتی اور ایک مستند بزرگ فرماتے ہیں کہ میں ساری کائنات کو اپنی ہتھیلی پر دیکھتا ہوں؟

جواب:

اس بزرگ نے یہ فرمایا ہے کہ میں کائنات کو اپنی ہتھیلی پہ دیکھتا ہوں۔ انہوں نے کائنات کا کہا ہے اللہ کا تو نہیں کہا۔

سوال:

سر! کائنات بھی تو اللہ میاں کی ہے ناں!

جواب:

کائنات اللہ کی مخلوق ہے۔ اس کی معرفت مخلوق کی معرفت ہے۔ میں خالق کی معرفت کہہ رہا ہوں اور مخلوق کی معرفت کا ہونا ممکن ہے۔ یہ خالق کی معرفت کی بات ہو رہی ہے۔ مخلوق، مخلوق کی معرفت کی بات کر سکتی ہے۔ یہ بات شاید سلطان العارفینؒ نے کہی ہوگی۔ سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ کا کہنا ہے کہ اٹھارہ ہزار عالم میری ہتھیلی پر ہیں۔ اور یہ بھی ان کا فرمان ہے کہ۔

چودہ طبق دلیں دے اندر تنبو وانگوں تانے ہو

یہ ساری باتیں جو کر رہے ہیں وہ آپ کے لیے کر رہے ہیں اور آپ کو سنانے کے لیے چونکہ آپ ان کی بات مانتے ہو اب انہوں نے نہ چودہ ہزار گنوائے ہیں نہ کسی کو چودہ طبق دکھائے ہیں اور نہ اٹھارہ ہزار عالم کی بات سمجھائی ہے اور نہ رائی کا دانہ ہم نے ان کی ہتھیلی پر دیکھا ہے۔ مثلاً اگر تمہیں بات سمجھ آئے تو سارا آسمان تیری نگاہ میں ہے اور یہ واقعی تمہاری نگاہ میں ہے۔ اتنی سی تمہاری آنکھ اور اتنا بڑا آسمان اس کے اندر آگیا اور ساری کائنات آنکھ کے تل میں ہے۔ کروڑوں ستاروں کو دیکھنے والی صرف آنکھ ہے۔ اب اگر یہ کہہ دیا کہ سارا آسمان میری آنکھ میں ہے اور نگاہ کو بھی آپ دل میں رکھ لو تو آپ کہہ سکتے ہو کہ سارا آسمان میری ہتھیلی پر ہے یہ Symbol ہے۔ اب ایک ستارہ آپ لے لو تو اس کی روشنی زمین پر آنے میں کروڑوں سال لگ جائیں۔ کروڑوں سالِ نور چاہئیں اس کو۔ سالِ نور آپ کو پتہ ہوگا ہی۔ روشنی کی رفتار کیا ہے؟ ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ' پھر گھنٹے بناؤ' سالوں کے سیکنڈ بناؤ' پھر ضرب دو۔ تو کروڑ ہا سال سے روشنی زمین پر ہے' انہوں نے کیسے دیکھ لیا؟ بس دیکھ لیا اور ادراک کر لیا۔ پھر وہ یہ کہتے ہیں کہ جو کچھ ہے یہ غیر ہے اور یہ سب وہم وخیال ہے' ہونا نہ ہونا' بات صرف اللہ کے امر کی ہے اور ہم امر کو جانتے ہیں۔ بات اتنی ساری ہے ؎

جلوے میری نگاہ میں کون ومکاں کے ہیں

جب تو مالک کون ومکان کے ساتھ ہو گیا تو تمہاری نگاہ میں جلوے کون ومکان کے ہی ہوں گے۔ یہ صرف ماننے والے کی بات ہے۔ نہ ماننے والے تو حضور

اکرم ﷺ کے بارے میں یہ نہیں مانتے کہ آپؐ سب کچھ جاننے والے ہیں۔اس لیے آپ اس بات پہ گھبرایا نہ کرو کہ بزرگ جانتے ہیں یا نہیں جانتے۔ مثلاً میں ایک بات جانتا ہوں کہ ہر آدمی مر جائے گا۔کیا اس بات میں کوئی دقت ہے؟ بلکہ یہ سب جانتے ہیں کہ یہ سارا عالم فانی ہے' جو پیدا ہوا وہ فانی ہے۔اسی طرح علم بنتا ہے اور پھر بڑھتا جاتا ہے____

سوال:

یہی تو میں کہہ رہا تھا جو آپ نے فرمایا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ عرفان کی حد ہے' تو یہ تو ایک عام آدمی بھی جانتا ہے کہ ہم خدا کو نہیں جان سکتے!

جواب:

ناں! ناں! اگر عام آدمی یہ بات کہے گا تو یہ گستاخی ہوگی۔اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ہم خدا کو نہیں جان سکتے تو یہ بڑی گستاخی ہے۔اللہ کو جاننے کے بعد اگر کوئی یہ کہے کہ ہم اس کو جان نہیں سکتے تو یہ پہچان ہے۔اللہ کہتا ہے کہ میں نے مخلوق کو پیدا کیا تا کہ میں پہچانا جاؤں۔ایک عام آدمی اگر کہتا ہے کہ میں اللہ کو نہیں پہچانتا تو وہ گستاخ ہے اور کافر ہے۔دوسرا آدمی کہتا ہے کہ مجھے اللہ کو پہچاننے کی خواہش ہے تو کہو کہ اچھا کوشش کرتے ہیں۔عمر گزری چلتے چلتے۔قطرہ سمندر میں جا ملا اور پھر سمندر بہت وسیع نکلا۔آخر کار قطرہ کہتا ہے کہ سمندر کی وسعت سمجھ نہیں آئی۔لیکن یہ بات وہ اس راستے پہ چلنے کے بعد کہنے کے قابل ہوا اور یہ ادب سے کہا ہے۔پہلا شخص جس نے سفر شروع ہی نہیں کیا وہ اگر ایسا بیان دے تو سمجھو وہ گستاخی سے کہہ رہا ہے۔اس لیے کافر بھی یہ بات کہہ سکتا ہے کہ ہم اللہ کو

سمجھ نہیں سکتے' اور یہ جو علم والا کہے گا کہ ہم اللہ کو سمجھ نہیں سکتے' یہ ادب سے کہے گا۔
مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ تیرے ابا کی کتنی طاقت ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ ابا کی
کوئی طاقت نہیں ہے۔ دوسرا شخص کہتا ہے کہ تیرے ابا کی طاقت کتنی ہے؟ کہتا
ہے ابا کے ساتھ تو محبت ہی محبت ہے' میں طاقت کو نہیں مانتا۔ اب سمجھ آئی کہ
پہچان میں کیا فرق ہوتا ہے؟ ایک شخص کہتا ہے کہ تیرے دوست کا کیا حال ہے؟
وہ کہتا ہے کہ ہم نے کبھی اپنے دوست کی طرف دیکھا ہی نہیں۔ یہ گستاخ آدمی
ہے۔ دوسرا شخص کہتا ہے کہ تیرے دوست کا کیا حال ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ اس کی
طرف ہم کبھی دیکھ ہی نہیں سکتے۔ یہ شوق والا شخص ہے۔ تو دونوں نے دوست کی
طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا۔ ایک نے گستاخی سے اور دوسرے نے ادب سے۔
گستاخ آدمی بھی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا اور مؤدب بھی نہیں دیکھتا' اس فرق کو ضرور
سمجھو۔ پھر بات سمجھ آئے گی۔ اس لیے پہچان کی بات عام آدمی کی بات نہیں ہو
رہی۔ عام آدمی کا فارمولا اور ہے۔ اللہ کا منشاء ہے کہ میں پہچانا جاؤں' تو اس کو
پہچاننے کی کوشش کرو۔ پہلے اپنے آپ کو پہچانو گے تب اللہ کو پہچان پاؤ گے۔
میں نے آپ کو کتنی بار سمجھایا ہے کہ اگر آپ اپنے کان کو دیکھو تو یہ کوئی اور شے مانگتا
ہے۔ کان کیا مانگے گا؟ آواز مانگے گا' کسی اور کی آواز مانگے گا۔ نگاہ جو ہے کسی
اور طرح کے منظر مانگے۔ گویا کہ آپ کا تمام جسم جو ہے یہ غیر کائنات سے متعلق
ہے یعنی باہر کی کائنات سے متعلق ہے۔ اس طرح دل بھی کسی دلبر کی اطاعت
سے کائنات سے متعلق ہے اور رُوح کائنات کے مالک سے متعلق ہے۔ جب
آپ مقام روح پہ آؤ گے تو آپ مالکِ کائنات سے متعلق ہو جاؤ گے۔ اگر اپنی

نگاہ تک رہو گے تو نظر تک پہنچو گے۔ نظر کیا مانگتی ہے؟ کسی اور کا جلوہ۔ کان کس کی آواز سننا چاہتا ہے؟ کسی اور کی' ذہن کیا سوچتا ہے؟ کسی کا خیال۔ دل کیا چاہتا ہے؟ کسی اور کی دلبری۔ رُوح جو ہے یہ مالک کی بات سنتی ہے کہ مالک کیا ہے۔ اپنی روح کو پہچان لو تو گویا آپ نے امرِ الٰہی پہچان لیا۔ جب آپ نے امرِ الٰہی پہچان لیا تو کچھ نہ کچھ اور آگے چلیں گے۔ پھر آپ یہ پوچھیں گے کہ ارادے بنتے کیسے ہیں' ارادے ٹوٹتے کیسے ہیں' دعا منظور کیسے ہوتی ہے' دعا نا منظور کیسے ہوتی ہے' اور پیغمبر پر ایمان لانا کیوں ضروری ہے' اللہ کا منشاء کیا ہے' میرے ہونے کا کیا فائدہ' میرے نہ ہونے کا کیا فائدہ ہے' مجھے بھیجا کیوں گیا' پھر مجھے بلایا کیوں گیا' ان سوالوں کا جواب حاصل کرو گے تو ساری معرفت حاصل ہو جائے گی۔ اس لیے یہ جان لو کہ معرفتِ الٰہی آسان ہے ــــ آگے بولو ــــ اور سوال بولو ــــ پوچھو۔

سوال:

سائنس کی رو سے ذہن میں خیال آتا ہے اور ذہن جو ہے وہ Reflexes کو کنٹرول کرتا ہے جب کہ دین میں دل کا زیادہ ذکر ہے۔

جواب:

دین کے اندر ذہن' دل اور روح کی ایک Boundry Line ہے' کوئی سائنس آج تک یہ طے نہیں کر سکی کہ یہاں ذہن ختم ہو جاتا ہے اور یہاں سے دل شروع ہوتا ہے۔ سائنس میں صرف ذہن اور دل اصطلاح ہے سائنس یہ نہیں بتا سکتی کہ ذہن میں جو خیال آتے ہیں وہ کہاں سے آتے ہیں اور کسی ذہن میں

آنے والا خیال تو کئی زمانوں پر محیط ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر پاکستان بنانے کا خیال کس کو آیا اور کیسے آیا؟ یہ ایک آدمی کا خیال تھا اور ہمارے لوگوں کا نصیب بن گیا۔ اسی طرح کسی ایک آدمی کو جنگ کا خیال آیا اور بے شمار لوگوں کا نصیب خراب ہو گیا۔ جس طرح آنے والے زمانے کا خیال ہوتا ہے اسی طرح بعض اوقات گزرے ہوئے زمانوں کا خیال ہوتا ہے اور بعض اوقات حال کا خیال ہوتا ہے اور یہ اچانک ہوتا ہے۔ سائنس اور مذہب کا جو اختلاف ہے وہ دراصل اختلاف ہے ہی نہیں، صرف سائنسی بندے اور مذہبی بندے میں اختلاف ہے۔ سائنس جو ہے وہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا نام ہے اور مذہب اللہ تعالیٰ کی عبادت کا درجہ ہے۔ یہ دونوں اللہ کی طرف سے مہربانیاں ہیں مگر بندوں نے اسے آپس میں اختلاف بنا دیا۔ آپ کے اندر دماغ اور دل ہے۔ اب دماغ اور دل کا فرق یہ ہے کہ جب آپ کوئی چیز حاصل کرنا چاہو گے تو یہ دماغ ہے اور جب آپ کوئی چیز دینا چاہو تو دل ہے۔ اگر آپ ایثار کرنا چاہو تو یہ دل ہے، اور اگر آپ حاصل کرنا چاہو تو یہ دماغ ہے۔ دماغ عام طور پر حاصل کرنے پر خوش ہوتا ہے اور دل عام طور پر دے کر خوش ہوتا ہے۔ سائنس اور مذہب کے فرق کو آپ اس طرح سمجھو کہ مستقبل کا خیال کرنے والی اور مستقبل کی آسائشوں کا خیال کرنے والی چیز کو سائنس کہتے ہیں اور مذہب ماضی کے رشتے جوڑنے والا ہوتا ہے۔ مذہب کسی کے ساتھ کلمہ پڑھ کے نسبت قائم رکھنے کو کہتے ہیں۔ مذہب عبادت کی طرف رجوع کرتا ہے، اور سائنس عبادت کی بات نہیں کرتی بلکہ سائنس آسائش کی بات کرتی ہے۔ دونوں میں فرق یوں سمجھ لو۔ اس فرق کو ایسے سمجھو کہ سائنس

ایک ایسا بحری جہاز بناتی ہے جو ڈوبے نہ۔ دماغ سے پوچھو تو وہ کہے گا یہ Ship ڈوبنے نہ پائے۔ اگر دماغ سے پوچھو کہ منزلِ مقصود کہاں ہے تو وہ یہ نہیں بتائے گا۔ منزلِ مقصود بتانا دل کا کام ہے۔ اگر دماغ سے پوچھیں کہ موسم کیسے بدل گئے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ ہوا کی وجہ سے' سورج کی گردش کی وجہ سے اور زمین کی حرکت کی وجہ سے اور یہ خطِ جدی اور خطِ استوا کی وجہ سے اور سورج کی روشنی کی وجہ سے۔ دماغ کی یہ باتیں ٹھیک ہیں مگر دماغ سے اگر پوچھیں کہ یہ بتاؤ کہ سورج' سورج کیوں ہے تو وہ کہتا ہے کہ یہاں ہم فیل ہیں۔ پھر پوچھو دن کیوں ہے اور رات رات کیوں ہے؟ تو وہ کہے گا کہ سورج کی حرکت سے دن رات پیدا ہو رہے ہیں اور زمین کی حرکت سے دن رات پیدا ہو رہے ہیں۔ اور اگر اس سے پوچھو کہ زمین کو متحرک کس نے کیا؟ کہتا ہے کہ یہاں آ کر سائنس فیل ہو جاتی ہے۔

سائنس زمین کی حرکت کے نتیجے نکالتی رہتی ہے کہ کس طرح اس میں تغیر ہوگا' تبدل ہوگا۔ لیکن زمین کو حرکت دینے والی کیا شے ہے اور کون سی طاقت ہے؟ یہاں آ کر سائنس فیل ہو جاتی ہے۔ سائنس فطرت تک پہنچتی ہے اور مذہب فاطر تک پہنچتا ہے اور اگر تم فاطر تک نہ پہنچو' تو پھر سائنس تمہاری گمراہی ہے۔ اب آپ دیکھو کہ سمندر' جہاز اور دوسرے واقعات سائنس کی بدولت ہیں مگر پھر بھنور کیا ہے۔ یہ مقدر ہے۔ یہ مقدر کس نے بنایا؟ یہاں سائنس فیل ہو جاتی ہے۔ سائنس کا علم کیا ہے؟ سب قوتیں جو ہیں یہ اپنا دفاع چاہتی ہیں اور اپنے دفاع کے لیے اور موت سے بچنے کے لیے دوسری قوموں پر Attack کی تیاری کر رہی

ہیں۔ یہ ہے تمہاری سائنس۔ بس سائنس کا اتنا سا علم ہے۔ سائنس کا کام یہ ہے کہ دفاع کو Attack سے کنٹرول کرتی ہے اور دوسرا ملک بھی دفاع کو Attack سے کنٹرول کرے گا تو

In order to have peace they are preparing for war and they will go to war سائنس بے چاری کا کل کنٹرول یہ ہے کہ امن کی خاطر جنگ لڑے گی' او یہ ہے اصل فساد۔ اگر ہم مذہب کی طرف جائیں تو مذہب میں دوسرے کا حق زیادہ ہے۔ یعنی دوسرے شخص کو حق دو۔ سائنس کو اگر Negativity سے بچالیا جائے اور نقصان دینے سے بچالیا جائے تو یہ سائنس مذہب ہے۔ جس طرح سائنس نے انسان کی خدمت کی ہے' اور زندگی کو آسانی دی ہے تو اگر زندگی سائنس کو قبول کر لے تو اس طرح کی سائنس عبادت ہے' مذہب ہے۔ لیکن ہماری زندگی نے سائنس قبول نہیں کی ہے۔ آسائش کی ساری باتیں دیکھ لو' آسائش اور آرام سے رہنا بیماری کا باعث ہے۔ اگر آپ ٹھنڈے کمرے میں بیٹھے ہو اور باہر گرمی میں نکل آؤ تو بیماری ہو سکتی ہے۔ ہماری Medicine بہت Develop کر گئی ہے' سائنس نے بہت ترقی کر لی ہے مگر بیماری ختم نہیں ہو سکتی۔ لاہور کتنا بڑا میٹرو پولیٹن سٹی ہے اور میٹرو پولیٹن بڑا طاقت ور شہر ہوتا ہے لیکن آپ بھی جانتے ہیں' ہم بھی جانتے ہیں' کہ شہر میں مچھر بڑے ہیں۔ بڑی شرمندگی کی بات ہے۔ مکھیاں بڑی ہیں' کمروں میں چھپکلیاں ہیں۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔ اور بڑی شرمندگی کی بات ہے۔ بیسویں صدی گزار رہے ہیں ہم لوگ اور ہم اتنے بڑے مہذب لوگ ہیں اور کمپیوٹر کی Age میں رہ

رہے ہیں مگر مچھر، مکھیاں اور چھپکلیاں اسی طرح زندہ ہیں۔ اب اصل بات کی طرف آؤ کہ سائنس نے آپ کو کیا دیا ہے اور کیا نہیں دیا، اور مذہب نے کیا کیا اور کیا نہیں کیا۔ اس بات کو چھوڑو۔ اب یہ سوچو کہ آپ کی زندگی چار روزہ ہے۔ سائنس کے ذریعے اپنی زندگی Develop کرو اور مذہب کے ذریعے عبادت کرو اور آرام سے رخصت ہو جاؤ۔ بہتر بات یہ ہے کہ سائنس اور مذہب کو آپ ملا کر چلو۔ اپنی اس طرح کی گاڑی سے اپنے آخری مقام تک۔ اس لیے بہتر بات یہ ہے کہ ملا کے چلاؤ سائنس کو اور مذہب کو، یعنی کہ دل کو اور دماغ کو۔ اس طرح ساری باتیں ٹھیک ہو جائیں گی۔

اب آخر میں دعا کرو۔ دعا کیا کی جائے؟ پہلی دعا تو یہ کی جائے کہ یا اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو آخری وقت تک صحت اور عافیت سے رکھ۔ یارب العالمین جو ہمارے عزیز بیمار ہیں ان کو شفا عطا فرما۔ یا ربّ العالمین جو لوگ اندیشے میں ہیں ان کے اندیشے دور فرما۔ یارب العالمین جو لوگ ضرورت مند ہیں ان کی ضرورتیں پوری فرما اور جن کے حالات کمزور ہیں ان کے حالات بہتر فرما۔ یا ربّ العالمین ہمیں دین اور دنیا کے اندر بہتری عطا فرما اور استقامت عطا فرما۔

ہماری یہ زندگی اور وہ زندگی دونوں بہتر ہوں۔ اپنا فضل رکھ اور اپنے حبیب ﷺ کی محبت عطا فرمائے رکھ اور ملک کے حالات جو ہیں یہ بھی ایسے بہتر کردے کہ ملک آنے والے زمانوں تک ہمیشہ رہے اور اسلامی تشخص کے ساتھ رہے۔ کابل کو ہمارے لیے اندیشہ نہ بنا۔ یارب العالمین کابل کو اسلام کے حوالے سے آزاد فرما اور یہ بھی اسلامی تشخص کے ساتھ اپنی ترقی پر گامزن ہو۔ اور

یہاں سے لے کر وہاں تک پورے کا پورا اسلامی Belt بن جائے۔

صلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیدنا و سندنا و حبیبنا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین. برحمتک یاارحم الراحمین۔

—ooo—

4

1 کوئی اس طرح کی جامع وضاحت فرمائیں کہ عبادت کا مفہوم بھی سمجھ آجائے اور ہم اسے اپنی ذاتی زندگی میں آسانی سے نافذ بھی کر سکیں!

2 اللہ نے انسان کو اپنی فطرت کے مطابق بنایا ہے۔ اس فطرت کے اندر رہ کر عبادت کرنے کا کیا مفہوم ہے؟

3 قرآن مجید میں مختلف جگہوں پر اللہ تعالیٰ کا بیان پوری طرح سمجھ میں نہیں آتا۔ اس میں کیا حکمت پوشیدہ ہے؟

4 اپنی ذات کو سمجھنے کے لیے کائنات کو سمجھنا کیوں ضروری ہے؟

سوال:

گزارش یہ ہے کہ میں نے ایک حدیث رسول اللہ ﷺ پڑھی ہے (میری جان قربان ہو آپ ﷺ پر) فرمایا کہ پانچ زمانے ہوں گے' پہلا زمانہ دین کا' دوسرا حیا کا' تیسرا وفا کا' چوتھا مدارات کا' پانچواں ریا کا اور خودغرضی کا۔ اب دیکھئے ہم اس زمانے میں ہیں جس میں زیادہ تر Majority جو ہے وہ ریا اور خودغرضی میں ہے۔ اب Individual طریقے سے ہم سوچیں' شخصی طریقے سے سوچیں تو ہر آدمی کے لیے اپنی اپنی توبہ ہے' اپنے گناہوں سے توبہ کرے یا اپنے اعمال پر نظر ڈالے کہ اس کے اعمال کی قیمت کیا ہے' پانچ فیصد ہے' دس فیصد ہے کہ بیس فیصد ہے۔ اس پر فکر کرے اور اس کی قیمت لگائے۔ گناہ ہے تو اس سے توبہ کرے' اللہ غفور الرحیم ہے' اسے بخشے گا' یہ تو ہوئی ذاتی توبہ' اور اجتماعی توبہ کا مطلب ہے کہ یہ جو ہے ریا اور خودغرضی کا زمانہ' آپ کی اس مجلس میں بیٹھنے سے ایک فائدہ ضرور ہوگا کہ ہم ایک زمانہ پیچھے' مدارات کے زمانے میں داخل ہو جائیں گے یعنی کہ کسی کو تکلیف ہوگی تو اس کا ہم ساتھ دیں گے' کسی کو درد ہوگا تو اس کی دوا کریں گے' اگر کوئی گر گیا تو اس کو اٹھائیں گے۔ اگر اس سے پہلے بھی مل بیٹھیں گے تو وفا کا زمانہ آسکتا ہے۔ اب میں یہ نہیں کہتا کہ اچھے لوگ نہیں ہیں'

اس ریا اور خود غرضی کے دور میں بھی مدارات والے ہیں، ابھی بھی وفا والے ہیں، ابھی بھی حیا والے ہیں، اگر یہ نہ ہوں تو دنیا چل ہی نہ سکے۔ اجتماعی صورت میں مقصد حاصل کرنے کا یہی طریقہ ہوتا ہے جیسا کہ آپ نے شروع کیا ہے۔ اس طرح ہم کم از کم ایک دور تو پیچھے چلے جائیں گے، اتنا تو ہو کہ ہم کسی کا دکھ درد سنیں، کسی کی جان چھڑوائیں ____

جواب:

سوال کا شکریہ۔ اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ جو حضرات یہاں تشریف لاتے ہیں وہ Interest لیتے ہوئے ایک دوسرے کے لیے دعا کی حد تک اور اعمال کی حد تک کام کریں۔ فرض کرو ہمارا دعویٰ یا خواہش یہ ہو کہ ہم لوگ پھیل کر بہت دور تک جا سکتے ہیں، تو یہ تو بڑی آسان سی بات ہے کہ آپ اپنے متعلقین اور ساتھی مہیا کر سکتے ہو، اگر ہم یہاں کمرے میں بھر گئے تو خود بخود ہی باہر میدان میں نکل آئیں گے۔ اس لیے اس فکر کے پھیلنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ اس خیال کے ساتھ چلو اور اطمینان سے ایک آدمی دوسرے آدمی کے ساتھ چلتا جائے، بات بن جائے گی، تعداد بن جائے گی۔ پہلے ہم یہاں تعداد میں Saturate ہوں تو پھر ہم دس بیس آدمی نکلنے کے قابل ہو جائیں گے، تو نکلنے سے پہلے تعداد کے اندر اضافہ کریں۔ مطلب یہ کہ اس طرح آہستہ آہستہ بات پھیلتی جائے گی۔

دل کی گہرائیوں سے جب نکلے
پھیلتی جائے بات کی خوشبو

مطلب یہ کہ بات اگر دل کی گہرائی سے نکلے تو خود بخود پھیلے گی۔ اب بجائے اس کے کہ ہم فاصلے طے کر کے لوگوں کو بتائیں ان کو پاس بلا کے کہہ سکتے ہیں۔ ہم خیال لوگوں کو بلانے کے لیے آپ لوگ کردار ادا کر سکتے ہیں۔ پھر ایک آدھ آدمی چلتے چلتے، پردیسی پیدل، بس پہ، کہیں نہ کہیں سے آ سکتا ہے۔ اس طرح ایک صورت حال پیدا ہو جائے گی، پھر ہر طبقۂ خیال کے لوگ آ جائیں گے اور انشاء اللہ تعالیٰ یہیں خیال تکمیل پا جائے گا۔ ورنہ ہم اجلاس کریں، جلسہ کریں تو اس میں خیال کو ماننے والے، خیال کو مسترد کرنے والے، تائید کرنے والے، تنقید کرنے والے، بحث کرنے والے سب جمع ہو جائیں گے اور پھر لمبی چوڑی بحث کی صورت بن جائے گی۔ پہلے ہم اپنے Basic Group کو Sound کر لیں، اس کے بعد ہم باہر نکل سکتے ہیں۔

Let us try to make ourselves effective کیا خیال ہے آپ کا؟

اب کوئی دوسرا سوال کریں۔

سوال:

سر کوئی اس طرح کی جامع وضاحت فرمائیں کہ عبادت کا مفہوم بھی سمجھ آ جائے اور ہم اسے اپنی ذاتی زندگی میں آسانی سے نافذ بھی کر سکیں؟

جواب:

ہمارا مضمون جو اصل میں Throughout چلا آ رہا ہے، وہ یہ ہے کہ ہم انفرادی سطح پر خیال کو کس طور پر سمجھیں کہ ہماری ذاتی زندگی ہر قسم کی Disturbance سے آزاد ہو جائے اور ہماری عبادت جو ہے وہ بھی تفکرات سے

محفوظ ہو جائے۔ مقصد یہ ہے کہ یہ زندگی بھی خوش گوار رہے اور یہاں سے رخصت بھی خوشگوار ہو۔ مدعا تو اتنا سارا ہے۔ اس مدعا کو سمجھنے کے لیے آپ اس مسئلے کی فلاسفی کو سمجھو' اس کا اصل سمجھو' جوہر سمجھو۔ ایک اہم سوال پر غور کرنا چاہیے کہ عبادت کیا ہے؟ اب عبادت کے سلسلے میں بحث کی کوئی بات نہیں۔ صرف اللہ کے حکم کو بجا لانا ہے! اس کو Define کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جو فرائض اللہ نے مقرر فرمائے ہیں ان کی بجا آوری عبادت ہے۔ اللہ کریم کے احکامات' جو اللہ کریم کی طرف سے انسان پر نازل ہوتے ہیں' وہ اللہ کریم کے اپنے پیغمبروں کے ذریعے ہم تک پہنچتے ہیں۔ مختلف زمانوں میں پیغمبر آئے اور آخر میں ہمارے لیے سرکار دو عالم ﷺ کی ذاتِ گرامی کی تشریف آوری ہوئی۔ وہ احکامات اور ارشادات' بلکہ جو بھی آپ ﷺ کا فرمانا ہے وہ ہمارے لیے اللہ کا حکم ہے۔ اگر اس میں کچھ کرنے کا کہا گیا ہے تو وہ کرنا عبادت ہے۔ کچھ نہ کرنے کے لئے کہا گیا ہے تو اس کا نہ کرنا عبادت ہے' اس لیے ہمارے لیے عبادت کا مفہوم بڑا واضح ہے۔ انسان عبادت ضرور کرے گا۔ وہ اللہ کریم کی عبادت اس طریقے سے کرے گا جیسا کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے۔ یہ اس انسان کا دین ہوگا۔ اس دین کے حوالے سے وہ عبادت کرے گا۔ انسان جو کام دین کے حوالے سے کرے گا وہ عبادت ہوگا۔ دین اللہ کے ارشادات کا نام ہے۔ ارشاد کو ہم براہِ راست سمجھ نہیں سکتے۔ اس لیے اگر ایک شخص پوچھتا ہے کہ جی میرے لیے کیا ارشاد ہے۔ ''تیرے لیے یہ ارشاد ہے کہ نماز پڑھو''۔ کوئی دوسرا شخص پوچھتا ہے کہ جی میرے لیے کیا ارشاد ہے؟ ''تیرے لیے یہ ارشاد ہے کہ پیسے خرچ کر کے آ جا''۔ مطلب

یہ ہے کہ منع کی گئی باتوں سے رکنا اور حکم پورا کرنا ہے۔ چاہے انسان کو سمجھ آئے نہ آئے کہ یہ احکامات جو ہیں' Positive یا Negative ہیں' ان کا بجالانا عبادت ہے۔ یہ عبادت انسان نے کرنی ہے' اسی زندگی میں کرنی ہے اور اس زندگی سے ہٹ کر نہیں کرنی۔ اب یہاں صاحبانِ غور کے لیے ایک مسئلہ غور والا ہے کہ یہ عبادت یعنی اللہ کریم کے جو احکامات پیغمبروں کے ذریعے آئے ہیں اور یہ سارے کے سارے' سب لوگوں کے لیے بغیر کسی Exception کے Uniformly Applicable ہیں' یہ بڑا غور والا پوائنٹ ہے کہ اللہ کریم نے ہر مسلمان کے لیے بغیر کسی Exception کے نماز کو فرض قرار دیا اور اگر بات صرف یہیں تک ہوتی تو پھر سب لوگوں کو Uniform Character ملتا' کردار یکساں پیدا ہوتے یعنی اگر یکساں عمل ہو رہا ہے تو یکساں کردار پیدا ہوتے۔ ایک تو عمل برابر ہے' دوسرا حکم دینے والا وہی ایک ہی ہے تو زندگی یکساں پیدا ہوتی مگر زندگی یکساں پیدا نہیں ہو رہی۔ اب یہ بڑی Important بات ہے! دَور یکساں نہیں جیسا آپ نے پہلے کہا تھا کہ ادوار آئیں گے' سرکار ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے ___ دَور یکساں نہیں' زندگی یکساں نہیں ___ اس لیے مختلف خیال اور کردار کے لوگوں کے Involve ہونے سے نتیجہ غیر برابر نکلتا ہے۔ کیونکہ زندگی Basically غیر برابر ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں' غور کر رہے ہیں؟ مثلاً ایک آدمی کو عبادت نے ولی بنا دیا' دوسرا عبادت میں لگا ہوا تھا' پیچھے چوری ہو گئی اب یا تو گارنٹی ہو کہ عبادت کے دوران چوری نہیں ہو گی یا پھر تالا چابی کا انتظام ہو۔ عبادت یکساں ہے' احکام یکساں ہیں' عبادت کے نتائج بھی یکساں ہیں لیکن عموماً

کردار یکساں نہیں ہیں، تو یکساں طرزِ عمل غیر یکساں نتیجہ برآمد کرے گا۔ جب یہ بات سمجھ نہیں آتی تو لوگ بحث کرتے ہیں۔ حالانکہ حکم ایک ہے اور منفعت ایک ہے اور اس حکم کی بجا آوری کا نتیجہ بھی ایک ہے۔ لیکن چونکہ حکم دینے والی ایک ایسی اتھارٹی ہے جس نے انسانوں کو الگ الگ ماحول میں پیدا کر دیا لیکن عبادت کے احکام ایک جیسے ہیں۔ اس لیے الگ الگ انسان جب اللہ کے احکام کو قبول کرتے ہیں تو نتیجہ ایک سا نہیں ہوتا۔ اللہ کریم کا ہر حکم جب بھی آپ بجا لائیں گے، عبادت ہوگا۔ اللہ کریم نے اپنے احکامات آپ تک پیغمبروں کے ذریعے بھیجے۔ اللہ کریم کے کچھ احکامات آپ کو اپنی زندگی کے حوالے سے ملتے ہیں مثلاً جو قدرت کی طرف سے فرض ہوا سے پورا کرنا عبادت ہے۔ اگر سانس لینا فرض ہے تو سانس کی حفاظت عبادت ہے۔ اگر اولاد کی پرورش کرنا فرض ہے تو ان کی دیکھ بھال بھی عبادت ہے۔ اگر آپ کا اپنے ماحول میں گزارہ کرنا فرض ہے تو پھر یہ عبادت ہے۔ اب یہاں ایک چیز بڑے غور والی ہے کہ وہ جو Uniform عبادت کی بات فرمائی گئی یعنی سب کے لیے برابر عبادت، وہ تو ایک ملت کے لیے عبادت کا Collective تصور ہے، Collective حکم ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ملت کے طور پر یہ آپ کا تشخص ہے اور ایک امت کے طور پر یہ آپ کے لیے فلاح کا راستہ ہے اور جب آپ نماز پڑھ چکو تو پھر آپ الگ الگ ہو جاؤ اور اپنے اپنے کاروبار میں لگ جاؤ۔ اب کوئی گاہک ہے، کوئی دوکاندار ہے، کوئی بندہ ہے، کوئی صاحب ہے۔ یہ سب الگ الگ ہیں مگر عبادت میں یہ سب ایک صف میں ہیں۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

یہ شعر بڑا غور طلب ہے کہ جب سارے تیری سرکار میں ایک ہیں تو پھر بندہ و صاحب و محتاج کی تقسیم ہی کیوں ہے؟ جب بندہ و صاحب و محتاج نے عبادت میں ایک ہو جانا ہے تو پھر عبادت سے پہلے کیوں نہیں ایک ہو جاتے۔ دراصل سب مسلمانوں کا ایک ہو جانا ہی عبادت ہے اور عبادت کا اصل ہے ایک ہو جانا۔ تم تو پہلے ایاز اور غزنوی بناتے ہو اور پھر ایک ہوتے ہو۔ پہلے غزنوی کو توڑ پھر ایاز اور غزنوی کو برابر کردے' یہ ہے عبادت! تو اللہ کی عبادت کا مفہوم غزنوی اور ایاز کو برابر صف میں کھڑا کرنا ہے۔ لہٰذا اللہ والوں کا مفہوم غزنوی کا مال اٹھا کے ایاز کو دے دینا ہے۔ جب عبادت کا مفہوم برابر کرنا ہے تو برابری ہی عبادت ہے۔ مدعا یہ ہے کہ سارے ہی ایک جیسے ہو گئے اور سب سے بڑے Reform کرنے والے' اللہ کی طرف سے تشریف لانے والے' کائنات کی تخلیق کے جو باعث ہیں' حضور پاک ﷺ آپؐ نے بھی پیٹ پر پتھر باندھا۔ یہ تم کہتے ہو کہ کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ آپؐ نے عمل کر کے بتایا کہ آپؐ کی ذات گرامی باقیوں سے اسباب میں بہتر نہیں' احوال میں بہتر ہے' اقوال میں بہتر ہے اور مقامات میں بلند ہے۔ لیکن یہ جو حال ہے' دنیاوی حالات ہیں' اس میں آپ ﷺ نے اپنے آپ کو سب کے برابر رکھا۔ جب عبادت کا تصور دینے والے کا یہ

حال ہے تو آج عبادت بیان کرنے والے لوگ اگر اس حال کے علاوہ ہوں تو
عبادت کو کیسے بیان کریں گے؟ لہٰذا عبادت کا مفہوم دینے والا اگر حالات میں
عبادت کا تصور دینے والوں سے مختلف ہے تو اس کے لیے لوگوں کو یہ حکم دینا صحیح
نہیں ہے کہ آپ عبادت میں آؤ ہر چند کہ عبادت کا نظام صحیح ہے۔ لہٰذا اس پہ غور
کریں۔ یہاں ایک نکتہ بڑا ضروری ہے کہ عبادت نے ایک بڑا اہم کام یہ کیا ہے
کہ جو شخص اپنے معاشرے سے یا اپنے مقام سے یا اپنے ساتھیوں سے الگ
ہو گیا یا ان سے مال زیادہ حاصل کر لیا' اس کو ایک یکساں Form of عبادت میں
بلا کے اس کی تبدیلی کی گئی۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے ایک واقعہ سنو کہ سرکار دو عالم
ﷺ ایک دفعہ تشریف لے جا رہے تھے' ایک پختہ مکان بن رہا تھا' آپ ﷺ نے
پوچھا یہ کس کا مکان ہے۔ نام بتایا گیا صحابی ؓ کا۔ وہ صحابی ؓ جب مسجد میں
تشریف لائے اور سلام کیا تو آپ ﷺ نے سلام کا جواب نہیں دیا۔ صحابی ؓ نے
لوگوں سے پوچھا کہ مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے کیا؟ انہوں نے کہا اور بات تو کوئی
نہیں' صرف تیرے مکان کے بارے میں پوچھا گیا تھا۔ وہ صحابی ؓ جا کے
مکان گرا آئے۔ واپس آ کے حضور پاک ﷺ کو سلام کیا۔ آپؐ نے سلام کا جواب
دیا اور فرمایا کہ ''تم یہاں رہنا چاہتے ہو جب کہ ہم یہاں سے نکلنا چاہتے ہیں''۔
مدعا یہ ہے کہ وہ جو عبادت کا تصور ہے اس کے اندر ایک عمل عبادت کے علاوہ بھی
ہے جس پر کسی سازش کی وجہ سے آج تک گرد و غبار رکھا گیا اور وہ گرد و غبار کسی
Reaction میں رکھا گیا ہے کہ کہیں اس میں سوشلزم نہ آ جائے' کمیونزم نہ
آ جائے' کچھ اور واقعات نہ ہو جائیں کچھ یہ بھی ہوا کہ Capitalism کے ساتھ

ہی Mullahism شامل ہو گیا تھا' اس لیے بھی یہ بات گرد وغبار میں رکھی گئی ہے کہ عبادت کے برابری کے تصور کے ساتھ ساتھ انسانوں کے ساتھ ہر حال میں یکساں سلوک ہو۔ ___ اور تمام وسائل کی تقسیم میں بھی یہ سلوک ہو ___ یہ عبادت کے لیے Condition ہے بلکہ Pre-condition ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ اللہ کریم نے کسی کو تین آنکھیں عطا نہیں فرمائی ہیں' دو دو آنکھیں ہیں' وہی چہرہ' پیدائش میں برابر' موت میں برابر' وہی زندگی' وہی آنسو' وہی مسکراہٹیں' اسی طرح اولاد' اسی طرح ماں باپ۔ یہ جو درمیان میں فارمولا ہے مختلف زندگی کا' یہ فارمولا تو اللہ کی پسند کا نہیں ہے۔ چونکہ انسانوں میں اخوت اور برادری کا رشتہ بنایا گیا اور اخوت کا ایسا رشتہ بنایا گیا ہے کہ تم اور بھائی' دونوں مل کر باہم برابر ہو جاؤ' کم از کم پچاس فیصد تم بھائی کے ساتھ برابر ہو جاؤ' اس کا مال اور اپنا مال ملا کے دو پہ تقسیم کر دو تو پھر یہ بھائی چارہ ہو گا۔ اسلام نے پوری ملتِ اسلامیہ کو وحدت میں رکھا۔ لہٰذا ملتِ اسلامیہ کی Total Earning یا ٹوٹل سرمایہ جو ہے یہ ٹوٹل افراد میں یکساں تقسیم ہو تو پھر عبادت بنتی ہے ورنہ عبادت کا تصور بنتا نہیں۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ جیسا کہ میں نے کہا' عبادت کے تصور میں ایک اور بات بڑی قابلِ غور ہے کہ اللہ کریم کے احکام کی بجا آوری عبادت ہے۔ احکام آپ خود بھی پہچانتے ہو یعنی اگر بیماری آ گئی تو صحت کا خیال رکھنا۔ اس طرح ایک چیز یہاں بڑے غور والی ہے کہ جب اللہ کریم نے انسان کو پیدا کیا تو ایک صفت یا ایک صلاحیت' اس انسان میں باقیوں سے نمایاں طور پر الگ رکھ دی۔ جس طرح منصبِ پیغمبری ہے۔ پیغمبر کسی کوشش کا نام تو نہیں ہو سکتا۔ یہ تو

آپ بھی جانتے ہو اور یہ آپ کا عقیدہ بھی ہے۔ اگر پیغمبر کے لیے کوئی فارمولا بنا دو گے کہ آپ یہ تھے، آپ یہ کرتے تھے، لہٰذا پیغمبر تھے، یہ تو بالکل گمراہی ہو جائے گی۔ جو پیغمبر تھے، ان کی ہر بات ہی صحیح ہے کیونکہ پیغمبر خود نہیں بن جاتا، اللہ کی طرف سے بنایا جاتا ہے۔ لہٰذا منصبِ نبوت کے تحفظ کا تقاضا ہے کہ وہ Uniform عبادت کے تصور سے ماورا ہو۔ لہٰذا پیغمبر کی عبادت ماورا ہو گی۔ وہ خود عبادت کا Uniform تصور دے رہے ہیں اور آپ خود Uniform عبادت میں شامل ہو گئے تب بھی پیغمبر کی عبادت دوسروں سے الگ ہو گی، پیغمبر کی نماز الگ ہو گی، ہم Follow کریں گے، ہم Imitate کریں گے لیکن ہماری نماز ان کی نماز کے برابر کبھی نہیں آ سکے گی کیونکہ وہ منصب اور ہے۔ عمل تو یہی ہے لیکن اس کا نتیجہ اور ہے۔ یہ اس لیے ہے چونکہ وہ مقام اور ہے۔ لہٰذا اگر ہم یہ کہیں کہ ہم بھی وہی عمل کر رہے ہیں کہ کتاب سناتے ہیں، کلام سناتے ہیں، تبلیغ کرتے ہیں، ویسے ہی کرتے ہیں جیسے سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا تو اس سے بڑی گمراہی کوئی اور ہے ہی نہیں۔ ویسے کرنے کے لیے ویسی طبیعت چاہیے۔ آپ اپنے طور پہ کرو گے تو آپ کی تبلیغ گمراہی پیدا کر سکتی ہے اور ان کی تبلیغ جو ہے وہ ہمیشہ اصلاح پیدا کرے گی، چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی ایک خصوصی ذات ہیں اور ایک خصوصی پیغام ہیں اور ایک مخصوص شخصیت ہیں۔ لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ جس کے پاس کوئی صفت ہے اس صفت کا تحفظ کرنا عبادت ہے اور اگر وہ پیغمبر ہیں تو ان کی صفت کے اوپر مر مٹنا آپ کی عبادت ہے۔ اس صفت کے تحفظ میں اگر آپ جان دیتے ہو تو یہ آپ کی عبادت ہے۔ وہ ایک الگ عبادت ہے، باقی Uniform

فارمولا ہے۔ اپنی صفت کے تحفظ کی بات کے بعد اگلی بات پہ غور کرو۔ وہ جو بھیجنے والا ہے اگر شاہین کو قوت اور شوقِ پرواز عطا کرے اور شاہین عبادت کرتا رہے اور پرواز نہ کرے تو پھر عبادت غلط ہوگی۔ لہٰذا عبادت کا اصل یہ ہے کہ اس صلاحیت کا بھی تحفظ کر جو تجھے باقیوں سے الگ ملی ہے۔ اگر وہ صلاحیت تو نے توڑ دی ہے اور عبادت قائم رکھی ہے تو سمجھو کہ تو گمراہ ہو گیا۔ لہٰذا عبادت کرنے والا گمراہ بھی ہوسکتا ہے۔ اس میں Exception صرف وہ لوگ ہیں جو اللہ کے خاص بندے ہیں، جن کے مراتب اللہ خود مقرر کرتا ہے اور جو اپنے مرتبے کے خود ہی محافظ ہیں۔ لہٰذا جس کے منصب میں شہادت لکھی گئی ہے وہ شہادت اگر ترک کر دے تو پھر تو عبادت نہ ہوئی۔ اس کے لیے شہید ہونا عبادت ہے۔ اب آپ غور کرو کہ اللہ کریم نے ہر انسان کی فطرت میں ایک خاص صفت رکھی ہے۔ اس صفت کو آپ نے Locate کرنا ہے۔ عبادت تو Uniform ہے، برابر، سب کے ساتھ، اللہ کے عطا کردہ مفہوم کے مطابق، لیکن آپ کی ایک Special Distinction ہے کہ اگر آپ کو علم مل گیا، مرتبہ مل گیا، سوز مل گیا، فغاں مل گیا، آہ و فغانِ نیم شبی مل گئی اور جو بھی چیز مل گئی اس کا تحفظ کرنا ایک الگ عبادت ہے۔ آپ نے اس چیز کا تحفظ کرنا ہے۔ ایک آدمی جو اس صفت کا یا مرتبے کا تحفظ نہیں کرتا اور لوگوں میں عبادت کے نام پر مشہور رہتا ہے، کہ حاجی صاحب ہیں، عبادت گزار ہیں اور آٹے میں ملاوٹ کرتے ہیں، اگر وہ عبادت کرتے ہیں تو عبادت تو کوئی نہ ہوئی۔ کیونکہ وہ جو منصب ہے لوگوں کو، غریبوں کو، بھائیوں کو، مناسب دام میں آٹا کھلانے والا، تو وہ تو فیل ہو گیا۔ لہٰذا جتنی Uniform عبادت ہے وہ پیچھے رہ جاتی

ہے کیونکہ وہ شخص اصل میں مسلمانوں کا دشمن ہے۔اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ
مسلمانوں کا دشمن اگر مسجد بنائے تو وہ مسجد گرادو۔مسلمانوں کا ایک دشمن منافق
ہوتا ہے۔اللہ نے فرمایا ہے کہ اگر منافق یہ کہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ اللہ
کے رسول ہیں تو اللہ کہتا ہے کہ یہ بات تو صحیح ہے کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں مگر یہ
منافق جھوٹ بولتے ہیں۔لہٰذا ثابت یہ ہوا کہ جھوٹا آدمی جو فطری طور پہ جھوٹا ہے
اگر وہ عبادت کے حوالے سے سچ بھی کہہ رہا ہے تب بھی بے اثر ہے' تب بھی غلط
ہے۔لہٰذا صداقت کے احکامات کو بیان کرنے کے لیے پہلی شرط تمہارا صادق
ہونا ضروری ہے۔تب جا کے تم یہ بات کہہ سکتے ہو۔وہ جو فطرت نے تمہارے
اندر سپیشل قسم کا ایک جوہر رکھا ہے اس کا تحفظ ضروری ہے۔مثلاً ایک شخص ڈاکٹر
ہے اور اگر وہ عبادت کی وجہ سے ڈاکٹری کے اندر ملاوٹ کر گیا یعنی یہ کہتا ہے کہ
Patient کو چھوڑو' نماز کا ٹائم ہو گیا ہے' نماز پڑھتا رہا اور اگر Patient مر گیا تو
یہ اس کی عبادت جو ہے ناں At the cost of patient ہے۔لہٰذا عبادت کا
جو اسلام نے مفہوم بنایا' یہ Common Form ہے Prayer کی۔اور آگے جو
ہے وہ تمہارے اللہ کے ساتھ تمہاری Sincerity کی۔اگر تم اللہ کے سامنے
Sincere نہیں ہو' اپنی ذات میں Sincere نہیں ہو تو یہ ظاہر کی جو عبادت ہے
وہ تمہارے کام نہیں آئے گی۔لہٰذا اس عبادت کے لیے بہت ضروری ہے کہ آپ
کو یہ پہچان ہونی چاہیے کہ خالی عبادت کی جو Form ہے یہ کام نہیں آئے گی
جب تک کہ آپ فطری طور پر اور اصلی طور پر اس خیال کے ساتھ تعاون نہ کریں
جس خیال نے آپ کو یہ چیز دی ہے اور جو فارم آپ ﷺ نے کر کے دکھائی ہے کہ

برابری کیسے ہے اور اخوت کیسے ہے' اس کے مطابق نہ چلو تو یہ عبادت نہیں۔ آپ نے پڑھا ہوا ہے کہ ایک جنگ میں زخمی ہونے والے کئی اصحاب ایک دوسرے پہ ایثار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ پہلے آپ پانی پیو' پہلے آپ پیو' اور پھر سارے ہی شہید ہو جاتے ہیں۔ مقصد یہ کہ Brother thy need is greater than mine کے مطابق وہ یہ کرتے کرتے سارے ہی شہید ہو گئے۔ اگر یہ ایثار موجود نہیں ہے بلکہ خود غرضی ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ دھوکا ہے اور ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کی خواہش ہے اور مال کا غرور ہے اور اعمال کا غرور ہے او دوسرے لوگوں کی Cost پر عبادت ہو رہی ہے تو عبادت Uniform نتیجہ کیسے پید اکر سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام عبادت کے باوجود اور اسلام کے باوجود' مسلمانوں کی حالت پست ہے۔ اگر آپ مانتے ہو کہ آپ کا اللہ واقعی وہ اللہ ہے جو کائنات کا بنانے والا ہے اور آپ یہ بھی مانتے ہو کہ وہ قادر ہے ''علیٰ کل شیء قدیر'' ہے اور یہ بھی مانتے ہو کہ اس کا پسندیدہ دین جو ہے وہ اسلام ہے اور آپ یہ بھی مانتے ہو کہ آپ اسلام میں ہیں' وہ اللہ جو مالک ہے' اس کی پسند یہ دینِ اسلام ہے' وہ اللہ آپ کے کام بالکل نہیں کرتا۔ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ اس لیے کہ آپ جو دین کے حوالے سے دین کے اندر بے دین لوگ اکٹھے ہو گئے ہو' یہ آپ کی سزا ہے۔ اس لیے پہلے اپنے اندر دین نافذ کرو____ جب تک آپ اللہ کو واقعی نہیں مانتے' اس کی واقعی عبادت نہیں کرتے' یہ عبادت آپ کے لیے کچھ رنگ نہیں لائے گی۔ ایک جگہ ایک بزرگ تقریر کر رہے تھے کہ مسلمانو! تم نماز نہیں پڑھتے' عبادت نہیں کرتے' اگر تم لوگ نماز پڑھو اور عبادت کرو تو اللہ تعالیٰ

آپ کو بڑی برکت دے گا، تمہارے بھی ایٹم بم بن جائیں گے، تمہاری بھی بڑی فیکٹریاں لگ جائیں گی۔ ایک آدمی فی البدیہہ بولا کہ اگر نماز ہی ایٹم بم کی شرط ہے تو وہ لوگ جو بم بنا چکے ہیں وہ کون سی نماز پڑھتے ہیں۔ مدعا یہ ہے کہ پس ماندہ ہونا اس لیے نہیں ہے کہ نماز نہیں پڑھتے۔ اصل میں جو منافق ہے وہ نماز کے باوجود بھی پسماندہ رہے گا۔ نماز آپ کے باطن کا خبث دور نہیں کرتی، صرف ظاہر کی بے حیائی ترک ہو جائے گی۔ جب آپ نماز میں ہیں اب اس دوران کیا بے حیائی ہو گی۔ اگر آپ واقعی نمازی ہیں تو آہستہ آہستہ ایک ''فارم'' بن جائے گی اور ایک معاشرہ بن جائے گا۔ لیکن وہ جو بنیادی Dishonesty ہے وہ کیسے دور ہو گی۔ اس کی اصلاح ہونی چاہیے۔ اس کی اصلاح کو تزکیہ کہتے ہیں۔ اس لیے کہتے ہیں کہ اگر انسان متقی نہ ہو تو قرآن ہدایت نہیں دیتا! یعنی اللہ کا کلام اس آدمی پر اثر نہیں کرتا جو متقی نہ ہو۔ لہٰذا قرآن نے متقی نہیں بنایا، متقی نے قرآن کو سمجھنا ہے۔ تقویٰ تو Pre-condition ہے۔ پہلے آپ نے ایک اچھا انسان بننا ہے۔ اچھا انسان ہونے کی حیثیت سے آپ کے لیے نماز درجات کا ذریعہ ہے۔ نماز میں بڑے درجات ہیں، انتہا کا درجہ آپ کے لیے ہو سکتا ہے اگر آپ کے اندر وہ باطنی خرابی نہ ہو۔ ایک حدیث شریف یاد ہو گی آپ کو کہ ایک آدمی جس کا رزق حرام ہے، جس کے افکار حرام ہیں، جس کے بال پراگندہ ہیں، جس کا لباس ناپاک ہے، جس کی زندگی صحیح نہیں ہے، اگر وہ عبادت کرتا ہے اور دعا کرتا ہے تو وہ کیسے منظور ہو۔ کان یطعم حرام و یلبسوا حرام۔ اس کا طعام حرام، لباس حرام، خیال حرام، اس کا فکر حرام، اس کی ساری زندگی حرام، اور اگر ذاتی زندگی میں

ساری کی ساری آلائشیں ہیں تو اس کی عبادت کیسے منظور ہو' تو عبادت ان لوگوں نے روکی ہوئی ہے جو عبادت کرتے ہیں اور اندر کا' باطن کا شر نہیں نکالتے۔ عبادت کا نتیجہ انہوں نے روکا ہوا ہے۔ اس طرح کہ کڑھائی میں دودھ گرم کیا اوران کے اندر شرارت سے کوئی ناپاک چیز ڈال دی۔ بڑی مشہور مثال ہے کہ کنوئیں میں اگر کوئی ناپاک چیز گر جائے تو اتنے 'بوکے'' نکالو یعنی کتا گر جائے تو ایک سو 'بوکے'' نکالو۔ ایک دفعہ کنوئیں میں کتا گر گیا لوگوں نے کہا کہ سو 'بوکے'' نکال دیے ہیں۔ مولوی صاحب نے پوچھا کتا نکال دیا ہے؟ کہتے ہیں کتا تو اندر ہی ہے۔ تو بات یہ ہے کہ جب تک کتا اندر سے نہ نکلے' کنواں ''بوکوں'' سے پاک کیسے ہو؟ اس لیے بہت ضروری ہے کہ پہلے مرا ہوا کتا باہر نکلے۔ پھر ''بوکے'' نکالنا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر آدمی کی زندگی میں حج کے بعد انقلاب نہیں آتا۔ ایک آدمی حج پہ گیا' اس نے بتایا کہ اس کی جیب کٹ گئی۔ اسے کسی نے کہا کہ اب تم معاف کر دو اس کو۔ کہتا ہے جی خانہ کعبہ میں جیب کٹ گئی' یہ تو بڑی زیادتی کی بات ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ لطف کی بات یہ ہے کہ اس نے خانہ کعبہ میں کاٹی ہے' اس نے تیری جیب سے پیسہ لیا ہے اور اللہ کے گھر میں لیا ہے اور تو نے بھی تو اللہ سے لیا ہوا تھا' اب اسے اللہ کے لیے معاف کر دو۔ تو مدعا یہ ہے کہ یہاں تک بات پہنچی ہوئی ہے۔ خانہ کعبہ کے اندر تک پہنچی ہوئی ہے۔ آپ لوگوں کے شر کا قصہ اللہ کے گھر تک پہنچا ہوا ہے۔ اس سے پہلے کہ اس کی عاقبت اور سزا فوری طور پر آئے' اب یہ مقام توبہ کرنے کا ہے کیونکہ یہ گستاخی وہاں تک پہنچی ہوئی ہے۔ پہلے خرابی ذاتی طور پر ہوتی ہے لیکن کسی ملک کے عالمِ دین میں کوئی شر ہو تو پھر

بات بہت دور تک نکل جاتی ہے۔ اگر کسی ملک کے عالمِ دین میں شر ہو تو پھر بھی بات بہت دور تک نکل جائے گی۔ کسی مسجد کے اندر کوئی نامناسب واقعہ ہو تو بات پھر دور تک نکل گئی۔ علم دینے والے اگر بے علمی پھیلاتے جائیں تو بات پھر دور تک نکل گئی۔ لہٰذا اس بات کا بڑا احساس کرنا پڑے گا کہ یہ کون لوگ ہیں جو عبادات کے باوجود' سب سے بلند نظریہ رکھنے کے باوجود' اور مسلمان ہونے کے باوجود' ہلاکت ہی ہلاکت میں ہیں۔ نہ ہماری یہ زندگی بنی اور نہ وہ بنتی نظر آ رہی ہے۔ مسلمانوں کو مسلمان ہونے کا انعام یہ ملا ہے کہ ''موت کا منظر'' ان کے لیے لکھ دی گئی ہے۔ کافر تو پہلے سے ہی نہیں مانتا کہ موت کا منظر کیا ہوتا ہے۔ اب مسلمانوں کے لیے سزا یہ ہے کہ آپ لوگوں کے لیے ایسی کتابیں لکھی جائیں ''موت کا منظر مع مرنے کے بعد کیا ہوگا'' اب آپ تک جنت کا تصور بھی نہیں آنے دیا گیا۔ ہماری عبادات اس حد تک آلودہ کر دی گئی ہیں۔ اس بات پہ بڑا غور کرنا چاہیے آپ کو۔ لہٰذا ایک تو عبادت وہ ہوئی جو سب کے لیے فرض کی گئی ہے' پھر وہ ذات پاک ﷺ کہ جس نے عبادت کا تصور دیا ان کی شخصیت پر مر مٹنے کی خواہش عبادت ہے اور تیسرا اس صفت کا تحفظ جو آپ کو اللہ کریم نے فرض کے طور پر دے رکھی ہے۔ مثال کے طور پر اولاد اور ماں باپ کا معاملہ دیکھو۔ اللہ کریم بار بار فرماتے ہیں کہ ماں باپ کے سامنے اف نہ کرنا **ولا تقل لهما اف ولا تنهر هما وقولوا قولا كريما** ۔ ان کے سامنے اف نہ کرنا' نہ انہیں جھڑکنا اور ان سے نرمی سے بات کرنا۔ اب نہ ماننے والا کہہ سکتا ہے کہ یا اللہ ہم تو تیری عبادت کرتے ہیں' یہ ماں باپ کون سی مصیبت درمیان میں آ گئی ہے۔ لیکن آپ

اف نہ کرنا۔ مانتے جانا کیونکہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ لہٰذا وہ فرض بھی اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ اولاد کی پرورش بھی اللہ کی طرف سے ایک فرض ہے۔ سانس کا سلسلہ قائم رکھنا بھی اللہ کی طرف سے فرض ہے اور اپنے رزق کو صالح بنانا بھی اللہ کی طرف سے فرض ہے، اور آج کل رزق پورا ہوتا ہی نہیں۔ قوم مسکین ہوئی پڑی ہے۔ مسکین وہ ہوتا ہے جو محنت کے باوجود رزق پورا نہ کر سکے۔ اس لحاظ سے اکثر لوگ تو مسکین ہو گئے۔ اور وہ لوگ ظالم کہلاتے ہیں جن کے پاس پیسہ زیادہ اور خرچ کم ہو، ایسے لوگوں کے پاس پیسہ زیادہ ہے اور لوگوں پر پیسے کی وجہ سے فوقیت دکھاتے ہیں اور پھر دعوتِ اسلام کا شوق رکھتے ہیں۔ لہٰذا آپ سے گزارش یہ کرنی ہے کہ اسلام صرف عبادات کا نام نہیں ہے بلکہ اسلام اللہ تعالیٰ کو ماننے کا نام ہے۔ اللہ وہ جس نے آپ کو زندگی عطا فرمائی۔ اللہ وہ جو منصب عطا فرماتا ہے۔ اگر آپ اپنا منصب اور اپنی صفت چھوڑ دو اور صرف عبادت کرو تو یہ صحیح نہیں ہے۔ مثلاً ماں باپ بیمار ہوں اور انہیں اکیلا چھوڑ جاؤ تو آپ کی عبادت بے معنی ہے۔ اگر کسی مکان کو آگ لگی ہوئی ہے اور آپ عبادت کرتے جا رہے ہو تو مکان تو جل کے راکھ ہو جائے گا۔ پھر آپ کی عبادت آپ کے لیے کیا نتیجہ لائے گی؟ یہ سب کو پتہ ہونا چاہیے۔ تو عبادت کا مقصد یہ ہے کہ سب کو ایک جگہ جمع کر کے برابر کیا جائے۔ اقبال نے کہا تھا کہ ؎

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے

تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

تو اس کی سرکار میں صرف نماز میں نہیں پہنچنا بلکہ ہر وقت پہنچنا ہے۔ کہیں یہ نہ کہنا

کہ نماز میں تو ہم ایک ہو جاتے ہیں لیکن بعد میں ہم الگ ہیں۔ وہ سرکار یعنی اللہ ہمیشہ ہی' ہر جگہ ہی موجود ہے' وہ اس لیے موجود ہے تا کہ آپ ہر حال میں ایک ہو جاؤ۔ تو یہ جو تقسیم ہے بندہ وصاحب ومحتاج کی' یہ تقسیم عبادت میں ہمیشہ حائل رہے گی۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے خود ایک دفعہ دیکھا کہ ایک بہت بڑا آدمی' جو وقت کا بادشاہ تھا جب وقت پر نماز کے لیے پہنچ نہ سکا تو اس کے لیے جماعت لیٹ کر دی گئی۔ یہاں تک تو میں نے خود دیکھا ہے کہ مغرب کی اذان ہو چکی تھا اور پھر بھی جماعت لیٹ کر دی گئی کیونکہ صاحبِ اقتدار شخص ابھی نہیں پہنچا تھا۔ تو آپ کا مولوی یہاں تک لے گیا ہے کہ اسلام کو' کہ اب آپ کا اسلام جو ہے وہ Subservient to the Rulers ہو گیا۔ حکومتِ وقت کہتی ہے کہ آپ کوئی ایسی آیت پڑھو جو ہماری تقریر کے مطابق ہو اور یہ ہوتا جا رہا ہے۔ اس لیے آپ اللہ کریم کے آگے دعا کرو کہ یا اللہ ہمیں عبادت کرنے سے پہلے ہماری اندر کی خامی دور کرنے کی توفیق عطا فرما تا کہ ہمارا باطن اللہ کو مان لے۔ اگر صرف زبان سے اللہ اللہ کہنا کافی ہوتا تو پھر طوطا تو سارا دن اللہ اللہ کرتا رہتا ہے' پھر بھی طوطا ہی رہتا ہے' تو مدعا یہ ہے کہ صرف زبان سے ''اللہ'' کہنے سے بات نہیں بنتی۔ یہ ناممکن ہے کہ ایک آدمی اللہ اللہ کرتا جائے اور پھر انصاف نہ کرے' رحم نہ کرے' احسان نہ کرے اور پیسے کے بل پر لوگوں میں ممتاز ہو جانا چاہے۔ اللہ کریم کا یہ حکم دیکھو کہ وہ لوگ جو مال جمع کرتے ہیں اور گنتے ہیں' ان کے لیے کیا عذاب ہے'
الذی جمع مال و عدده یحسب ان ماله اخلده کلا لینبذن فی الحطمة ۔ جو لوگ مال جمع کرتے ہیں اور گن گن کر رکھتے ہیں اور یہ خیال کرتے

ہیں کہ یہ مال ہمیشہ ان کے پاس رہے گا' نہیں بلکہ وہ حطمہ میں پھینک دیا جائے گا۔ جب اللہ کا حکم ہے کہ نماز پڑھو تو یہ حکم بجالاؤ۔ اللہ نے ہی حکم دیا ہے کہ مال خرچ کرو' اب بندہ کہتا ہے کہ بعد میں دیکھیں گے۔ یہ شخص جھوٹا ہے۔ اللہ نے یہ حکم دیا کہ یتیم کا مال نہ کھاؤ' تمہارے پیٹ میں آگ نہیں ہونی چاہیے' کہتا ہے یہ بعد میں دیکھیں گے' پہلے ہم حج کر کے آ جائیں۔ یتیم کے مال سے حج کر کے آ گیا۔ مالِ یتیم ایسے ہے کہ **فی بطونھم نارا**۔ جیسے ان کے پیٹ میں آگ ہو۔ یہ کیسا مسلمان ہے جو یتیم کا مال کھا کے اللہ کے ہاں حج پہ جا رہا ہے' اب آپ غور سے دیکھو کہ حج اپنے اصل مفہوم سے الگ ہو گیا ہے۔ یتیم کا مال کھانے والا اللہ کے آگے بے دھڑک جاتا ہے اور پھر خانہ کعبہ میں بلیڈ لگا کے غلاف پھاڑ کے لایا کہ یہ تبرک ہے۔ وہاں اور بھی واقعات ہو جاتے ہیں۔ خانہ کعبہ سے جوتے اٹھا لیتے ہیں۔ ایک سوڈانی عورت تھی' اس نے گرہ میں پیسے باندھے ہوئے تھے' کسی نے گرہ کاٹنے کی کوشش کی تو چونکہ اس نے پیسے پیٹ سے باندھ رکھے تھے' لہٰذا اس بیچاری کا پیٹ زخمی ہو گیا۔ خانہ کعبہ میں گولی چلنے کا واقعہ تو خیر آپ نے اخبار میں پڑھا ہو گا۔ ایک آدمی نے خانہ کعبہ میں امام ہونے کا اعلان کیا' یا تو وہ جھوٹا ہے یا تم ظالم ہو۔ دونوں میں سے ایک سچا ہو گا۔ لیکن اسلام ٹوٹ گیا۔ اب اگر وہ امام جھوٹا ہے تو جھوٹا شخص خانہ کعبہ میں جھوٹ بول رہا ہے' بڑا ظالم ہے وہ۔ اگر وہ جھوٹا نہیں ہے تو پھر تم بہت ظالم ہو' تم نے سچے کو مار دیا اور خانہ کعبہ میں مار دیا۔ کہتے ہیں کہ پاکستان کو دیکھ لو' پاکستان میں تقریباً سارے ہی مسلمان ہیں۔ تو کیا ملاوٹ کوئی رام سنگ کرتا ہے؟ کوئی ہندو آتے ہیں؟ چوری بھی ہوتی

ہے' یہ مسلمان کرتے ہیں۔ ڈاکہ لگتا ہے' مسلمان لگاتے ہیں اور نواب پور کا واقعہ کتنا سنگین تھا۔ آپ سناتے ہیں ناں کہ سندھ میں محمد بن قاسم تشریف لائے کیونکہ مسلمان عورتوں سے کسی نے زیادتی کردی۔ عالمِ اسلام کو بڑا جلال آ گیا اور محمد بن قاسم جلالت ِ کبریا بن کے آیا اور اس نے راجہ داہر کو تہس نہس کر دیا۔ اگر بالکل یہی واقعہ مسلمان عورتوں کے ساتھ مسلمان مرد کریں تو؟ بس یہاں پر سب خاموش ہیں! معاشرہ Collapse ہو گیا بلکہ Total Collapse ہو گیا۔ جب یہ ہو چکا ہے تو اب تم کون سے اسلام کو Stress کرتے جا رہے ہو۔ اس کا حل کیا ہے؟ تو پہلے کتا باہر نکالو۔ تم صرف ''بوکے'' نکالتے جا رہے ہو۔ خمیر اور ضمیر میں جو جھوٹ آ گیا ہے' اس سے بچنے کی کوشش کرو۔ اس لیے میں کہہ رہا ہوں کہ عبادت میں ظاہری Form کو بھی قائم رکھو یعنی نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ' اور اللہ کی ذات سے وابستگی اتنی رکھو کہ آپ کو اس کی آن پر مر مٹنے کا کوئی موقع ملے تو اس کو غنیمت جانو۔ اس طرح نجات ہو جائے گی۔ حضور پاک ﷺ کی آن پر جان نثار کرنے کا کوئی موقع تلاش کرو' اگر ایسا موقع مل گیا تو بڑے نصیب کی بات ہو گی۔ اس عشق میں جان دے دینا بڑی بات ہے۔ پھر جو صفت خدا نے آپ کے اندر رکھی ہے اس کا تحفظ کرنا بھی بڑی عبادت ہے۔ اپنے فرائض خوش اسلوبی سے انجام دو' یہ عبادت ہے۔ وہ جو کام کرنے والا شخص ہے صحیح کام کرے' بنانے والا صحیح چیز بنائے' بیچنے والا صحیح بیچے' خریدنے والا صحیح خریدے' یہ سب عبادت ہی عبادت ہے۔ اس لیے عبادت کا بڑا خیال رکھو۔ آپ اپنی زندگی کا تحفظ کرو۔ یہ بھی عبادت ہے۔ لوگوں کی خدمت کرو' یہ عبادت ہے۔ یتیم کا مال نہ

کھاؤ' یہ عبادت ہے۔ ماں باپ کا ادب کرو' خدمت کرو' یہ عبادت ہے۔ اولاد کی پرورش کرو' عبادت ہے۔ وعدے پورے کرو' عبادت ہے' تم جب اسلام کی انتہا بیان کرتے ہو تو حضور پاک ﷺ کو "صادق الوعد" کہتے ہو کیونکہ آپ ﷺ سارے وعدے پورے کرتے ہیں' آپؐ امین ہیں' آپؐ صادق ہیں۔ تو پھر صادق کا دین ہو اور غیر صادق ماننے والے ہوں تو دین آپ کو کیا تاثیر دے گا۔ قرآن سچے اللہ کا کلام ہے اور اگر پڑھنے والا جھوٹا ہو تو اثر کیا کرے گا؟ اللہ کا کلام ہے اور اس کو غیر متقی شخص پڑھ رہا ہے' اب کیا اثر ہو گا۔ اس لیے قرآن پاک کی تاثیر اس شخص پر بند ہے جو متقی نہ ہو۔ نماز کی تاثیر اس شخص پر بند ہے جس کا دل ایمان نہ لایا ہو۔ اسی طرح حج کی تاثیر اس شخص پر بند ہے جس کا دل حاجی نہ ہو۔ اس لیے کم از کم آپ اپنے باطن کا جائزہ لو کہ کون سی عبادت ہے جو رہ گئی ہے۔ بہت سی عبادتیں ہیں' انسان سے پیار کرو' انسانوں کو Like کرو کیونکہ اللہ کریم نے یہ انسان پیدا کیے ہیں۔ ایک آدمی انسان سے نفرت کرتا ہے اور نماز سے پیار کرتا ہے' وہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ یہ عبادت ہے۔ اگر تم سڑک کے کنارے لگے ہوئے سایہ دار درخت کاٹتے جاؤ اور کہو کہ میں خدمت کر رہا ہوں تو یہ خدمت تو نہ ہوئی۔ انسانوں کے لیے آسائش پیدا کرو' چار دن کا میلہ ہے اور یہ گزر جانا ہے۔ اس زندگی میں انسانوں کے لیے کوئی خوبی اور کوئی بھلائی کر جاؤ۔ اللہ سے یہ نہ کہنا کہ میں نے نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ کر لیا ہے لیکن انسانوں کو تُو آپ ہی سنبھال۔ حقیقت میں تمہارا دل جو ہے وہ زبان کے ساتھ شریک ہی نہیں۔ گلے کے اوپر سے کلمہ نکل رہا تھا اور تمہارے اندر کچھ اور ہی واقعات ہوئے پڑے

تھے۔اس لیے ان باتوں کا خیال رکھو۔عبادت اس خاصیت کا تحفظ ہے جو آپ سمجھتے ہو کہ اللہ کی طرف سے آپ کو ملی ہے۔مثلاً رات کو ایک مہمان آ گیا' آپ نے بلایا نہیں' اس نے آنے سے پہلے بتایا نہیں تھا۔اب تم سوچو کہ اگر مہمان خود آیا ہے تو بے شک باہر نکال دو اور اگر یہ سوچتے ہو کہ اللہ کریم نے اسے بھیجا ہے تو خدمت کرلو۔اگر آپ سمجھتے ہیں کہ اللہ کریم یہ کائنات چلا رہا ہے تو پھر بڑی احتیاط کرنا۔اگر آپ سمجھتے ہیں کہ یہ کائنات خود چل رہی ہے پھر مذہب میں شامل ہونے کی ضرورت ہی کوئی نہیں۔ یہ ماڈرن لائف کافی ہے' اس کو چلنے دو' جس طرح چل رہی ہے۔آپ نے اپنی ذات کی Total اصلاح کرنی ہے کہ دل اس کو پیش کرنا ہے جس نے دین دیا ہے اور اگر پیش کرنے کے قابل نہیں ہے تو پھر آپ کی عبادت ہلاکت ہے۔میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ اور کیا کیا عبادت ہے' آنکھ خراب ہے تو سرمہ ڈالنا عبادت ہے' نیند نہیں آتی ہے تو اس کی حفاظت کرنا عبادت ہے' سونے کا وقت ہے سو جاؤ' عبادت ہے' کھانا کھاؤ صحت کے لیے' عبادت ہے' ماں باپ کی خدمت کرو' عبادت کرو' گزرے ہوئے بزرگ جو رخصت ہو چکے ہیں ان کی قبر پر فاتحہ کہو' یہ عبادت ہے' اولاد کے حق میں دعا کرو' یہ عبادت ہے' ناراض بھائی کے ساتھ صلح کرو' عبادت ہے' زندگی کو آسان بناؤ' عبادت ہے' اللہ کریم کا شکر بجالاؤ' عبادت ہے' مسلمانوں کی وحدت ہونے کی تمنا کرو' یہ عبادت ہے' اللہ کی منشاء پوری کرنے کے لیے آپ کے اندر کوئی عمل پیدا ہو جائے تو یہ عبادت ہے۔ Plus وہ عبادات تو ہیں ہی سہی ساری' حج روزہ زکوٰۃ نماز۔وہ تو ہر حال میں موجود ہیں۔لہٰذا اگر آپ کے دل میں ایک صحیح عقیدہ

ہوتو آپ کا ہر عمل عبادت ہے۔ صحیح مسلمان ہو جاؤ تو تمہارا ہر عمل عبادت ہے۔ اسلام کیا ہے؟ مسلمان کا عمل۔ مسلمان کا ہر عمل اسلام ہے۔ لہٰذا آپ مسلمان بن جاؤ، آپ کا ہر عمل اسلام ہے، آپ کا ہر فعل عبادت ہے، آپ عمومی طور پر عابد بن جاؤ، عابد کا مطلب ہے کہ ؎

میں منیا نال یقین دے
تے میں ویکھیا اکھیاں نال

یعنی اگر یقین کے ساتھ مان لو تو پھر تم اپنی آنکھوں سے سب دیکھ لو گے۔ یہ اصل عبادت ہے۔ مثلاً ایک چیز بڑے غور والی ہے کہ کوئی ایک فنکشن، جس فنکشن کو ہم نیکی کا فنکشن کہیں مثلاً یہ کہ یہاں پر میلاد شریف ہو رہا ہے۔ اب آپ یہ دیکھو کہ اس فنکشن میں میلاد شریف پڑھنے والا نیک ہے، سننے والے پاکیزہ ہیں اور اس کے اندر جو جھاڑو دینے والا ہے، جس کو اس فنکشن کی کوئی سمجھ نہیں ہے وہ بھی اتنا ہی ثواب اور اتنا فیض لیے ہوئے ہے۔ اگر مستری نے مسجد میں باوضو ہو کے اینٹیں لگائی ہیں، ادب سے لگائی ہیں تو اس کو بھی مسجد بنانے والے، نماز پڑھنے والے اور نماز پڑھانے والے کی طرح ثواب ملے گا۔ لہٰذا اس فنکشن کے اندر شامل کوئی انسان جو بظاہر شامل نہیں ہوتا، اس کی شمولیت بھی لازمی گنی جائے گی۔ مثلاً آپ یہاں پر کسی بڑے فنکشن میں بیٹھے ہوئے دعا کر رہے ہیں اور مٹھائی تقسیم کر رہے ہیں، مٹھائی بنانے والے نے کہاں بنائی اور گندم اگانے والے نے کہاں اگائی۔ اس بے چارے کو تو کچھ نہیں پتہ کہ عبادت کیا ہے؟ وہ گندم اگاتا جا رہا ہے، وہ کارندہ ہے اور انسان کی شکل میں ہے۔ اللہ

کریم نے اس کو اس کام پر لگایا ہوا ہے اور وہ اپنا کام کرتا جا رہا ہے۔ اگر وہ کسان اپنا فنکشن صحیح ادا کرتا جا رہا ہے تو یہ فنکشن اس کی عبادت میں شامل ہے اگر وہ کسان کسی اور طرف نکل جائے تو اس کا اصل کام رہ جائے گا۔ اس لیے اگر ایک نیک آدمی جو نیکی کے سفر میں جا رہا ہے اسے راستے میں جس نے چائے پلائی وہ بھی اس کے سفر کا حصہ ہے۔ اتنی بات یاد رہے۔ اس لیے نیک لوگوں کی خدمت کرنا بھی نیکی ہے۔ لوگوں کے لیے دعا کرنا بھی عبادت ہے۔ عبادت آپ کی اپنی Sincerity کا نام ہے۔ آپ جب یقین کے ساتھ مان جاؤ تو آپ آنکھوں سے دیکھ لو گے۔ پورا شعر کیا ہے؟

میں منیا نال یقین دے تے میں ویکھیا اکھیاں نال
اوہدے ہتھ کھنڈی یٰسین دی اوہدے گھونگروالے وال

تو بات اتنی ساری ہے۔ یقین کے ساتھ مانو تو آپ اللہ کو قریب پاؤ گے۔ اللہ کو نہ چھوڑنا، اللہ تمہیں نہیں چھوڑے گا۔ وہ عمل نہ کرو جس کے بعد آپ کو ندامت ہو۔ جس چیز سے اللہ نے منع کر دیا ہے اس سے بچنا۔ منع کی ہوئی بات سے بچنا عبادت ہے، اللہ کی ناراضگی سے بچنا عبادت ہے اور اللہ کی رضا مندی کو چاہنا عبادت ہے۔ اب آسان سی بات ہے، عبادت کیا ہے؟ "یا اللہ مسلمانوں کی فلاح فرما!" مسلمانوں کی فلاح مانگنا عبادت ہے۔ "یا اللہ مسلمانوں کو آسانیاں عطا فرما!" یہ کہنا عبادت ہے۔ "یا اللہ مسلمانوں کو مسلمان ہی بنا دے!" یہ عبادت ہے۔ "ان کے باطن سے وہ چیز نکال دے جو بیماری ہے!" یہ عبادت ہے۔ "یا اللہ میرے حال پہ رحم فرما!" یہ عبادت ہے۔ "ماں باپ کی خدمت کی

توفیق عطا فرما!'' یہ عبادت ہے۔ ''اولاد کی خدمت کی توفیق عطا فرما!'' یہ عبادت ہے۔ ''یا اللہ میں اس صفت کا تحفظ کرلوں جو آپ نے عطا فرمائی ہے' جو میں جانتا ہوں اور آپ جانتے ہیں!'' یہ عبادت ہے۔ ہر آدمی جانتا ہے کہ وہ کیا صفت رکھتا ہے۔ گانے والا گانے سے محروم ہوجائے تو وہ عبادت سے محروم ہوگیا۔ میتھیمیٹکس والا اگر میتھیمیٹکس چھوڑ دے تو پھر عبادت سے محروم ہوگیا۔ اس لیے Mathematician اپنے میتھیمیٹکس میں Sincere ہوجائے' عربی دان عربی میں Sincere ہو جائے' فارسی دان اگر فارسی تک Sincere نہیں ہے' عبادت نہیں ہے۔ آپ اپنی فطرت کے اندر رہ کر پوری طرح Sincere ہو جاؤ۔

اس لیے اے مسلمانانِ عالم! آپ لوگ غور کرو کہ کیا وجہ ہے کہ مسلمان اکٹھے نہیں ہوتے۔ ایک آدمی فرانس جاتا ہے اور غریبی ہمارے ہاں آتی ہے اور کہتے یہ ہیں کہ حضور پاک ﷺ کے دیس کے تھے۔ مقصد یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ کی دعا سے حاصل ہونے والا تیل' حضور پاک ﷺ کی امت تک نہیں پہنچا۔ درمیان میں مسلمان حائل ہیں۔ سعودی عرب کی جو منفعت ہے وہ غریب پاکستان تک نہیں آئی۔ ہمیں مدد کہاں سے آرہی ہے' امریکہ سے Aid' یہودی سے مدد لے کر ہندو سے لڑنے کا پروگرام بنا رہے ہیں' ہم پہلے ہی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ یہودی سے مدد لے کے تو ہندو سے ہم نے کیا لڑنا ہے۔ مسلمان کا مال یہودیوں کے پاس جا رہا ہے' تیل ادھر جا رہا ہے' ادھر سے تعیش کا ساماں آرہا ہے۔ کہتے ہیں کہ سعودی عرب کے رہنے والے Actual لوگوں کے گھروں کی

زندگی کیا ہے؟ آپ قبل از اسلام کے ہنگاموں کو بھول جاؤ۔ شکر کرو کہ بھرم ہی بھرم قائم ہے۔ اگر آپ کو وہاں رہنے کا اتفاق ہو تو پہلی خواہش آپ کی یہ ہوگی کہ ہم یہاں نہ رہیں' تو ان لوگوں کی زندگی ایسی ہے۔ آپ میں سے اگر کوئی چاہتا ہو کہ اسے سعودی عرب کی شہریت ملے تو ملے گی نہیں کیوں کہ آپ جاں نشین نہیں ہو۔ حالانکہ آپ ہی ہو جان نشین اس فکر کے۔ تو اس فکر کے جانشین جو ہیں' اس فکر کے قابضین کے لیے غیر ہیں اور وہ اس فکر پر قابو ہوئے بیٹھے ہیں اور آپ لوگ غیر ہو حالانکہ آپ جانشین ہو۔ اللہ کریم کوئی فیصلہ سنائے تا کہ آپ پر آسانیاں ہوں۔ آپ کی آدھی سے زیادہ زندگی روٹی میں گزرتی ہے' کھانے کے ٹائم سے پہلے پہلے آپ نے مرجانا ہے۔ کہتا ہے اللہ کا بڑا فضل ہے۔ کیا فضل ہے؟ کہتا ہے تنخواہ سے گزارہ پورا ہو جاتا ہے اور وہ جو عرب والے لوگ ہیں وہاں جا کے دیکھو تو منٹوں کے حساب سے سونا باہر نکل رہا ہے۔ Black Gold نکل رہا ہے مگر آپ کی طرف نہیں آیا۔ پاکستانی کو نکال دیں گے اس لیے کہ کوریا کی لیبر سستی ہوگی۔ آپ ہندو ہوں یا Non Muslim ہوں' بالکل سارا پیسے کا علم آیا پڑا ہے۔ اسلام کی وحدت عالمِ اسلام میں اندر سے پارہ پارہ ہو چکی ہے اس لیے دعا کرو کہ ایک بار پھر ؎

لا پھر وہی بادہ و جام اے ساقی
ہاتھ آ جائے مجھے میرا مقام اے ساقی

(ﷺ) ساقی آپ ﷺ ہیں' کہ ایک بار پھر عطا ہو' کیونکہ ہم بے بس ہو گئے بلکہ ہم بس ہی ہو گئے' ہم ختم ہو گئے' Collapse ہو گئے۔ اب کسی مسلمان پر

کوئی مسلمان اعتماد نہیں کرتا۔ سارے واقعات آپ کے سامنے ہیں۔ پرانے زمانے میں ہندو جو تھے پتہ ہے کیا کہتے تھے؟ کہ مسلمان ہو کے جھوٹ بولتے ہو، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ تو ہندوؤں کے لیے مسلمان کا جھوٹ بولنا بڑے تعجب کی بات ہوتی تھی اور آج مسلمان ہی مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ کر رہے ہیں وہ آپ کو پتہ ہے۔ کیا کہیں، گھر کی بات ہے، بھائیوں کو دیکھو، رشتہ داروں کو دیکھو، محلّہ داروں کو دیکھو۔ محلے میں میں رہنے والا اپنے محلے سے نا آشنا ہے۔ ایک مسجد میں نماز پڑھنے والے ایک دوسرے کے نام سے نا آشنا ہیں۔ اپنی ذاتی زندگی میں انسان اتنا محو ہے کہ ہر شے کھو چکا ہے۔ اس لیے دعا یہ ہونی چاہیے کہ اللہ کریم ہماری ان فرائض کی بجا آوری میں مدد فرمائے جو اللہ کریم نے ہم پر نافذ فرمائے ہیں، زندگی کی شکل میں، صفات کی شکل میں، حالاتِ زمانہ کی شکل میں، انٹرنیشنل صورت حال کی شکل میں اور دین اسلام کی شکل میں۔ جو فرائض Actual ہیں کہ یہ نماز روزہ حج زکوٰۃ ہے، ان کی شکل میں اور زندگی کی شکل میں۔ اس کا بھی بڑا تقدس ہے زندگی میں۔ ایک بار اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میں نے آپ پر بڑا احسان کیا؟ کیا احسان کیا اللہ نے؟ ''میں نے آپ کو اسلام دیا'' ''بڑی مہربانی، شکر ہے۔'' ''آپ کو انسانی شکل دی''، ''بڑی مہربانی، شکر ہے کہ اللہ کریم ہی ہے چھپکلیوں کو بنانے والا، ہر چیز بنانے والا اور اس نے انسان بنایا۔ اور ہمارے علم اور تقاضے کے بغیر ہی ہمیں اسلام عطا فرمایا، شکر ہے اس کا۔ اور جو اللہ کریم نے زندگی عطا فرمائی، اس کا شکر کیسے کرو گے۔ یہ زندگی جو ہے یہ تذبذب کی بجائے آسانی میں گزار کے جاؤ، آپ بات سمجھ رہے ہو؟ اس زندگی کو بھی لطف کے ساتھ گزارو۔ اب یہ دیکھنا کہ

اس کو کیسے گزاریں۔ یا خواہش کم ہو اور حاصل اتنا ہی رہے' پھر بھی گزارہ چل جائے گا۔ حاصل نہیں بڑھتا تو خدا کے بندے خواہش ہی کم کر دو۔ بھائی کی مدد نہیں درکار' یہ چھوڑ' یہ فیصلہ ہو گیا۔ اس کی تیل کی نالی ادھر نہیں آتی۔ وہ تو سعودی عرب کے اپنے واقعات ہیں' وہ تو مسلمان لوگ ہوئے ناں' آپ تو اسلام والے ہو' بعد میں آنے والے۔ بھائیوں کی سنگدلی کا یہ عالم ہے' بہر حال! اب آپ یا تو خواہش کم کر دو' حاصل تو اتنا ہی رہے گا یا دعا کرو کہ حاصل بڑھ جائے۔ یا تو ملک کے اندر کوئی ایسی صورت حال پیدا ہو جائے کہ لوگ اپنے سرمائے سے نجات پائیں۔ کیسے نجات پائیں؟ سرمایہ اندر سے ڈنگ لگائے گا' تب کوئی احساس ہو گا ورنہ مسلمان ہو گا اور یتیم کا مال کھائے گا اور اللہ کے گھر جا کے سلام کرے گا۔ اللہ کے حکم کو توڑا ہے اور اللہ کے پاس آ گیا ہے' اتنا گستاخ ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں۔ ناجائز مال لے آیا ہے' رشوت کا مال لے آیا ہے اور اللہ کے سامنے حاضر ہو گیا ہے یعنی کہ یا تو اسے اللہ کی رحمت کا بھروسہ ہے یا پھر جانتا نہیں ہے کہ وہ اللہ ہے اور ساری غلطیاں کرنے کے بعد اللہ سے چھپنے کا وقت ہے اور یہ ظاہر ہے کہ میں تیری عبادت کرتا ہوں اور تجھی سے مدد مانگتا ہوں اور یہ سارے واقعات کرتا ہوں۔ اس لیے آپ لوگ توبہ کرو اور اپنی زندگی کا خیال رکھو۔ ان صفات کی قدر کرو جتنی اللہ نے آپ کو عطا فرمائی ہیں۔

سوال:

اللہ نے فرمایا کہ **فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا۔** اللہ نے انسان کو اس فطرت کے مطابق بنایا جو اس کی اپنی فطرت تھی۔ ان فطرت کے

اندر رہ کر عبادت کرنے کا کیا مفہوم ہے؟

جواب:

دیکھو اللہ تعالیٰ کو یکساں زمانے پسند ہوتے تو اسے کون روک سکتا تھا' صرف ایک ہی زمانہ چلا آتا' یکساں زمانہ ہوتا اور یکساں طرزِ حیات ہوتی تو اسے کیا فرق پڑتا تھا! وہ جو اس نے تمہیں یعنی انسان کو تخلیق کا مظہر بنایا ہے تو تم اس کا ئنات کو دیکھو۔ اللہ کریم فرماتا ہے کہا میں تمہارا اللہ ہوں' میں نے آسمان بنایا تو تم آسمان کو دیکھو۔ اس نے دعویٰ سے کہا ہے کہ میں نے آسمان بنایا' میں نے زمین بنائی ہے' سورج چاند ستارے بنائے۔ اب جو کچھ وہ بیان فرما رہا ہے تم اس کا مشاہدہ کرو! حتیٰ کہ مچھر کی مثال بھی دی کہ دیکھو میں نے اس کو کیسے بنایا۔ اب اگر اللہ نے کہا کہ دیکھو میں نے اسے کیسے بنایا تو تم ضرور دیکھو۔ جب تم اس کے حکم کے مطابق اس کی بنائی ہوئی چیز کو دیکھ لو تو سمجھو کہ یہ عبادت ہے۔ اللہ فرماتا ہے کہ غور کرو کہ میں نے بچہ کیسے پیدا کیا اور اسے ماں کے پیٹ میں کیسے پالا۔ اگر ہم غور کرتے ہیں کہ اس نے بچہ کیسے پیدا کیا تو یہ عبادت ہے۔ کس ورائٹی میں اس نے کائنات کو بنایا' یہ دیکھنا عبادت ہے' کس طرح سیارے گردش کرتے ہیں اور کس طرح جمیل و جسیم نجومِ فلک اپنے اپنے مدار میں گردش کر رہے ہیں' ان کو دیکھنا عبادت ہے۔ اللہ کریم نے جس چیز کے بارے میں کہا ہے' اس کو دیکھنا عبادت ہے' سورج کو دیکھنا عبادت ہے' زمین و آسمان کو دیکھنا عبادت' دن اور رات کا فرق دیکھنا' یہ عبادت ہے۔ اگر آپ کو سمجھ آ گیا کہ دن اور رات میں کیا فرق ہے تو پھر آپ کو عبادت کا مفہوم سمجھ آ گیا۔ آپ کی عبادات کے وقت سورج مقرر کرتا ہے' فجر

ظہر عصر مغرب عشاء۔ سورج کی گردش سے پرے کا جو مقام ہے اور ہی کہانی ہے۔ وہاں کچھ اور ہی واقعات ہیں۔ فطرت کا اس طرح مشاہدہ کرنا اور فطرت سے فاطر کی شان پہچاننا بھی عبادت ہے۔

سوال:

قرآن مجید میں مختلف جگہوں پر اللہ کا بیان پوری طرح سمجھ میں نہیں آتا۔ اس میں کیا حکمت پوشیدہ ہے؟

جواب:

اللہ کریم کا ارشاد ہے کہ میرے سمندر ٹھاٹھیں مارتے ہوئے ہیں' ان کا آپس میں ملنا مشکل ہے یعنی **مرج البحرین یلتقیان بینھما برزخ لا یبغیان** ۔ یعنی ہمیں بتایا جا رہا ہے کہ ذرا غور کرو کہ سمندر کون کون سے ہیں' یہ سب کیا ہے؟ تشبیہ کیا ہے اور تلمیح کیا ہے' یہ سب جان کر لطف آ جائے گا۔ اللہ کریم نے فرمایا کہ میں تمہیں آزماؤں گا موت سے' خوف سے' حزن سے اور مال کے نقص سے۔ **و لنبلونکم بشئی من الخوف والجوع و نقص من الاموال والانفس والثمرات** ۔ اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے ڈر اور بھوک سے اور مالوں سے اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے۔ اللہ کریم ہمیں فرما رہے ہیں کہ یہ جو ''نقصِ اموال'' ہے یہ تمہیں نقصان بھی پہنچاتا ہے اور تم پہ اثر بھی کرتا ہے اور میں تمہیں آزماؤں گا۔ ورنہ اس کی اپنی ذات تو نقصِ اموال سے آزاد ہے۔ یہ باتیں ہمیں ہماری زبان میں اور ہمارے ماحول کے مطابق بیان فرمائی جا رہی ہیں' یہ اللہ کا بڑا احسان ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مسلمانوں کے تشخص کے لیے اور ان کی

مرکزیت کے لیے خانہ کعبہ بنایا ہے ورنہ میں تو رہتا ہوں تمہارے دل میں یا پھر میں رہتا ہوں لامکاں میں' اول تو میرا مکاں لامکاں ہے دوسرا تیرا قلب و جاں ہے' باقی یہ دیکھو کہ زمیں پر خانہ کعبہ میرا نشاں ہے۔ اس بات کو ذرا پہچانو کہ اللہ کریم کیا فرما رہے ہیں۔ اللہ کریم ساری باتیں آپ کو سمجھا رہے ہیں کہ یہ دیکھو کیا ہے' ان قوموں نے کیا کیا' یہ دریا ہے' پہاڑ ہیں۔ پہاڑوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ میں نے پہاڑ بنائے' دریا بنائے' زمینیں بنائیں۔ لوگ پوچھتے ہیں اس خبر کے بارے میں جس کے بارے میں انہیں اختلاف ہے۔ **عم یتساء لون عن النبا العظیم هم فیه مختلفون** ۔ یعنی لوگ پوچھتے ہیں اس بڑی خبر کے بارے میں جس کے بارے میں یہ خود اختلاف رکھتے ہیں۔ اور یہ لوگ جان جائیں گے' بہت جلدی جان جائیں گے۔ آگے پھر اور بات بیان فرما دی کہ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ میں نے پہاڑ بنائے۔ پہلی آیت میں خبر کے بارے میں بات ہو رہی تھی کہ لوگ پوچھتے ہیں کہ وہ خبر کب آئے گی جس کے بارے میں انہیں اختلاف ہے یعنی وہ آخری خبر' جس کے بعد اخبار بند ہو جائیں گے' وہ کب آئے گی؟ اللہ کہتا ہے کہ تمہیں معلوم ہو جائے گا' اور ساتھ ہی یہ کہتا ہے کہ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ میں نے پہاڑ کیسے بنائے ہیں اور میں نے زمین کیسے بنائی' تمہارے لیے بچھونا بنا دیا! اب اس بات سے پہلی بات کا بظاہر کوئی تعلق نہیں لگتا۔ لوگ تو خبر کے بارے میں پوچھ رہے ہیں جس کے بارے میں انہیں اختلاف ہے یعنی قیامت کے بارے میں' اور جواب یہ دیا کہ جان جاؤ گے اور کیا تم نے دیکھا نہیں کہ پہاڑ کیسے بنائے ہیں اور زمین کیسے بنائی۔ **والجبال اوتاد** ۔ اور پہاڑ کو

میخیں بنادیا۔ و خلقنکم ازواجاً۔اورتم کومیں نے جوڑا جوڑا پیدا کیا۔اب اس بات سے اندازہ لگاؤ کہ اس خبر کے سوال کا جواب کیا بنا۔ مفہوم یہ ہے کہ جب میں نے اتنا کچھ کرلیا تو میرے لیے قیامت کا دن لانا کیا مشکل ہے۔ الم نجعل الارض مهادا والجبال اوتادا و خلقنکم ازواجا و جعلنا اللیل لباس و جعلنا النهار معاشا ۔یعنی کیا تم نے نہیں دیکھا کہ زمین کو بچھونا بنایا' پہاڑوں کو میخیں بنایا اور تمہیں جوڑے پیدا کیا' رات کو لباس اور دن کو معاش کے لیے بنایا۔اللہ نے نیند کو تمہارا لباس بنا دیا ہے' معاش کے لیے دن پیدا کر دیا۔ دن کو تم معاشیات کے لیے بھاگتے ہو' تم مجبور ہو' رات کو معاشیات سے آزاد ہو جاتے ہو' کٹ جاتے ہو' رات آئی تو پھر نیند ہے یعنی کہ اللہ نے یہ کر دیا کہ رات پہ آ کے بات ختم ہوتی ہے' رات کو ایک طرح سے قیامت کا منظر کہتے ہیں۔جس طرح تیرے دن کے ہنگاموں کی قیامت رات میں آ گئی ہے اس طرح تیری زندگی کے ہنگاموں کی قیامت بھی آ جائے گی۔رات آناً فاناً آ جاتی ہے اور انسان سو جاتا ہے۔زندگی کے ہنگاموں میں اتنا Involved آدمی کہتا ہے کہ میں پانچ منٹ نہیں دے سکتا' میرا کاروبار ہے' بڑا مشکل وقت ہے' میں بہت Busy ہوں۔اور جب رات آئی تو سب کاروبار چھوڑ دیتا ہے۔گھر آیا اور اپنے آپ کو بھی چھوڑ دیا اور سو گیا۔انسان ہر روز یہ تماشہ دیکھتا ہے اور پھر ہر روز پوچھتا ہے کہ کیا ہوا۔ ہر روز ہی دیکھ رہے ہو اور پھر ہر روز ہی پوچھتے ہو کہ کیا ہوا؟ کس نے تمہیں سلانے کے بعد صبح کے وقت جگایا۔ تمہیں تو جاگنے کا علم نہیں آتا' تمہیں یا تو سورج نے' یا اللہ نے جگایا۔تم خود تو نہیں جاگے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

بات یہ ہے کہ اس زندگی میں سلانا اور جگانا مجھے آتا ہے' اسی طرح ایک وقت اور آئے گا تب میں سُلا بھی لوں گا اور جگا بھی لوں گا۔ اس لیے جب اِس دنیا کے سونے اور جاگنے میں تمہیں اختلاف نہیں ہے تو اُس وقت کے سونے اور جاگنے میں اختلاف کیوں کرر ہے ہو' وہ بھی میرا سلانا اور جگانا ہے' میں یوں سلا سکتا ہوں اور یوں جگا دیتا ہوں۔ اس میں تو کوئی اختلاف نہیں۔ اس دنیا میں سارے سو جاتے ہیں' سارے جاگ اٹھتے ہیں۔ اس دنیا میں سارے سو جاؤ گے اور سارے جاگ اٹھو گے۔ اختلاف کس بات کا؟ میں نے پہاڑ میں کوئی اختلاف نہیں بنایا' میں نے میدان میں کوئی اختلاف نہیں بنایا' زمین کو بچھونا بنایا' اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے' تمہیں جوڑا جوڑا پیدا کیا' بڑے سے بڑا انسان پہلی خواہش یہ کرے گا کہ بیٹا پیدا ہو۔ بسم اللہ! بیٹا پیدا ہو گیا۔ اب؟ کہتا ہے کسی اور گھر میں بیٹی پیدا ہو کیونکہ بیٹے کی شادی کرنی ہے۔ ہر چیز فطری طور پر ہوتی چلی جا رہی ہے' حوالہ صرف وقت کا ہے' جب وقت بدل جاتا ہے تو تمہارا مزاج بھی بدل جاتا ہے۔ ذرا مزاج بدل جائے تو انسان کہتا ہے کہ میں نے شہر چھوڑ دیا' حالات چھوڑ دیے' دفتر چھوڑ دیا اور سب واقعات چھوڑ دیے۔ دن کو کتنی مصروف سڑکیں ہوتی ہیں اور رات کو اتنی ہی ویرانیاں ہوتی ہیں۔ اس لیے اللہ کریم کہتا ہے کہ اب اس بات میں اختلاف نہیں ہے' تم دیکھتے جاؤ کہ کیا ہوتا ہے' جو کام مجھے پہلے مشکل نہیں لگا' میرے لیے دوبارہ کیسے مشکل ہو گا۔ میرے لیے کیا مشکل ہے کہ ایک غیر ٹھوس' Liquid یعنی مائع وجود میں ٹھوس ہڈیاں پیدا کر دوں۔ تمہیں اتنی سی بات سمجھ نہیں آئی کہ تمہارے اندر اتنا بڑا انقلاب کیسے آ گیا کہ ایک ایک دن بڑھتا

جار ہا ہے' دراصل ایک ایک دن گھٹتا جا رہا ہے' تمہاری بینائیاں Range سے باہر ہوتی جا رہی ہیں۔ تمہاری اولادیں تمہارے اختیار سے باہر ہو رہی ہیں۔ تمہارا حاصل تمہارے اختیار سے باہر ہو رہا ہے۔ انسان کہتا ہے کہ فلاں کام میں نے کیا تھا' بڑے لطف کا زمانہ تھا' اس سے بڑا سکون آتا تھا' اب سکون نہیں آتا ہے' تو تم نے یہ کیا کام کیا! جس میں پہلے سکون تھا اب اس میں سکون نہیں ہے۔ تمہارے خیال کا سفر آسمانوں تک جاتا ہے اور تو خود چارپائی کے ایک کنارے پر پڑا ہوا رات گزار دیتا ہے۔ یہ کل کائنات ہے تمہاری! تو پھیلتا ہے تو پھیلتا ہی چلا جاتا ہے' بات کرتا ہے تو بات ہی کرتا چلا جا رہا ہے۔ جب سو جاتا ہے تو سب گواہیاں ختم ہو جاتی ہیں اور سب سفر ختم ہو جاتے ہیں۔ اس لیے اللہ کہتا ہے کہ اس بات پہ غور کرو کہ میں نے کیا بنایا ہے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اللہ کریم انسانوں سے انسانوں کی بات کرتا ہے' اگر وہ اپنی خدائی زبان بولے تو تمہیں خدائی زبان کیسے سمجھ آئے۔ پہاڑ نے پہاڑ سے کیا کہا' اللہ بہتر جانے۔ دریا نے دریا سے کیا کہا' اللہ بہتر جانے' یہ دریا جو ہے سمندر کے پاس پہاڑ کا کیا پیغام لے کے جا رہا ہے' اللہ بہتر جانے۔ ساگر جوش میں آیا' اس نے بادل بھیجے اور پھر پہاڑ سے اس کا پیغام لے کے سمندر کی طرف چل پڑے۔ ان سب کے الگ پیغامات ہیں۔ اس لیے ان باتوں کو پہچانو' خالق ایک ہے اور وہ اللہ ہے اور پہاڑ' دریا' میدان' بادل' سمندر اور اتنی ورائٹی کو پسند کرنے والا اللہ۔ شاہین' گدھ' الو' فاختہ' شیر اور ریچھ سے لے کر گیدڑ تک سارے جانور پیدا کرنے والا یعنی اتنی ورائٹی پیدا کرنے والا' انسانوں میں یکسانیت پسند کر سکتا ہے؟ اس لیے وہ عبادت جو یکساں ہے وہ

ایک خاص وقت کی بات ہے کہ عبادت کرلواور پھر بعد میں اپنی اپنی ورائٹی کا تحفظ کرلو۔ وہ جو عبادت ہے وہ تمہارا ذاتی تشخص ہے۔ اب ورائٹی کا تحفظ' اپنی شخصیت کا تحفظ کرنا بھی عبادت ہے۔ میرا مطلب ہے کہ یہ بھی عبادت ہے کہ نصیحت کرنے والا نصیحت نہ چھوڑے' ماننے والا مانتا ہے کہ نہیں مانتا' تُو تو اپنی بات کر! آپ کو اللہ نے علم دیا ہے' آپ علم پھیلائیں۔ وہ شخص جو آنکھوں والا ہے' جب وہ دیکھتا ہے کہ اندھا کنوئیں کی طرف جارہا ہے تو اس وقت اگر وہ نہ بولے گا تو عبادت سے محروم ہوجائے گا' تو آنکھوں کی عبادت یہ ہے کہ اندھے کو کنوئیں سے بچایا جائے۔ اس لیے آپ اپنی صفات کو اگر انسانوں کے حوالے سے ان کی خدمت میں لگا دیں گے تو یہ کیا ہوگا؟ عبادت! کچھ لوگ زمانے کو اپنے لیے استعمال کرتے ہیں اور کچھ لوگ خود کو زمانے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ جو خود کو زمانے کے لیے استعمال کرتے ہیں وہ عبادت کرتے ہیں اور جو زمانے کو اپنے لیے استعمال کرتے ہیں وہ بغاوت میں ہیں۔ کچھ لوگ اللہ سے مانگتے ہیں او کچھ لوگ اپنے آپ کو اس کے سامنے پیش کردیتے ہیں۔ اس لیے یہ زمانہ جو ہے اس نے ایسے رہنا ہے' اس میں تم نے کچھ حاصل نہیں کرنا۔ میں بار بار یہ مثال دیتا ہوں ایک بڑھیا کی' کہ بڑھیا بیٹھی رورہی تھی کہ وہ آدمی میری گٹھڑی لے گیا' اس نے کہا پھر روتی کیوں ہے؟ کہتی ہے روتی اس بات پہ ہوں کہ اس نے گٹھڑی مجھ سے اٹھائی اور آگے جا کے پھینک دی اور خود غائب ہوگیا۔ جب پھینکنی ہی تھی تو چھینی کیوں! یہ دنیا ظالم ہے۔ جو کچھ آپ نے حاصل کیا' یہ چھوڑنا ہے۔ کوئی چیز ساتھ نہیں لے کے جاسکتے' آپ کے رشتے دار ہاتھوں کی انگوٹھی بھی اتار لیتے ہیں'

مرنے والے کا نام بھی چھین لیتے ہیں۔آپ نام رکھیں گے کہ فلاں فلاں شخص ہے اور لوگ کہیں گے کہ اس کا نام ''میت'' ہے۔ کوئی بھی نہیں کہتا کہ ابا جی جا رہے' کہتے ہیں یہ میت ہے۔ نام بھی چھین لیتے ہیں یعنی کہ پہلے اس کا سرمایہ چھین لیا جاتا ہے' اس کی جوانی والی شکل چھین لی جاتی ہے' ماحول کے ساتھ ہی رنگ بدل گیا' شکل بدل گئی' ماحول بدل گیا' ساتھی بدل گئے' لواحقین بدل گئے' وابستگیاں بدل گئیں' لوگ بڑے بے تاب ہوا کرتے تھے اس کے آنے کے لیے اور اب بڑے بے تاب ہیں اس کو لے جانے میں کہ میت کو دیر ہو رہی' جدائی نہ برداشت کرنے والے پیارے اس کو اللہ کے سپرد کر کے آجاتے ہیں۔ بس یہ ہے قصہ انسان کا۔ اب عبادت یہ ہے کہ وقت کو پہچانو۔ میت کو لے جانے سے پہلے استغفار پڑھو' یہ عبادت ہے۔ جو فرائض ضروری ہیں ان کا پورا کرنا عبادت ہے' تو اصل عبادت یہ ہے۔ جو فرائض ضروری ہیں ان کا پورا کرنا عبادت ہے' تو اصل عبادت یہ ہے کہ انسان اس فطرت کو پہچانے۔

اب آپ اور سوال کر سکتے ہو____ بولو! اور سوال پوچھو!

سوال:

سر اپنی ذات کو سمجھنے کے لیے کائنات کو سمجھنا کیوں ضروری ہے؟

جواب:

کائنات کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے کہ سبح للہ ما فی السمٰوٰت والارض ۔زمین اور آسمان میں جو کچھ بھی ہے اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔ ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کر رہی ہے۔ مثلاً شاہین اپنی صفت Preserve کرتا

ہے' اسی طرح آشیانہ بنائے گا' اسی طرح پرواز کرے گا' اسی طرح شکار کرے گا۔ اس لیے جب آپ اپنے آپ کی شکلِ باطن میں دیکھیں گے تو انہی چیزوں میں سے ایک نظر آئے گی' بگلے کا ایک الگ مقام ہے' وہ منافق ہے' لگتا ہے عبادت کر رہا ہے لیکن مقصد مچھلی پکڑنا ہے۔ اس لیے غور کرو کہ انسان کے باطن کی آگہی ان جانوروں کی شکل میں ہوتی ہے اور انسان کو پتہ چلتا ہے کہ تیرا باطن ابھی یہاں تک آیا ہے۔ اسی طرح گائے' فیضِ عام ہے' معصوم ہے' بھولی بھالی ہے۔ ہندوؤں نے اس لیے اس کو اپنی ممتا کا Symbol بنایا' کیونکہ یہ پالتی جا رہی ہے' بیل دیتی ہے' کھیتوں میں ہل چلاتی ہے' دودھ دیتی ہے' اس کا دودھ ماں کے دودھ کے برابر ہے۔ تو یہ ساری کائنات انسان کا مظہر ہے۔ یہ جو زمین کی سطح پر موجود دوسرے واقعات ہیں یہ بھی انسان کی صفات ہیں۔ مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ وہ پہاڑ ہے' تو کیا ہے؟ اٹل ارادہ۔ کوئی شخص دریا کی طرح ہے' اس میں دریا کی روانی ہے' آبِ رواں کی طرح ہے اور میٹھے پانی کی طرح ہے اور کوئی سمندر کی طرح کڑوا لیکن گہرا ہے۔ مثلاً مجذوب سمندر کی طرح کڑوا ہے لیکن گہرا ہے۔ صحرا کا ذکر آئے تو یہ مکمل طور پر شاعروں کا لفظ ہے' ''دشتِ جنوں'' ''دشتِ فکر'' ''یادوں کا صحرا'' اور ''صحرا کی پیاس'' ــــــ یہ سارے شاعروں کے واقعات ہیں۔ مطلب یہ کہ اس کائنات کے حوالے سے ہر آدمی کے لیے پہچان کا کوئی نہ کوئی ذریعہ ہے مثلاً سورج ہے' چاند ہے' ستارے ہیں اور پھر ان کے حوالے سے یوسف علیہ السلام کا وہ خواب جس میں انہوں نے دیکھا کہ ایک سورج' چاند اور گیارہ ستارے انہیں سجدہ کر رہے ہیں۔ وہ خواب جو انسانوں کے

حوالے سے تھا وہ اجرامِ فلکی کے حوالے سے آیا۔ثابت کیا ہوا؟ کہ یہ سارے کے سارے جو ہیں' انسان کی اصل صفات کے مظاہر ہیں۔انسان اور کائنات میں ایک رابطہ ہے۔کائنات کو سمجھنے کے لیے اپنے آپ کو سمجھنا ضروری ہے۔جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس کے لیے کائنات ایک کھلا مشاہدہ ہے۔بس یہ کائنات ایک راز ہے۔دعا کرو کہ کوئی آپ کے لیے اس حجاب کو اٹھائے تا کہ ساری چیزیں اور اٹھارہ ہزار عالم آپ کو اپنے آپ میں نظر آئیں۔اس لیے سلطان باھوؒ نے فرمایا ہے کہ تمہارے اپنے اندر اٹھارہ ہزار عالم ہیں۔

ایک بہت بڑے بزرگ نے اپنی کتاب میں لکھا کہ جب میں نے عبادت میں بہت غور کیا' Concentration کی اور اپنے نفس پہ بڑا غور کیا تو مجھے پتہ چل گیا کہ میرا نفس کیا ہے؟ مجھے یہ پتہ چلا کہ میں مور ہوں یعنی کہ میں ابھی خود پسند ہوں' ابھی رنگوں کے اوپر میری جلوہ گری ہے۔شاہین جو ہے مر جائے گا لیکن مردار نہیں کھائے گا' شیر مر جائے گا' گھاس نہیں کھائے گا۔یعنی کہ ان فطرتوں کو اور ان صلاحیتوں کو ان کے مقام پر Preserve کرنا' یہ ان کی عبادت ہے۔انسان انسانیت سے نیچے جائے گا تو گیدڑ بن جائے گا اور کبھی ریچھ بن جائے گا اور یہ بات بڑے راز کی ہے کہ انسان ہر جانور بن جاتا ہے۔ آپ کسی جانور کا نام لے لو مثلاً سانپ' تو سانپ جیسا انسان بھی ہے۔گیدڑ جیسا ڈرپوک انسان بھی ہوتا ہے' لومڑی کی طرح مکار' شیر جیسا بہادر اور ''اسد اللہ'' یعنی اللہ کا شیر۔ہر جانور میں انسانی شعور کی صفت ہوگی اور پرندے میں انسانی شعور کی صفت رکھی ہوئی ہے۔مثلاً وہ گدھ ہے' مردار کھاتا ہے' اونچا اڑتا ہے۔گدھ

انسانی مزاج کا نام بھی ہے۔شاہین ایک انسانی مزاج کا نام' کہ شاہیں چیونٹی سے کہتا ہے ۔

تو رزق اپنا ڈھونڈتی ہے خاکِ راہ میں
میں افلاک کو بھی نہیں لاتا نگاہ میں

چیونٹی نے پوچھا شاہین سے کہ کیابات ہے' تیرا مقام کیوں بلند ہے تو شاہین نے کہا کہ تُو اپنا رزق خاکِ راہ میں ڈھونڈتی ہے اور میں آسمانوں کو نگاہ میں نہیں لاتا' بلند نگاہ ہوں' لہٰذا بلند مقام ہوں۔ یہ ساری صفات ہیں۔کوئی بھی پرندہ آپ لے لو' یہ سارے انسانی شعور کے درجات ہیں' Illustrations ہیں۔ آپ ان کو دیکھ کر اپنا مقام متعین کرو۔

وما علینا الا البلاغ المبین۔

صلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیدنا و سندنا وحبیبنا وشفیعنا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین. برحمتک یاارحم الراحمین۔

•••

1 میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ عید میلاد النبی ﷺ جو آج کل ہم مناتے ہیں اس کی ابتداء کب سے ہوئی اور کیا اس طرح سے منانا صحیح ہے؟

سوال:

سر! میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ عید میلاد النبی ﷺ جو آج کل ہم مناتے ہیں اس کی ابتداء کب سے ہوئی اور کیا اس طرح سے منانا صحیح ہے؟

جواب:

یہ سوال بہت اچھا ہے اور اس کے پیچھے جو فکر ہے وہ قابلِ غور ہے۔ پہلے تو آپ یہ دیکھیں کہ آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ آج کے دن حضور پاک ﷺ کی ولادت ہوئی۔ یعنی آپ ﷺ آج کے دن آئے۔ لیکن حضور پاک ﷺ آج کے دن تو نہیں آئے۔ آج جو دن ہے وہ 1987ء کے نومبر کے مہینے کا دن ہے۔ حضور پاک ﷺ کی ولادت کا دن تو ایک تھا۔ مسلمانوں کے لیے یہ غور کا مقام ہے کہ جب ایک مبارک دن آیا تو اس دن کو کسی اور دن میں متواتر دیکھنے کی جو خواہش ہے وہ عقیدت میں تو اضافہ کرتی ہے لیکن صداقت میں اضافہ نہیں کرتی۔ آپ کی عقیدت بالکل ٹھیک ہے۔ آج کا یہ جو دن ہے اس کے بارے میں ہم کہتے ہیں کہ آج کے دن حضور ﷺ تشریف لائے تو یہ دن آج کا دن تو نہیں ہے۔ آپ ﷺ تو کچھ عرصہ پہلے ربیع الاوّل ہی کے مہینے میں تشریف لائے۔ آپ ﷺ کی ولادت اسی دن کا واقعہ ہے لیکن وہ آج سے پہلے کا واقعہ ہے۔ تاریخ میں کوئی

بھی دن، کوئی بھی ساعت دوبارہ نہیں آتی۔ اس بات کا ضرور لحاظ رہے۔ آپ یہ جو آج عید میلاد النبی ﷺ منا رہے ہیں وہ یاد کے طور پر منا رہے ہیں۔ یہ دن آج کا نہیں ہے۔ اب اس بات پر ذرا غور کریں۔ جب اس پر غور کریں گے تو پتہ چلے گا کہ ہم اس دن کو یاد کے طور پر مناتے رہے اور تقریب کے طور پر منا رہے ہیں۔ بزرگانِ دین کے زمانے میں اسے تقریب کے طور پر نہیں منایا گیا۔ یہ کوئی Recent History ہے۔ یہ واقعہ قریب کے دور میں یعنی ماضی قریب میں ہوا ہے یعنی ماضی قریب میں اس دن کو اس طرح منایا گیا ہے۔ پہلے بھی میلاد ہوتے تھے یعنی حضور پاک ﷺ کو یاد کرنا، نعت پڑھنا اور حضور پاک ﷺ کی سیرت پر ایک دن مقرر کرنا۔ میں اس جلوس کی بات کر رہا ہوں، ان واقعات کی بات کر رہا ہوں جن کا انداز حضور پاک ﷺ کی پسند کے علاوہ ہے۔ اس جلوس کو حق نہیں پہنچتا کہ حضور پاک ﷺ کے نام پر نکالا جائے کیونکہ اس کا انداز آپ ﷺ کی پسند کے علاوہ ہے۔

اور اگر ہمیں خوشی کا کوئی موقع ملے تو نور کو واپڈا کی روشنی سمجھتے ہیں۔ نور تو نور ہوتا ہے، اس کا روشنی سے تعلق نہیں ہے۔ یہ روشنیاں تمہارے زمانے کی ہیں۔ بعض اوقات کسی کو کوئی خواب آیا، خیال آیا، عرفان ہو گیا یا مکاشفہ ہوا۔ اس سے اگر پوچھیں کہ آپ کو کیا محسوس ہوا تھا؟ کہے گا میں ایک محفل میں گیا۔ ''وہاں کیا تھا''؟ ''نور ہی نور تھا''۔ ''کیسے؟''۔ بڑے بڑے نورانی بلب لگے ہوئے تھے''۔ اب یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ کیونکہ نور کا تعلق بلب سے نہیں۔ اِس زمانے میں اُس زمانے کی بات کو بیان کرنا اور اپنے عقیدے کے مطابق بیان کرنا، یہاں سے

آدمی غلطی کر جاتا ہے۔

ایک بات یاد رکھیں کہ مشاہدہ عین حق ہوتا ہے۔ جس بزرگ سے کبھی کسی کی ملاقات ہوئی' وہ جس زمانے میں ملاقات ہوئی' خواب میں یا عرفان میں' یا مشاہدے میں تو وہ ملاقات عین صحیح اسی زمانے کے ماحول میں ہوگی۔ یا آپ کے زمانے میں اگر وہ زندہ جاوید ہے تو آپ کے زمانے میں وہ آپ جیسی کوئی بات بتا کر چلا جائے گا۔ اس لیے آپ کا یہ سوال کہ میلا دکب سے منایا جارہا ہے تو یہ حال ہی میں واقعہ ہوا ہے۔ میلاد منانا اچھی بات ہے لیکن بات غور طلب ہے۔ میلاد منانے کا طریقہ یہ ہے کہ تم درود شریف پڑھو' باوضو بیٹھے رہو' حضور پاک ﷺ کے نام پر لوگوں پر رحمتیں کرو اور دشمنوں کو معافی دو اور دوستوں سے معافی مانگو؟ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ صرف جلوس نکال لینا میلاد نہیں ہے۔ یہ صرف تقریب کے طور پر ہے۔ چونکہ ہم مسلمان ہیں اور ہم مقدس دنوں کے حساب سے چلتے ہیں' تو حضور پاک ﷺ کی یاد کوئی جیسے بھی منا رہا ہے وہ ٹھیک ہے لیکن حضور پاک ﷺ کی یاد منانا اور آپ ﷺ کی زندگی کے مطابق نہ چلنا' میرے خیال میں یہ درست نہیں ہے۔ جب یاد مناتے ہو تو آپ ﷺ کی تقلید بھی ہونی چاہیے۔ آپ ﷺ کی تقلید بھی ہو اور ان کا بیان بھی ہو۔ اور یہ صحیح کہا گیا ہے کہ ذکرِ حبیبؐ کم نہیں وصلِ حبیبؐ سے۔ یہ بالکل ٹھیک ہے۔ اگر ذکرِ حبیبؐ وصلِ حبیبؐ نہ دے اگر ذکرِ حبیبؐ وصلِ حبیبؐ نہ بنے تو اس پر دوبارہ غور کرو کہ کیا ذکر کر رہے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دوبارہ ذکر کرنا پڑ جائے۔ مقصد یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ کے نام پر دو علیحدہ بیانات ہو رہے ہیں۔ یہ غور طلب بات ہے۔ اصل بات کیا ہے؟

اس کو ذرا دیکھنا پڑے گا۔ تو ''یا رسولؐ اللہ'' کہنے اور ''یا رسولؐ اللہ'' نہ کہنے پر تمہارے ملک میں بڑا جھگڑا ہو چکا ہے۔ اس پر ذرا غور کرنا چاہیے۔ دیکھنا یہ ہے کہ عشق اور محبت کیا پیدا کر رہے ہیں۔ حضور پاک ﷺ کے معاملے میں یہ غور طلب بات ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ سے محبت جو ہے یعنی حضور پاک ﷺ سے جو محبت ہے وہ اسلام سے محبت ہے۔ لیکن اسلام سے محبت اور حضور پاک ﷺ سے محبت برابر نہیں ہو سکتی۔ محبت میں ذات کا ہونا ضروری ہے۔ تقلید کے لیے مذہب کا یا قانون کا ہونا ضروری ہے۔ اسلام کی اطاعت ہو سکتی ہے۔ محبت ذات سے ہوگی۔ اب بات سمجھ آ گئی آپ کو؟ اطاعت کس کی ہوگی؟ ڈسپلن کی' قانون کی اور بیان شدہ شریعت کی۔ محبت صرف ذات سے ہوگی۔ تو محبت کا تقاضا کیا ہے؟ محبت کا تقاضا یہ ہے کہ جہاں سے منع کیا گیا ہے وہاں منع ہو جاؤ اور جہاں چلنے کا حکم دیا گیا ہے وہاں چل پڑو اور رمل اور عمل سے منع کیا گیا ہے۔ رمل اور عمل بند کر دو۔ وہ آپ کرتے نہیں ہیں بلکہ قرآن سے فالیں نکال لیتے ہیں۔ آپ رملیات کرتے رہتے ہو' عملیات کرتے رہتے ہو' مقصد یہ ہے کہ جس بات سے آپ کو حضور پاک ﷺ نے منع کیا ہے آپ اس بات سے منع نہیں ہوئے۔ آپ کو منع کیا گیا کہ مزار پرستی نہ کرو لیکن آپ نہیں باز آ سکتے۔ آپ مجبور ہیں' کہتے ہیں محبت زیادہ ہو گئی ہے' اس لیے اب ہم مزار پرستی سے پرے نہیں رہتے۔ آپ کو منع کیا گیا بہت ساری باتوں سے اور آپ ان باتوں سے منع نہیں ہوتے اور آپ لوگ اس نام کا اور ذات کا سہارا لے کر' آپ ﷺ کی ذات کے کسی بتائے ہوئے اصول کے علاوہ عمل کر جاتے ہیں۔ اس لیے یہ غور رہے کہ

میلادالنبیؐ اصل میں یہ ہے کہ آپؐ کے فرمان پہ عمل کیا جائے۔ یہ جلوس کا نام نہیں ہے، روشنی کا نام نہیں ہے، اور بلب لگانے کا نام نہیں ہے۔ اصل میلاد حضور پاک ﷺ سے محبت کے نام پر ملتِ اسلامیہ یا امتِ محمدی ﷺ کی طرف رجوع کرنا اور اس میں ایک اجتماع پیدا کرنا ہے۔

ہمارے ہاں جتنے بھی سلاسل آئے ہیں ان میں حضور پاک ﷺ کی محبت کے مختلف طبقے آئے ہیں اور مختلف انداز آئے ہیں۔ کوئی حضور پاک ﷺ کی محبت میں قوالی کر رہا ہے اور کوئی درود شریف پڑھ رہا ہے، کوئی تنہا پڑھ رہا ہے اور کوئی انجمن میں بیٹھا ہے۔ یہ سارے اپنی جگہ ٹھیک ہیں لیکن میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ اس سے ملت منتشر ہو گئی۔ حضور پاک ﷺ کی یاد کا کوئی ایسا فارمولا نکالو کہ جس سے ملت ایک ہو جائے۔ یہ تو کوئی بات نہیں کہ آپ اکیلے ہی فلاح پا جاؤ۔ اگر آپ کا بھائی دوزخ میں گیا تو کیا یہ آپ کے لیے اچھی خبر ہو گی۔ دعا یہ کرو کہ تم جنت میں اپنے بھائی سمیت جاؤ۔ کون سا بھائی؟ وہ جو گمراہ ہو گیا ہے۔ اس لیے جنت میں جانے والے وہ لوگ ہوں گے جو دوسرے کی فلاح چاہیں گے۔ حضور پاک ﷺ کی یہ بات دیکھو کہ آپؐ نے کسی کے لیے بددعا کرنے کے موقع پر بھی بددعا نہیں فرمائی حالانکہ موقع تھا کہ جو شخص، جو ملت، طبقہ یا جو سوسائٹی اس وقت آپؐ کے ساتھ بے انتہا زیادتی کر رہی تھی اور اللہ کی طرف سے آپ کو اجازت تھی کہ آپ کہیں تو اس بستی کو غرق کر دیا جائے تو آپؐ نے کیا فرمایا؟ ۔

یہ سن کر رحمت اللعالمینؐ نے ہنس کے فرمایا
کہ میں اس دہر میں قہر و غضب بن کر نہیں آیا

آپؐ نے فرمایا کہ اس بستی کو تباہ نہ کیا جائے کیونکہ اگر یہ لوگ مسلمان نہیں ہوئے تو ان کی اولادیں ضرور مسلمان ہو جائیں گی۔ اور پھر ایسا ہی ہوا کہ ان لوگوں کی اولادیں مسلمان ہو گئیں۔ مطلب یہ ہے کہ آپؐ نے کبھی بھی کسی بھی مقام پر اپنا ذاتی انتقام نہیں لیا۔ اے مسلمانانِ عالم! آپ سوچو! کیا آپ کے دلوں میں کوئی انتقام کا جذبہ ہے اور اگر آپ کے دلوں میں انتقام کے جذبات ہیں تو دن منانے سے بات نہیں بنے گی۔ دل کو صاف کرنے سے بات بنے گی۔ کیا آپ کے دل سے انتقام نکل گیا ہے؟ کیا آپ کے دل میں سے دنیا میں ٹھہرنے کا لالچ نکل گیا ہے اور کیا آپ کی زندگی حضور پاک ﷺ کی زندگی کے قریب رہنا چاہتی ہے۔ فرض کرو کہ آپ کو Option مل جائے اور یہ اختیار مل جائے کہ دونوں میں سے ایک چیز چن لو‘ ایک طرف پیسہ ہے اور ایک طرف غریبی ہے اور غریبی کے ساتھ حضور پاک ﷺ کی محبت ہے تو آج کے زمانے میں بہت کم لوگ ایسے ہیں جو غریبی اور حضور پاک ﷺ کی محبت کو اکٹھا قبول کریں گے اور عام طور پر ـ

درد غربت کدے میں پلتا ہے

حضور پاک ﷺ کی محبت کے چراغ جہاں بھی جلے ہیں وہاں درد اور غربت بھی ضرور ملتے ہیں۔ حضور پاک ﷺ کی محبت میں آپ زندگی کی تھوڑی سی ابتلاء بھی قبول کر لیا کرو۔ اگر آپ کے اندر جائز‘ ناجائز‘ خفیہ اور غیر خفیہ دولت کو حاصل کرنے کا جذبہ بند ہو جائے تو حضور پاک ﷺ کی محبت بڑھ جاتی ہے۔ آپ اپنے بھائیوں کے لیے دعا کرو تو حضور پاک ﷺ کی محبت بڑھ جاتی ہے۔ جس شخص نے رشتہ داروں اور قرابت داروں سے قطع تعلق کر لیا تو

حضور پاک ﷺ کے مزاج میں وہ پسندیدہ شخص نہیں ہے۔صلہ رحمی اور قطع رحمی کا پورا مضمون آپؐ نے فرمادیا ہے۔حضور پاک ﷺ نے واضح طور پر فرمادیا ہے کہ کس کس طرح آپ نے لوگوں کو Deal کرنا ہے۔

حضور پاک ﷺ کی محبت یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت کی جائے اور اللہ کی محبت یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ کی اطاعت کی جائے اور ان سے محبت کی جائے۔ اس راستے پر چلنے سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ عید میلاد النبی ﷺ کی جو تقریب ہم منا رہے ہیں یہ ابھی تھوڑا عرصہ پہلے کی بات ہے۔اس کے پیچھے سند نہیں ہے۔ جس طرح داتا صاحبؒ کے بارے میں یہ سند نہیں ہے کہ داتا صاحبؒ کسی مزار پر آئے تھے بلکہ مزار پر نہیں آئے تھے لیکن ہم ان کے مزار پر جاتے ہیں۔ داتا صاحبؒ جب تشریف لائے تو وہ کسی آستانے پر نہیں آئے تھے بلکہ کوئی واقعہ کرنے آئے تھے۔خواجہ غریب نوازؒ اجمیر شریف میں کسی آستانے پر نہیں گئے۔ اب یہ دو معتبر ہستیاں ہیں جو بغیر کسی آستانے کے کسی کام پر گئے۔اب یہ بھی غور طلب بات ہے کہ داتا صاحبؒ اور خواجہ صاحبؒ دو معتبر ہستیاں ہیں جو حضور پاک ﷺ کی محبت میں سرشار تھے۔یہ کسی آستانے پر نہیں بلکہ کسی کام پر گئے یعنی کسی اسلامی کام پر گئے۔جس شخص نے حضور پاک ﷺ کی امت کی فلاح کی دعا کی وہ حضور پاک ﷺ کو قبول ہوا' مقبول ہوا یعنی وہ شخص جو یہ کہتا ہے کہ ''یا رب العالمین! اس امت پر رحم فرما''۔تو امت کون ہے؟ جب آپ کہتے ہیں اس امت پر رحم فرما تو اس میں آپ کا وہ مخالف بھی شامل ہو گیا جو کلمہ پڑھ رہا ہے لیکن آپ کو نہیں مانتا یعنی ایسا بندہ جو اسلام کو اچھا سمجھتا ہے اور تمہیں اچھا نہیں سمجھتا

اب غور کرو اس بندے کا تمہارے ساتھ کیا تعلق بنتا ہے۔ یہ شخص اسلام کو تو اچھا سمجھتا ہے لیکن تمہیں اچھا نہیں سمجھتا۔ تمہار مخالف ہے اور اسلام کے حق میں اچھا ہے۔ اب تم اس آدمی کے حق میں دعا نہیں کر سکتے' حالانکہ اس کے لیے دعا کا حکم ہے۔ کون آدمی؟ جو اسلام کو اچھا سمجھے اور تمہیں اچھا نہ سمجھے۔ تم اپنے ناپسند کرنے والے کے لیے کبھی دعا نہیں کر سکتے۔ یہ حضور پاک ﷺ کی محبت کا بڑا ضروری حصہ ہے۔ کون سا حصہ ضروری ہے؟ وہ آدمی جو تمہیں ذاتی طور پر پسند نہ کرتا ہو اور اسلام کو پسند کرتا ہو' اس کے لیے دعا کرو۔ اب یہ کب ہوگا کہ تم اس کے لیے دعا کرو؟ یہ تب ہوگا جب تم اس کو ناپسند نہ کرو گے۔ حضور پاک ﷺ کی محبت میں یہ بہت ضروری ہے۔

اب یہ فارمولا بن گیا کہ اپنی پسند اور ناپسند کو بغیر حضور پاک ﷺ کی سند کے استعمال نہ کرو۔ جب تک وہ سند نہ ملے کسی کو ناپسند نہ کرنا۔ اگر وہ حضور پاک ﷺ کا پسندیدہ آدمی ہوا اور تم نے ناپسند کیا تو تم کبھی بھی حضور پاک ﷺ کے قریب نہیں جا سکتے۔ مثال کے طور پر حضور پاک ﷺ کے زمانے میں یہ بڑا Test ہوا کہ ایک سیاہ فام غلام حضور پاک ﷺ نے مسلمانوں کی سوسائٹی میں نازل فرما دیا۔ اب وہ عرب سوسائٹی بڑی نستعلیق سوسائٹی تھی۔ وہ لوگ رنگ کا خیال کرنے والے اور مرتبے کا خیال کرنے والے اور زبان کا خیال کرنے والے تھے۔ اور ادھر ایک غلام کو اتنی بڑی فوقیت مل گئی۔ اب ان کو یہ بتانا تھا کہ یہاں فوقیت حضور پاک ﷺ سے تقرب کی ہے اور خون کی نہیں ہے' فوقیت یہاں خدمت کی ہے نسل کی نہیں' فوقیت حضور پاک ﷺ کے مزاج کی ہے' تمہارے مزاج کی نہیں۔

اس لیے جب حضور پاک ﷺ کے مزاج کی فوقیت مان لو گے تو پھر آپ کا اپنا مزاج ختم ہو جائیگا۔ اپنے مزاج کو ان کے تابع کر دینے والا حضور پاک ﷺ سے محبت کر سکتا ہے۔ ورنہ ان کی محبت کا دم نہ بھرنا۔ اگر آپ کو کبھی دین اور دنیا کو Select کرنے کا Choice مل جائے تو دنیا کو ترک کر دینا۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ حضور پاک ﷺ ایک جگہ تشریف لے گئے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ مکان بنا رہے تھے۔ مکان کا گنبد ذرا پختہ او بلند ہو گیا۔ حضور پاک ﷺ وہاں سے خاموش ہو کر چلے گئے۔ شام کو وہ صحابیؓ گئے، سلام کیا، آپؐ نے جواب نہیں دیا۔ پھر سلام کیا، جواب نہیں دیا آپؐ نے۔ تو صحابیؓ کو سمجھ آ گئی کہ بات کیا ہے؟ باہر جا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا بات ہے، آج حضور پاک ﷺ نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا، کیا مجھ سے کوئی خطا ہوئی ہے؟ انہوں نے کہا خطا تو کوئی نہیں ہوئی، تمہارے مکان کے پاس سے گزرے تھے اور اسے حضور پاک ﷺ نے دیکھ کر کچھ ناپسند فرمایا۔ وہ صحابیؓ گئے اور انہوں نے وہ مکان گرا دیا۔ پھر واپس آ کر سلام کیا حضور پاک ﷺ نے جواب دیا۔ آپؐ نے فرمایا ''تم یہاں رہنا چاہتے ہو جب کہ ہم یہاں سے نکلنا چاہتے ہیں''۔

بات اتنی ساری ہے کہ یہاں رہنے کا مقام ہی نہیں ہے۔ وہ شخص جو حضور پاک ﷺ کی محبت کا دم بھرتا ہے اس کو سمجھ لینا چاہیے کہ حضور پاک ﷺ کی محبت جو ہے وہ اس دنیا سے فارغ ہونا ہے۔ اگر محبت مانگتے ہو تو ایک ایک کر کے اپنے ہاتھ کے سارے جذباتی کبوتر اڑا دو اور ایک ایک کر کے ہر شے کو چھوڑ دو۔

پھر اللہ جانے، اللہ کے کام جانیں

چھڑا کے دامن بتوں سے اپنا

غبارِ راہِ حجاز ہو جا

یعنی یہاں سے ساری وابستگی چھوڑ کر آپ حضور پاک ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر چل پڑو تو یہ ہے حضور پاک ﷺ کی محبت۔ حضور پاک ﷺ کی محبت ان لوگوں سے پوچھو جن لوگوں نے ساری عمر خربوزہ نہیں کھایا۔ ایک بزرگ خربوزہ ہاتھ میں لیے بیٹھے تھے مگر کھاتے نہیں تھے۔ کسی نے پوچھا کہ خربوزہ نہیں کھاتے۔ فرمایا کہ مجھے پتہ نہیں چل رہا کہ حضور پاک ﷺ خربوزہ کس طریقے سے کاٹتے تھے، جب تک مجھے سند نہ ملے کس طرح کھاؤں۔ اور پھر ساری عمر خربوزہ نہ کھایا۔ یعنی کہ حضور پاک ﷺ کی ایک عادت کو ساری عمر کا سفر نامہ بنا لیا کہ اس کے مطابق سفر کرنا ہے۔ جہاں جہاں سے حضور پاک ﷺ گزرے ہیں ان لوگوں کو وہاں سے گزرنے کی خواہش اور تمنا رہی ہے۔ ان لوگوں کو پتہ تھا کہ حضور پاک ﷺ کی محبت کیا ہے۔ آپ لوگ خود دیکھیں کہ اس محبت کا اعجاز کیا ہے۔ آپس میں لڑنے والے اور سالہا سال لڑنے والے اور نسل در نسل لڑنے والے آخر کار ایک محفل میں آکر بیٹھ گئے۔ یہ حضور پاک ﷺ کا اعجاز تھا۔ آپؐ نے متفرق قبائل کو جمع کر دیا، تو متفرق کو اجتماع میں لانا حضور پاک ﷺ کا اعجاز ہے اور اب آپ لوگ پھر ایک قسم کی تفریق میں آگئے ہیں۔ اب آپ خود دیکھیں ہمارے اسلام میں کیا ہے؟ جمعیت نمبر ا، جمعیت نمبر ۲، اول مسلم لیگ، دوم مسلم لیگ، سوم مسلم لیگ، اسلام کے نام پر بننے والے بے شمار جماعتیں۔ اور جماعت اسلامی بھی ایک جماعت ہے کہ اس کے بعد کسی کو اسلامی کہلانے کا حق نہیں ہے،

جماعت اسلامی کا ایک گروہ بن گیا۔ اب تم لوگ کون ہو؟ اس کے علاوہ ہی ہو گے۔ اور تمام مشائخ کرام اور ان کے تمام واقعات دیکھو۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک حضور پاک ﷺ کا دیا ہوا دین ہے' ان کا پسندیدہ دین ہے اور اس کے ضابطے' حدود اور خطوط مقرر ہو چکے ہیں۔ اب اس حویلی کے اندر اپنے الگ الگ کمرے الاٹ کرانے سے کیا آپ حضور پاک ﷺ کو خوش کر رہے ہیں؟ آپ جب کہتے ہیں کہ یہ لوگ اور وہ لوگ' یہ کتاب اور وہ کتاب' تو کیا اس سے حضور پاک ﷺ کو خوشی ہو رہی ہے۔ یہ ساری کتابیں حضور پاک ﷺ کے بعد کی لکھی ہوئی ہیں۔ حضور پاک ﷺ کے زمانے کی کتاب صرف قرآن پاک ہے۔ قرآن کی تفسیر بھی بعد کی بات ہے۔ اگر تفسیر چھوڑ دو اور صرف قرآن پڑھو تو انشاءاللہ سب آپ کو سمجھ آ جائے گا۔ حضور پاک ﷺ کی سیرت پڑھا کرو اور محبت کا اعجاز یہ ہے کہ محبت سیرت آشنا کر دے گی۔ محبت کتاب سے نہیں بلکہ عطا سے ملتی ہے۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے۔ محبت کا اعجاز یہ ہے کہ محبت مزاج آشنا کر دے گی۔ مزاج کتاب سے نہیں ملے گا بلکہ توجہ سے ملے گا' آپؐ کی مہربانی سے ملے گا اور یہ مہربانی آج بھی ہے اور جیسا کہ میں نے پہلے بتایا تھا کہ آنحضور ﷺ کی جو حدیث کتابوں میں ہے وہ بھی حدیث ہے اور آج بھی حدیث جاری ہے۔ جن جن لوگوں سے حضور پاک ﷺ جو کچھ فرما رہے ہیں اور آج کل فرما رہے ہیں' وہ بھی حدیث ہے۔ آپؐ کی سیرت اور آپؐ کے وصال کے بعد کی سیرت جو ہے یہ آج بھی جاری ہے۔ تبھی تو آپ قیامت تک کے لیے ہیں بلکہ قیامت سے بھی بعد کے لیے۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آپ کا سایہ موجود رہے گا۔ اس بات کو ذہن میں

رکھو۔ میں نے پہلے بھی آپ کو بتایا تھا کہ اگر حضور پاک ﷺ ایک دور سے شروع ہوتے ہیں اور ایک دور پر ان کا وصال ہو جاتا ہے تو گزرے ہوئے دور پر اتنی بڑی عمارت بنانا آپ کے بس کی بات نہیں۔ آپ کا دور ساتھ ساتھ چل رہا ہے اور پھر درمیان میں ایک پردہ بھی ہے۔ یہ پردہ کیا ہے؟ اس کو اس طرح سمجھیں کہ آپ سمندر کے کنارے بیٹھے ہیں اور سمندر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ایک ابدی زندگی ہے۔ وہ جو پہلے گیا یا بعد میں گیا وہ برابر ہے' سمندر تو وہی ہے۔ جب زمان و مکاں سے آگے آگئے تو وہاں پر تو وقت بھی نہیں ہے' وہاں کوئی سیکنڈ نہیں ہے' وہاں کوئی منٹ نہیں ہے۔ وہاں کے لمحات ہی اور ہیں۔ اس لیے یہ جو فاصلے ہیں ہماری نگاہ میں ہیں' یہ فاصلے ہمارا پردہ ہی ہیں' آج ہم ہیں اور ایک دن ہوگا کہ ہم نہیں ہوں گے۔ پھر اس ہونے اور نہ ہونے کے باوجود آپ حضور پاک ﷺ کی محبت میں رہو۔ اس طرح آپ حضور پاک ﷺ کے قریب آسکتے ہو۔ ہونے اور نہ ہونے کا مطلب کیا ہے؟ یعنی وصال کے وقت بھی' موت کے وقت بھی اور غم کے وقت بھی جس شخص کی محبت میں فرق نہ آیا وہی شخص حضور پاک ﷺ کی محبت کے قریب ہوگا اور جس شخص میں خوشی' غمی اور موت کے وقت فرق آجائے وہ اس محبت کے قریب نہیں آسکتا۔ اور اگلی بات یہ بتا رہا ہوں کہ کبھی حضور پاک ﷺ سے آپ کی ملاقات ہو جائے اور اللہ کرے ضرور ہو جائے تو وہ شخص جو حضور پاک ﷺ سے کسی دنیاوی آرزو کا سوال کرے اس کو محبت نہیں ہوگی۔ مقصد یہ کہ وہ جدا ہونے والا آدمی ہوگا' کوئی نقلی آدمی ہوگا کہ وہ آپؐ سے روشنی لے کر جانا چاہتا ہے۔ تو حضور پاک ﷺ کی محفل سے کسی کام کی غرض سے اُٹھ کر جانے والا

اس محفل کا آدمی نہیں رہے گا۔

حضور پاک ﷺ سے محبت کرنے والا کون ہے؟ جس کو آپؐ کا عشق نصیب ہو جائے وہ باقی عشقوں کو بھول جاتا ہے اور وہ باقی فرائض بھی بھول جاتا ہے ایسے شخص کے فرائض بدل جاتے ہیں اس کا عنوان بدل جاتا ہے اور اس کے واقعات بدل جاتے ہیں۔ اس لیے اس بات کا ضرور خیال رہے کہ حضور پاک ﷺ کی زندگی کیا ہے۔ حضور پاک ﷺ سے محبت کرتے کرتے ایک وقت ایسا آ جاتا ہے کہ یہ محبت آپ کو جلوہ گر نظر آتی ہے۔ ایسا ہو سکتا ہے ؎

خاک کو رفعت ملے، بے بال و پر کو پر ملے
نعتِ پیغمبرؐ سے جب عرفانِ پیغمبرؐ ملے
اس نظر میں فاصلے صدیوں کے بھی حائل نہیں
اپنے درویشوں سے وہ ہر دور میں آ کر ملے

یہ جلسہ وجلوس سب اس لیے ہے کہ آپ کو ابھی عرفان اور ادراک نہیں ہو رہا۔ عجیب بے ترتیبی ہے بیل گاڑیاں ہلہ گلہ بھاگم دوڑ ہے جمالو ___ میرا تو شہر ہی چھوڑ جانے کو دل کرتا ہے۔ میں چونکہ سخت بات نہیں کہتا بلکہ نرم بات کرتا ہوں حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ سارا تمہارا اپنا ہی بنایا ہوا ہے اور اس میں حضور پاکؐ کے مزاج کی بات نہیں ہے یعنی یہ جو کچھ آپ کر رہے ہو اور جس طرح آپ کرنا چاہتے ہو۔ اب تو اس میں حکمران بھی شامل ہونے لگے ہیں۔ اگر حکمران ایسا نہ ہو تو اسے حضور پاک ﷺ کا نام لینا ہی نہیں چاہیے کیونکہ پہلی بات جو اس دین کے اندر حضور پاک ﷺ نے فرمائی ہے وہ صداقت اور امانت ہے۔ بادشاہ میں یہ

بات ہونی چاہیے کہ جس کی امانت ہو اس کو واپس کرے۔ عوام کی جو چیز ہے وہ عوام کو واپس ہونی چاہیے۔ صداقت کا معنی یہ ہے کہ اس سٹیج پر کوئی Statement، کوئی بیان غلط نہ ہو۔ اخباری بیان بھی غلط نہ ہو۔ تو یہ دو باتیں ہیں صداقت اور امانت جو اس دین کے آغاز سے بھی پہلے موجود تھیں اور یہ دو باتیں حضور پاک ﷺ کے نبوت کے اعلان سے پہلے ہی مشہور تھیں کہ آپؐ صادق ہیں، صادق الوعد ہیں اور امین ہیں اور آپؐ نے کافروں کو یہ بات تسلیم کرائی کہ اگر میں یہ کہوں کہ پہاڑ کے پیچھے سے دشمن آ رہا ہے تو کیا تم مان لو گے؟ سب نے کہا جی ہاں۔ ''اگر'' کا جو لفظ ہے اس پر غور کریں۔ بڑے خوب صورت انداز سے آپؐ نے بات فرمائی۔ ''اگر میں یہ کہوں کہ دشمن آ رہا ہے'' جو کہ تمہیں معلوم ہے کہ نہیں آ رہا ہے تو تم کیا کہو گے؟ کافروں نے کہا ہم آپ کی بات مان لیں گے۔ مطلب یہ کہ آپؐ نے صداقت کا اتنا اعتماد پیدا کر لیا کہ اگر غیر صادق بات کریں تب بھی صداقت ہے۔ تو صادق کی بات ہی صداقت ہوتی ہے۔ حضور پاک ﷺ نے یہ ثابت کر دکھایا۔ کیا بات ثابت کی؟ کہ صادق کی بات صداقت ہے۔ جو آپؐ فرمائیں وہ صداقت ہے۔ دنیا کی جو صداقتیں ہیں ہم ان کو Verify کرتے ہیں اور تجزیہ کرتے ہیں۔ مثلاً کوئی یہ کہے کہ آپ کے گھر کے باہر ایک آدمی آیا ہوا ہے، اگر آپ کو کوئی شک ہے تو باہر جا کر دیکھ لو، اگر کوئی شخص نہیں آیا ہو گا تو وہ کہنے والا سچا نہیں ہو گا اور آیا ہو گا تو کہنے والا سچا ہو گا۔ یہ تو وہ بات ہوئی جس کا ہم تجزیہ کر سکتے ہیں اور جس کا ہم جائزہ لے سکتے ہیں اور جس کا ہم ثبوت مہیا کر سکتے ہیں۔ ایسی باتوں میں تو آپ صداقت پر غور کر سکتے ہو لیکن جب یہ کہا جائے کہ کیا اللہ

ہے؟ تو اس کا کیا ثبوت! یہاں پر پیغمبر ﷺ کی ذات پر اعتماد کے بغیر چارہ نہیں۔ اگر کوئی پوچھے کہ اللہ کا ثبوت کیا ہے تو پیغمبر ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ ہے چونکہ یہ بات میں کہہ رہا ہوں اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوسکتا ہے کہ اللہ ہے اور بس اللہ ہے۔ لٰہذا نہ ثابت ہو سکنے والی بات بھی اعتمادِ شخصیت کے ذریعے ثابت ہو سکتی ہے۔ آپ کی ذات اتنی معتبر ہے کہ آپ کا فرمایا ہوا مستند ہے۔ آج تک کسی کو اللہ کا ثبوت نہیں ملا اور آج تک لوگ مانتے چلے آرہے ہیں کہ اللہ ہے۔ یہ اس لیے کہ فرمانے والا سچا ہے۔ حضور پاک ﷺ کے قول کی خوبی یہ ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ ہے جب کہ اللہ کا ثبوت نہیں ہے' اللہ کے واقعات نہیں ہیں اور اللہ ہمارا تجربہ نہیں ہے اور اللہ ہم نے دیکھا نہیں ہے۔ ایک دفعہ حضو پاک ﷺ نے فرمایا کہ اللہ ہے تو بس ٹھیک ہے' اللہ ہوگا۔ پھر وہ فرماتے ہیں کہ اس کو سجدہ کرو' تو یہ بھی ٹھیک ہے اور اللہ حضور پاک ﷺ پر درود پڑھتا ہے' یہ بھی ٹھیک ہے۔ آپ غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے اتنی دنیا پیدا فرمائی ہے اور صرف ایک ذات پر درود بھیجتا جارہا ہے' تو حضور پاک ﷺ کی بات اس حد تک صداقت ہے کہ وہ جو کہیں وہ سچ ہے۔ یہ بات حضور پاک ﷺ کی ذات پر اعتماد کے بغیر ممکن نہیں۔

پھر جب معراج شریف کا واقعہ ہوا او حضرت ابو بکرؓ سے کہا گیا کہ تمہارے نبی ﷺ یہ بات کہہ رہے ہیں تو انہوں نے کہا جب آپ ﷺ فرمارہے ہیں تو ٹھیک ہے' ایسا ہی ہوگا۔ اور یہی ایک راز ہے کہ جو بات حضور پاک ﷺ فرمارہے ہیں وہ ایسا ہی ہوگا۔ بہت سی باتیں ہیں جن کا ثبوت مہیا کرنا مشکل ہے۔ مثلاً مرنے کے بعد ایک زمدگی ملے گی۔ اس کا ثبوت کسی کے پاس نہیں۔

کبھی کوئی مرا ہوا بندہ آپ کے پاس نہیں آیا ہوگا کہ وہاں یہ یہ ہو رہا ہے۔ لیکن مرنے کے بعد کی زندگی ایمان ہے۔ ایسا ایمان جس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اللہ اور اس پر اعتماد تو ہے لیکن جس کا ثبوت نہیں ہے' ایسے فرشتے جن کا ثبوت نہیں ہے' ایسے جبرائیل جن کا ثبوت نہیں ہے۔ یہ سب ایمان ہی ایمان ہے' ایمان ہی ایمان ہے۔ یہ ایمان حضور پاک ﷺ کی صداقت والی شخصیت پر اعتماد کی وجہ سے ملا اور یہ حضور پاک ﷺ کا اعجاز ہے۔ آپ ؐ کا سب سے بڑا اعجاز یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ نے خدا کو ایسا منوایا کہ جیسے ہم دیکھ رہے ہیں حالانکہ ہم نے دیکھا نہیں ہے۔

آپ ؐ کی ذات پر اس طرح کا اعتماد ہونا چاہیے اور صرف جلوس نکالنے سے بات نہیں بنتی۔ اس جلوس میں مجھے ایک اچھی بات نظر آتی ہے کہ عید میلاد النبی ﷺ کا جلوس ہو اور داتا صاحبؒ پر جا کر ختم ہو۔ اس بات سے داتا صاحبؒ کا حضور پاک ﷺ سے کوئی رشتہ ضرور ثابت ہوتا ہے۔ ورنہ اس مقام پر جانے کا کیا سبب ہے' غالباً یہ ایک ہی واقعہ ہے کہ داتا صاحبؒ مظہرِ نورِ خدا ہیں۔ پھر اس میں ایک اور بات دیکھو کہ جب جاننے والے منانے کا کوئی پروگرام نہیں بنا رہے تو نہ جاننے والے کچھ نہ کچھ تو کریں گے۔ نہ جاننے والے ہلہ گلہ چاہتے ہیں' رونق چاہتے ہیں۔ اس لیے جاننے والوں کو چاہیے کہ کوئی نہ کوئی فنکشن جو حضور پاک ﷺ کے نام کا ہو' اسے بڑے مقدس انداز میں ضرور کیا کریں تاکہ لوگوں کے اندر شعور پیدا ہو ورنہ لوگ تو یہی کچھ کرتے رہیں گے' بیل گاڑی' زندہ باد' مردہ باد اور ڈھول ڈھمکے کرتے رہیں گے۔ اس سے بچنا چاہیے۔ اب تو بزرگوں کے عرس پر

بھی ایسا ہوتا ہے مثلاً دھمال ہے' دھمال اسلام کے شعائر اللہ میں سے تو نہیں ہے۔ مادھولال حسینؒ کے دربار آپ کبھی گئے ہوں تو عجیب وغریب منظر ہوتا ہے' یہ اسلام کی بات نہیں ہے۔ اسلام کے اندر تو یہ واقعہ ہے کہ حضور پاکؐ کی یاد منانی ہو تو ہمیشہ یاد رہنی چاہیے' ہمیشہ ہی مناؤ اور اس طریقے سے مناؤ کہ اس کے اندر سنجیدگی پیدا ہو اور تقدیس پیدا ہو اور ادب پیدا ہو تا کہ بچوں کے اندر اور نئی نسل کے اندر روشنی پیدا ہو' یہ نہ ہو کہ آپ اسے بے ترتیب کر دو۔

اس جلوس سے حکومت والوں نے بھی فائدہ اٹھایا۔ اس سے حکومت کچھ دیر پا ہو جاتی ہے' لوگ سمجھتے ہیں کہ حکمران نیک لوگ ہیں' حضور پاک ﷺ کے جلوس میں شامل ہوئے ہیں' لوگ جھنڈیاں لے کر دیتے ہیں' ایسا شخص مہنگا بیچتا ہے اور بھائیوں کو نقصان پہنچاتا ہے' گھٹیا مال فروخت کرتا ہے اور مال میں ملاوٹ کرتا ہے' لیکن جھنڈیوں کے پیسے ضرور دیتا ہے کہ میلادالنبی ﷺ پہ لگا دو۔ ایسے آدمی کو اتنا کہو کہ غور کرے کہ وہ حضور پاک ﷺ کی امت کے ساتھ کیا کر رہا ہے۔

ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ دیکھ بھئی تیرے کارخانے کی بنی ہوئی چائے ہم نے پی ہے لیکن اس میں کوئی ذائقہ نہیں نکلا۔ کہتا ہے کہ گلہ نہ کیا کر' تیرے کارخانے کی بنی ہلدی میں بھی تو کھا رہا ہوں بالکل زہر ہے۔ کھانا آپ نے دو وقت کا ہی کھانا ہے پھر رخصت ہو جانا ہے۔ کوئی آدمی آج تک ایسا نہیں ملا جو چار وقت کھانا کھا سکے۔ آپ کے معدے تو ویسے ہی خراب ہیں' آپ خوراک کی بجائے دوائی کھاتے رہتے ہو۔

ضرورت کے بعد آنے والا پیسہ صرف نظر آتا ہے محسوس نہیں ہوتا' ضرورت تک پیسہ پیسہ ہے لیکن ضرورت کے بعد آنے والا پیسہ بے کار سی چیز ہے' آتا ہے جاتا ہے۔ ایک آدمی نے مجھ سے کہا کہ میرا کاروبار نہیں چلتا تھا ہمارے پیر صاحب نے دعا کی اور کہا پھل فروٹ بیچو' میں نے فروٹ کی دوکان کھول لی' پہلے خربوزے بیچے' پھر دوسری چیزیں' اب اللہ کے فضل سے میری اپنی دوکان ہے اور روزانہ ہزار روپے کی آمدن ہو جاتی ہے' Sale بڑھتی ہے' آمدن بڑھتی ہے' رونق لگی ہے۔ اب وہ کرتا یہ تھا کہ بیس روپے والی چیز پچاس روپے میں بیچتا تھا۔ اب اپنے بھائی سے زیادہ منافع اپنے پیر صاحب کا نام لگا کر لے لیتا تھا۔ اس میں نہ تو پیر خوش ہوتا ہے اور نہ حضور پاک ﷺ خوش ہوں گے۔

کہیں تم حضور پاک ﷺ کے نام پر حضور پاک ﷺ کے بتائے ہوئے راستے کے علاوہ نہ چل پڑنا۔ اس بات کا اندیشہ ہے' اس کا خیال کرنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یاد مناتے ہوئے آپ بہک جاؤ اور پھر کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمیشہ کے لیے آپ پر یادیں منانے کی پابندی لگ جائے۔ آج جس طرح ہوتا ہے داتا صاحبؒ کے عرس پر کہ عرس منانے والے کسی آدمی نے "کشف المحجوب" نہیں پڑھی۔ منانے والے بھاٹی گیٹ تک جلیبی کھا کے آ گئے اور کہتے ہیں سبحان اللہ! داتا صاحبؒ کا عرس ہے' سبحان اللہ کیا جلیبی ہے۔ اب آپ ہی بتاؤ جلیبی سے کیا تعلق داتا صاحبؒ کا۔ پھر کہتا ہے کہ چلو رونق میلہ بھی دیکھیں۔ اب اس نے رونق میلے کا نام داتا صاحبؒ رکھ دیا ہے۔ اگر آپ کو حضور پاک ﷺ کی یاد حضور پاک ﷺ کے قریب نہیں لے کے جا رہی تو پھر آپ کو احتیاط کرنی چاہیے اور غور کرنا چاہیے۔

پھر آج کا دن آپ کے لیے مبارک ہو گیا۔ کوئی شخص یہ کہے کہ میں آج نصف شب کو حضور پاک ﷺ کے نام کے دو رکعت نفل ضرور پڑھوں گا اور میں فلاں وقت درود شریف پڑھوں گا اور یہ کہ آپؐ نے فرمایا ہے تو میں تقلید کرتا ہوں اور میں بھائی کو معاف کرتا ہوں اور یہ کہے کہ ایک آدمی کو میں نے تکلیف دی تھی اور آج کی وجہ سے میں اس سے معافی مانگ لیتا ہوں۔ ایسی صورت میں آج کا دن مبارک ہے۔

آپ غصہ بھی کرتے ہو' لالچ بھی کرتے ہو' نفرتیں بھی کرتے ہو' مال جمع بھی کرتے ہو' اس کی گنتی بھی کرتے ہو' دنیا کی آرزو کے پیچھے بھاگے دوڑے پھرتے ہو اور پھر حضور پاک ﷺ کی محبت کا نام بھی لیتے ہو' یہ سب اتنا مکینیکل نہیں ہے یعنی یہ محبت مشین کی طرح نہیں ہے۔ آپ کا دل کہے اور آپ کی روح کہے کہ ''الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ''۔ یہ درود شریف پڑھا جائے' غور سے پڑھا جائے' آنسوؤں سے پڑھا جائے' میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ روزانہ پڑھا جائے۔

اب میں آپ کو حضور پاک ﷺ کے میلاد کی نظم سناتا ہوں:

مبارک اہلِ ایماں کو کہ ختم المرسلیںؐ آئے
مبارک صد مبارک بانیٔ دینِ مبیںؐ آئے
مبارک ہو کہ دنیا میں شہِؐ دنیا و دیں آئے
چراغِ طور آئے' زینتِ عرشِ بریں آئے

کہ حسنِ ذات، دینے کے لیے ذوقِ یقیں آئے
مبارک ہر جہاں کو رحمۃ اللعالمیںؐ آئے

یہ روزِ کُن سے بھی پہلے زمانے کی کہانی ہے!
دو عالم میں محمدؐ کا نہ تھا ثانی، نہ ثانی ہے!
فنا زیرِ قدم، ان کی بقا پر حکمرانی ہے
محمدؐ کے غلاموں تک کی ہستی جاودانی ہے
سراپا عشقِ حق بن کر حسینوں کے حسیں آئے
مبارک ہر جہاں کو رحمۃ اللعالمیںؐ آئے

وہی حٰم و طٰہٰ ہیں مدثر ہیں مزمل ہیں
وہ کرمنا بنی آدم کی تفسیرِ مکمل ہیں
امام الانبیاء ہیں، نور ہیں، انسانِ کامل ہیں
''خدا خود میرِ مجلس ہے محمدؐ شمعِ محفل ہیں''
دلوں کو نور دینے کے لیے نورِ مبیں آئے
مبارک ہر جہاں کو رحمۃ اللعالمیںؐ آئے

دمِ عیسیٰؑ، یدِ بیضا، سے آگے ہے مقام ان کا
کلام اللہ کی تفسیر ہے گویا کلام ان کا
حیاتِ جاوداں دیتا ہے دنیا کو پیام ان کا
خدا ہی جانتا ہے کس قدر پیارا ہے نام ان کا

گناہ گارو نہ گھبراؤ شفیع المذنبیں آئے
مبارک ہر جہاں کو رحمۃ اللعالمیں ؐ آئے
در و دیوار طیبہ کے خوشی سے جگمگاتے ہیں
فضائیں رقص کرتی ہیں پرندے چہچہاتے ہیں
ملائک حور و غلماں راہ میں آنکھیں بچھاتے ہیں
کہ سلطانِ زمانہ دہر میں تشریف لاتے ہیں
جبینِ آسماں جھکتی ہوئی سوئے زمیں آئے
مبارک ہر جہاں کو رحمۃ اللعالمیں ؐ آئے
دو عالم کے دلوں کو نور دیتا ہے جمال ان کا
یہ جاں ان کی یہ دل ان کا صفت ان کی کمال ان کا
یہ دن ان کا چراغ ان کے فراق ان کا وصال ان کا
غلامِ کمتریں واصف علیؔ کو ہے خیال ان کا
محمد ؐ کی غلامی میں قلوب العاشقیں آئے
مبارک ہر جہاں کو رحمۃ اللعالمیں ؐ آئے

بات اتنی ساری ہے کہ آپ سب درود شریف پڑھو اور ہر آدمی حضور پاک ﷺ سے دعا کرے کہ یا رسول اللہ ﷺ امت پر رحم فرمائیں۔ اب وقت ایسا آ گیا ہے کہ انتشار ہو گیا ہے' آدمی' آدمی سے الگ ہو گیا ہے' فرقہ' فرقے سے الگ ہو گیا ہے' ایک دوسرے سے طبقے الگ الگ ہو گئے ہیں' کہیں ایسا نہ ہو کہ ملت مٹ جائے۔

دعا یہ کرو کہ یا رب العالمین! یا رسول اللہ ﷺ! امت کو اکٹھا فرمائیں، ملت کو اکٹھا فرمائیں، ان کو پھر عہدِ رفتہ کی طرف رجوع عطا فرمایا جائے، جس طرح آپؐ پہلے رحمۃ اللعالمین بن کے تشریف لائے ہیں اسی طرح آج آپؐ کی یاد رحمۃ اللعالمینی کرے تاکہ ہمارے اندر سارے انتشار دور ہو جائیں۔ یہ دعا کیا کرو کہ یا رب العالمین رحم فرما! یا اللہ تعالیٰ اس اُمت پر، ملت پر رحم فرما۔ حضور پاک ﷺ کی سب سے بڑی شان یہ ہے کہ آپؐ غریبوں میں غریب ہیں اور بادشاہوں میں بادشاہ۔ جس انداز سے Approach کرو گے آپ کو حضور پاک ﷺ کی شان ملے گی۔ محبت سے کرو، دل سے دنیاوی آرزو نکال دو، پھر اللہ تعالیٰ اور اللہ کے حبیب ﷺ رحم فرمائیں گے۔

سب سے بڑی دعا یہ ہے کہ یا اللہ ہمیں اپنے محبوب ﷺ کی محبت فرما! حضور پاک ﷺ کی محبت کے چراغ روشن ہوں! واقعی چراغوں میں حضور پاک ﷺ کی محبت روشن ہو! یا اللہ ہم خالی تقریب منانے والی قوم نہ بن جائیں، خالی جلوس نکالنے والی قوم نہ بن جائیں، خالی جلسے کرنے والی قوم نہ بن جائیں، ان جلسوں اور جلوسوں میں اگر وہ روح ہے تو یہ جاری رہیں، اگر نہیں ہے تو انہیں بند کرا۔ یا رب العالمین! یا اللہ یا اللہ! روح والی بات نافذ فرما تاکہ صداقت کے ساتھ اسلام کا بول بالا ہو۔ آمین۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیدنا و مولٰنا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یاارحم الراحمین۔

1 صوفیاء میں ایک بڑا مشہور نظریہ "وحدت الوجود" ہے۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا۔

2 وحدت الوجود کے ضمن میں حضور پاک ﷺ کے مقامات پر مختلف بیان ہیں اور خود فرمایا گیا ہے کہ انا بشر مثلکم۔

3 اصل علم کیا ہے؟

4 واردات کا علم کیسے آتا ہے؟
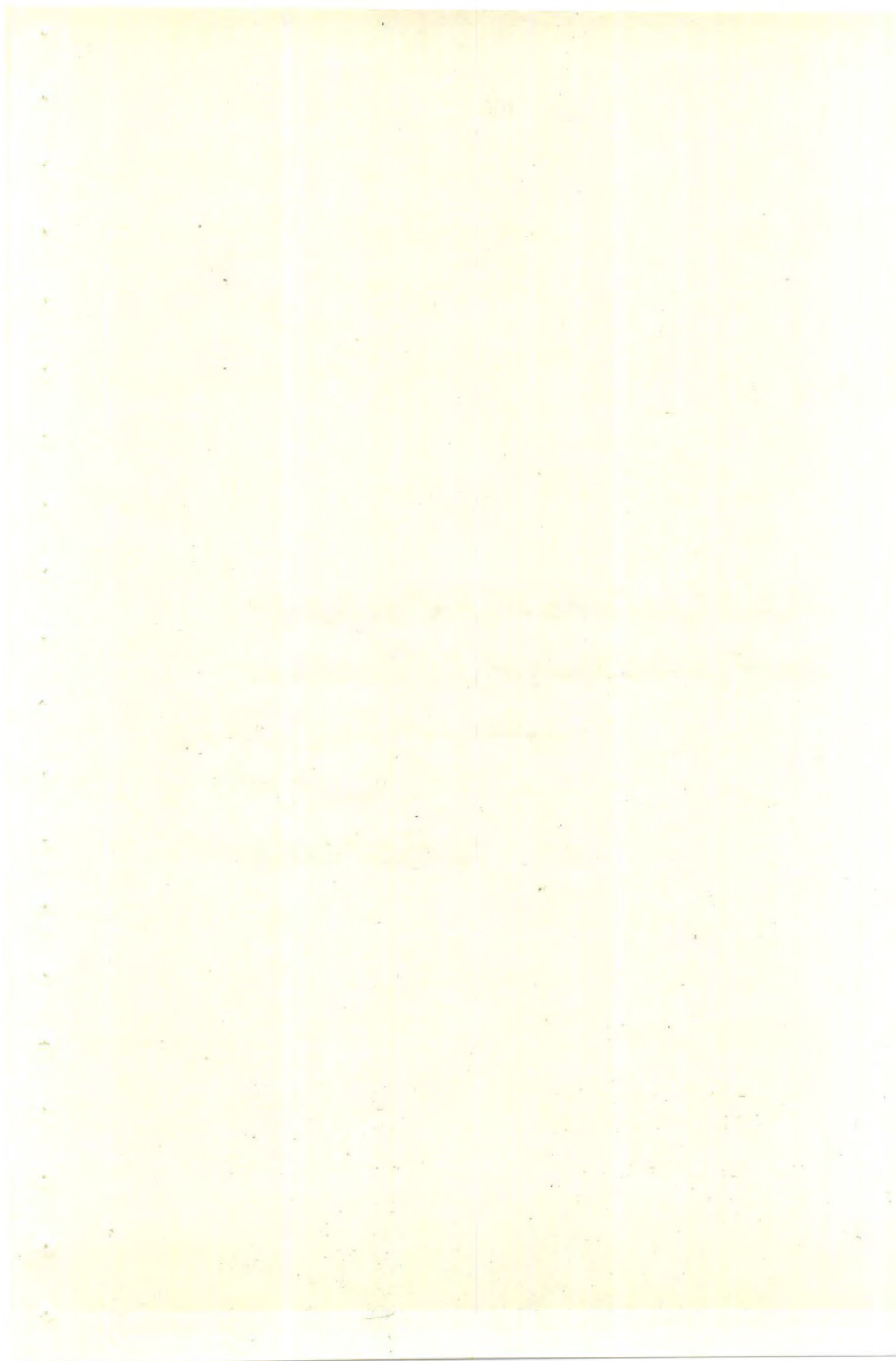
سوال:

صوفیاء میں ایک بڑا مشہور نظریہ "وحدت الوجود" ہے۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا۔

جواب:

وحدت الوجود کا علم آپ کے ایمان کے لیے فرض نہیں۔ وحدت الوجود کا جو علم ہے اور علم کے طور پر رائج ہے اس پر آپ کا ایمان ہے یا نہیں؟ انسان کہاں تک مجبور ہے اور کہاں تک آزاد ہے یعنی تقدیر کہاں تک ہے اور تدبیر کہاں تک ہے؟ اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ اللہ کہتا ہے کہ بات یہ ہے اور انسان دیکھتا ہے کہ بات کچھ اور ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ میں زمین و آسمان کا مالک ہوں جب کہ مکان کی رجسٹری آپ کے پاس ہے اور پھر رجسٹری یہاں رہ جاتی ہے اور آپ نے رجسٹرڈ ہو جانا ہے۔ زمین کو اپنے نام انتقال کرواتے کرواتے آپ انتقال کر جاؤ گے اور زمین یہیں رہ جائے گی۔ آپ مالکِ مکان ہو اور اللہ ملکیت کا مالک ہے اور آپ کی زندگی سے زیادہ ٹھہرنے والا ہے۔ اب آپ خود سوچو مالک بڑا ہو گا یا ملکیت بڑی ہو گی؟

اللہ کہتا ہے کہ میں اس کائنات سے پہلے بھی تھا اور اس کے ختم ہونے کے بعد بھی رہوں گا۔ اس کے مالک ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ آپ کے پیدا

ہونے سے پہلے موجود تھا۔ جس اللہ کی عبادت آپ کے دادا جان نے کی' آپ کے پوتے بھی اسی کی عبادت کریں گے۔ اللہ کی بات سمجھنی ہے تو ادب سے سمجھو' پھر بات سمجھ آئے گی۔ یا پھر بے باک ہو کے سامنے آؤ۔

ایک آدمی نے کہا میں خدا ہوں۔ دوسرے نے کہا تم بے وقوف ہو جو اپنے آپ کو خدا کہتے ہو۔ اس نے کہا میں واقعی خدا ہوں' سارے کام میں نے کیے ہیں۔ اس نے کہا ثبوت دو' کہنے لگا اس خدا نے کون سا ثبوت دیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ تم عام کی بات نہ مانو لیکن اللہ تعالیٰ جو کچھ کہہ چکا ہے اسے وہ پہلے منوا چکا ہے۔ اب اس سے آگے کی بات کرو۔ یاد رکھنا! تسلیم اللہ کی کہی ہوئی بات کا نام ہے۔ جس علم کو کسی پیغمبر نے اپنی سنت بنالیا اس پر تنقید کرنے سے ایمان ختم ہو جائے گا۔ بات صرف یہ نہیں کہ وہ پیغمبر ہیں بلکہ ہم سے ہر چیز میں زیادہ ہیں' علم میں زیادہ' دانائی میں زیادہ اور مرتبت میں تو ہیں ہی زیادہ۔

جب آپ کا کوئی استاد کہہ دے کہ یہ بات ہے' اور شاگرد نئی بات کہہ دے اور استاد کو سمجھانے لگ جائے تو آپ کہیں گے کہ شاگرد پاگل ہو گیا ہے۔

خدا تعالیٰ آپ کی دریافت نہیں ہے' آپ کی Discovery نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ پیغمبر کی دریافت اور اس کی ذمہ داری ہے۔ پیغمبر کے بارے میں' اللہ کے بارے میں' اللہ کے ارشادات کے بارے میں جو کچھ بیان آپ تک آیا اس میں اللہ کے حبیب ﷺ کی سند شامل ہے۔ اگر اللہ کے حبیب ﷺ نہ فرماتے تو آپ کو یقین نہ آتا کہ اللہ نے یہ کتاب بھیجی ہے۔ یہ آپ پر بھی نازل ہو سکتی تھی مگر آپ پر اس لیے نازل نہیں ہوئی کہ آپ سند نہیں ہیں' حالانکہ آپ جب پڑھتے

ہیں تو اس وقت یہ آپ پر ہی نازل ہوتی ہے۔ لیکن آپ سند نہیں۔ جب آپ قرآن کی بات کسی اور کو سناتے ہیں تو وہ شخص سوچتا ہے کہ یہ آدمی معانی غلط کر گیا ہوگا' اپنی طرف سے زیر زبر لگا گیا ہوگا۔ قرآن آپ کے پاس آ گیا ہے' محفوظ حالت میں آ گیا ہے' اللہ تعالیٰ کی طرف سے آ گیا ہے' اللہ تعالیٰ کے بارے میں آ گیا ہے' اس میں اللہ تعالیٰ کے احکام بیان ہو گئے' اللہ تعالیٰ کے خواص بیان ہو گئے' اس میں اللہ کے محبوب ﷺ کی سند شامل ہے۔

اب اللہ کے بارے میں جو کچھ واضح ہونا تھا وہ پوری طرح واضح ہو گیا۔

اب اللہ کے ساتھ زیادہ بے تکلفی نہ دکھانا۔ اللہ نے کہا کہ میں رزق دیتا ہوں' ماننے والا مانتا ہے کہ اللہ رزق دیتا ہے' تحقیق کرنے والا جانتا ہے کہ رزق دفتر سے ملتا ہے' مہینے کی پہلی تاریخ کو تنخواہ ملتی ہے' کام کرتے ہیں' پیسے ملتے ہیں' کام نہ کریں' پیسے نہیں ملیں گے۔ اب آپ کا ایمان کیسے محفوظ ہو؟ اللہ نے کہا میں رزق دیتا ہوں تو یہ اللہ ہی ہے جو رزق دے رہا ہے' دھرتی سے جو لائے ہو اللہ دے رہا ہے' دفتر سے جو لائے ہو' اللہ دے رہا ہے' اللہ جو بھی ذریعہ بنا دے' دیتا وہ آپ اللہ ہی ہے۔ اللہ کے بیان کے مطابق اگر تمہیں مشاہدہ ہو جائے تو یہ تمہاری خوش قسمتی ہے اور اگر مشاہدہ نہ ہو تو بھی آپ کے ایمان میں کمی نہیں آنی چاہیے۔ اللہ کے ہونے کا ثبوت کوئی نہیں ہے' اس کا ثبوت صرف یہ ہے کہ انسانی زندگی میں سب سے بڑے انسان ﷺ نے جب کہہ دیا کہ اللہ ہے تو ہم مانتے ہیں کہ اللہ ہے۔ اس لیے ثبوت دینے والی کوئی بات نہیں۔

بعض لوگوں کو ثبوت ضروری لگتا ہے۔ جو بندہ اللہ کا ثبوت تلاش

کرتا ہے' کافر ہو کر مرے گا۔ جتنا وقت تُو اللہ کو ثابت کرنے میں ضائع کرے گا اتنی دیر میں دوسرا آدمی اللہ کے خلاف ثبوت دے دے گا۔ اللہ کو مان لو بے دلیل مان لو۔

ایک بزرگ کی شیطان سے بحث ہوگئی۔ شیطان نے پوچھا کہ تیرا اللہ کہاں ہے۔ بولے اللہ میرے پاس ہے۔ شیطان بولا تیرے پاس تو میں بھی کھڑا ہوں۔ پھر بولے اللہ زندگی دیتا ہے۔ شیطان نے کہا یہ جنازے؟ بولے اللہ صحت دیتا ہے۔ شیطان نے کہا پھر ہسپتال کیوں بیماروں سے بھرے پڑے ہیں۔ غرض یہ کہ بزرگ نے جو کچھ کہا کہ اللہ کرتا ہے' شیطان نے ثابت کر دیا کہ اس کے برعکس بھی اللہ کرتا ہے۔ بہت پریشانی کا عالم تھا۔ اب وہ کیسے ثابت کریں۔ لمبی چوڑی دلیلیں پیش کیں مگر سب کو شیطان نے توڑ کے رکھ دیا۔ ان بزرگ کے مرشد زندہ تھے' اس وقت وہ حاضر ہوئے' انہوں نے کہا کہ شیطان سے کہو کہ میں نے خدا کو بے دلیل مانا ہے۔ انہوں نے شیطان سے کہا کہ میں نے اللہ کو دلیل کے بغیر مانا۔ شیطان نے کہا تیرا مرشد کامل تجھے بچا گیا ورنہ تُو اللہ کو دلیل سے ڈھونڈتا ہے اور میں اس کو دلیل سے توڑتا ہوں۔

اس لیے آپ اللہ کو دلیل سے نہ ڈھونڈنا' آپ اس کو ایمان سے ڈھونڈنا۔ ایمان والے کے لیے دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ ایمان' ایمان ہی ہے اس لیے لوگ جو کہتے ہیں انہیں کہنے دو۔ آپ یہ کہو کہ میں نے ''وحدت الوجود'' کو مانا۔ ویسے میں نے اس بارے میں آپ کو روکا تھا۔ اپنی کتاب میں مَیں نے ایک جگہ لکھا ہے کہ وحدت الوجود علم نہیں ہے' یہ مشاہدہ ہے۔ اگر آپ

Pantheism کو مشاہدہ نہیں مانو گے تو یہ آپ کا علم نہیں بنے گا۔ آپ نے اسے یقین کے ساتھ ماننا ہے' ثبوت کے ساتھ نہیں۔ اب آپ ایمان کے ساتھ کہو کہ میں نے اللہ کو مانا دلیل کے بغیر اور اللہ کے حبیب ﷺ کو مانا دلیل کے بغیر۔ مشاہدہ اس کے بعد آئے گا۔ آپ کا ایمان اب مضبوط ہو گیا۔ ثبوت دینے کی ضرورت کوئی نہیں اور ثبوت دینے کی کوشش بھی نہ کرنا' آپ یقین میں رہنا ''وحدت الوجود'' کو ماننے سے پہلے ایک بات ضروری ہے کہ آپ ''غیر اللہ'' کو پہچان لو۔ غیر کسے کہتے ہیں جب کہ کائنات میں اللہ کا غیر کوئی نہیں ہے؟ اللہ نے جس کو اپنا غیر کہہ دیا وہ اللہ کا غیر ہے۔ اللہ جس کو اپنا کہے وہی اللہ کا اپنا ہے۔ ورنہ وہ کہاں اور تم کہاں! اللہ کے اپنے کام ہیں چاہے پابندی ہو یا مجبوری ہو۔ خوش قسمت انسان وہ ہے جو اپنے حاصل کیے ہوئے انعامات کو اللہ کا احسان کہے اور اللہ کی دی ہوئی محرومیوں کو اپنی خامی کہے' مثلاً محرومی قدرت کی طرف سے آ رہی ہے اور اس بات کا صاف پتہ چل رہا ہے یعنی اچانک کوئی حادثہ ہو جائے یا کوئی واقعہ ہو جائے' یا بیٹا پیدا نہیں ہو رہا اور صرف بیٹیاں ہی پیدا ہو رہی ہیں۔ اس کو اپنی طرف منسوب کرو اور جو آپ نے حاصل کر لیا' اپنے حاصل کیے ہوئے انعام کو اللہ کا احسان مانو۔ خوش قسمت انسان وہ ہے جو اس زندگی کو خوبیوں' خامیوں محرومیوں اور اتفاقات سمیت اسے اللہ کا احسان ثابت کر کے اس دنیا سے کامیابی کے ساتھ نکل جائے۔ خوش قسمت انسان کے لیے محرومیت بھی عطا ہو سکتی ہے' فراوانی بھی وہ اللہ ہی دیتا ہے۔ ہم غریب تو اس سے دعا مانگتے رہتے ہیں' اور پتہ نہیں ہوتا کہ کیا دعا مانگنی ہے۔ ایک آدمی دعا مانگ رہا تھا۔ پاس سے

فرشتہ گزرا۔اس نے پوچھا کیا مانگ رہا ہے' کہا میں دعا مانگ رہا ہوں' اس نے کہا دعا مجھے بتا دے' میں اللہ کو پہنچا دوں گا۔اس نے ایک ایک کر کے دعائیں گنوانا شروع کر دیں۔تب جبرائیل علیہ السلام نے کہا" میں سمجھ گیا ہوں بات کیا ہے' میں اللہ سے کہہ دوں گا تیرا بندہ کہہ رہا تھا اپنے علاوہ مجھے سب کچھ دے دے"۔ یہ ہے تمہاری دعا۔اس کے علاوہ تم کچھ مانگ نہیں سکتے۔

اللہ' اللہ ہے۔اللہ دولت دے گا۔اللہ مرتبہ دے گا لیکن یہ عین ممکن ہے کہ دولت والے کا نام فرعون ہو' بات ایمان کی ہے۔اگر ایمان ہو تو گھر سے بے گھر ہونے والا شخص پیغمبر بھی ہو سکتا ہے۔یہ سب اللہ کے کام ہیں۔آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ کسی کے ساتھ اللہ ناراض ہے اور اس وجہ سے وہ شخص غریب ہے۔ عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ امیر کے ساتھ ناراض ہو۔دولت مندوں کو ہم نے اکثر عذاب میں مبتلا دیکھا ہے۔یہ نہیں ہو سکتا کہ صرف غریب پر ناراض ہو۔غریب گلہ کرے گا تو عین ممکن ہے اس کی غریبی کافر ہو جائے۔بات اب واضح ہے' نہ غریبی کوئی شے ہے اور نہ امیری کوئی شے ہے۔اگر ایمان قائم ہو تو غریبی بھی اچھی چیز ہے اور امیری بھی اچھی چیز ہے۔اگر ایمان قائم نہ ہو تو غریبی بھی عذاب ہے اور امیری بھی عذاب ہے۔مقصد یہ ہے کہ آپ نے یہ دیکھنا ہے کہ آپ نے اپنی زندگی میں ایمان کو کس طرح لاگو کیا ہے۔

عین ممکن ہے کہ اللہ گرمیوں میں گرم ریت کی عزت افزائی کر دے اور دریا کو شرمندہ کر دے۔یعنی یہ کربلا ہے' جو فتح کر رہے ہیں وہ فاتحین ہیں لیکن اللہ ان کو ہمیشہ کے لیے شرمندگی دے دیتا ہے۔اور جو بظاہر شکست میں ہیں ان

کے لیے ہمیشہ کے لیے سرفرازی ہے۔ یہ اللہ کے کام ہیں کہ ریت کو عزت دے اور فرات کو پشیمانی دے۔ ایسا ہو سکتا ہے' وہ اللہ جو ہوا' وہ مالک اللہ ہے' کمال کا اللہ ہے۔ ذرا اس کی بات دیکھو۔ کہتا ہے میں نے تمہیں سب کچھ دے دیا' پیسے بھی میں دیتا ہوں' اچھا ذرا ہمیں قرض حسنہ تو دو۔ دانا آدمی یہاں پاگل ہو جائے گا۔ وہ کہے گا یا اللہ اگر آپ پیسے دینے والے ہیں تو پھر پیسے مانگنے والے آپ کیوں ہیں۔ یہی راز ہے

ہیں خالق کونین تیرے کام نرالے
دیتا ہے کبھی اور کبھی مانگ رہا ہے

جب اللہ مانگے تو اس کی راہ میں پیسہ دینا آپ کی عبادت ہے۔ اگر آپ کو پیسہ دے تو لینا آپ کی عبادت ہے۔ اس لیے اللہ کے بارے میں حتمی بات کہنا بہت مشکل ہے۔ مثلاً آپ یہ دیکھو کہ رحمان اس کا نام ہے' اس کی ایک صفت رحمان ہے لیکن ''قہار'' بھی تو اسی کا نام ہے۔ ایک ہی ذات کی دو صفات رحمٰن اور قہار' دونوں حق ہیں۔ قہار بھی اسی ذات کی صفت ہے اور وہ اتنا رحم والا ہے کہ ستم کرے تب بھی کرم ہے۔ اب جو کافر ہے اس پر کرم بھی ستم ہے۔ بے پناہ دولت ملی ہے لیکن وہ فرعون بن گیا ہے۔ اور مومن جو ہے وہ ہزار مشکلات سے گزرا' آزمائش سے گزرا' اس پر کرم ہی کرم ہے۔ ساری بات تعلق کی ہے۔ تعلق ہی کرم ہے۔ تعلق اگر قائم ہے تو ستم بھی کرم ہے۔ تعلق نہ ہو تو ہر عطا تمہیں خطا کی طرف لے جائے گی۔ اگر آپ اپنے حاصل کو اپنے قبضے میں رکھتے ہیں تو خدا کو آپ سمجھ نہیں سکتے۔ اللہ نے ٹھیک کہا ہے کہ پیسہ گننے والا حقیقت آشنا نہیں ہو سکتا۔ اللہ کا

گلہ کس لیے کرر ہے ہو؟ جو کچھ اس نے بنایا ٹھیک ہی بنایا ہے۔ انسانوں کا گلہ کیوں کرر ہے ہو؟ انسانوں کا آپ کے ساتھ عمل جو بھی ہے' اگر تم اللہ کی طرف جا رہے ہو تو یہ اللہ کی طرف سے ہوگا۔ اب آپ دیکھو کہ اگر آپ کو عقل کے ذریعے کوئی خزانہ مل جائے تو یہ اللہ کی طرف سے ہوگا کیونکہ عقل اس نے دی ہے۔ مثلاً آپ مزدوری سے کچھ کما کر لے آئے ہو' اب مزدوری کی قوت دینے والا اللہ ہے لیکن آپ کے اندر بھوک اور کھانے کی لذت اس کی طرف سے ہے۔ جو بھوک کا حال ہے اس سے پوچھو جس کے پاس کھانا ہے لیکن بھوک نہیں۔ تیرے کھانے کو بھوک اور لذت میں Convert کرنے کا حق اللہ کے پاس ہے۔ تمہیں آنکھوں کا نور عطا کیا گیا ہے' اس نور سے نظر آنے والے جو نظارے اللہ نے عطا کیے ہیں' اس کا شکر ادا کرو۔ تمہیں دیکھنے والا بنایا' تمہارے دیکھنے کے لیے تمہارے خوب صورت بچے بنائے' ان بچوں سے پیار پیدا کیا' نظارے بنائے بلکہ ہر چیز بنائی اور تمہیں دیکھنے کے لیے مہلت عطا کی۔ پھر اس کے بعد نظارہ چھن جائے گا۔ اس سے پہلے کہ ہر چیز چھن جائے کیا تم چھوڑنے کے لیے تیار ہو؟ بات اتنی ساری ہے' اگر تم چھوڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ تو بات سمجھ آ جائے گی۔ یہاں پر تمہاری کوئی ملکیت نہیں ہے۔ یہ شہر تلاش کا شہر ہے' تلاش بہت بڑی جگہ ہے۔ اگر آپ سود و زیاں کے چکر سے نکل جائیں تو پھر سود و زیاں کیا ہے' نفع نقصان کیا ہے۔ اگر کوئی شخص اللہ کی یا حق کی تلاش کر رہا ہے تو اس کا نفع نقصان کا چکر بند ہونا چاہیے۔ اللہ کو تلاش کرنے والے نفع کے چکر سے آزاد ہوتے ہیں۔ ہمیں تو سجدے سے کام ہونا چاہیے' حاصل اور نا حاصل کی بات نہیں

ہے۔ جو آدمی سود و زیاں کے چکر سے نکل جائے وہ اللہ کے قریب جا سکتا ہے۔
انسان اگر اپنے حال کو اللہ کی عطا مان لے تو پھر اللہ کا قرب حاصل کر سکتا ہے۔
اگر اس بات کا پتہ نہ چلے تو کسی تیسرے شخص کو درمیان میں رکھ لو اور اس سے
پوچھو کہ کیا میں ٹھیک چل رہا ہوں؟ اس طرح انسان سوچ سے بچ جاتا ہے کیونکہ
بعض اوقات خود سمجھنے سے بات سمجھ نہیں آتی۔ ایک بات یاد رکھو اگر کبھی چار بھائی
آپس میں بیٹھے ہوں تو آپ ضرور سوچا کرو کہ ہم میں سے ایک نے جنازہ بننا ہے
اور باقی تین نے وہ جنازہ اٹھانا ہے۔ ہم میں سے کوئی ایک بھائی پہلے جا سکتا
ہے۔ جانے والا جو بھی جائے گا وہ دوسروں کو غم دے کے جائے گا' اس کو جانے کا
غم ہوگا' اور جو رہ جائیں گے ان کو رہ جانے کا غم ہوگا۔ چار میں سے ایک نے جانا
ہے اور تین نے اس کو اٹھانا ہے۔ ہماری محفلیں' ہماری دوستیاں' ہمارے احباب'
یہ سارے کے سارے' یہ ہمارے' جو خوشیوں میں شامل ہیں انہیں نے غم بننا ہے۔
یہ جو خوش چہرے ہوتے ہیں انہوں نے ایک دن غم زدہ بننا ہے۔ یہ سب چہرے'
One fine morning غم زدہ ہوں گے۔ پھر وہ کہیں گے یا اللہ یہ کیا ہو گیا؟ جو
ہونا ہے وہ ضرور ہو جاتا ہے۔ اب اس علم کی گنجائش رکھو' اس کو سمجھو' پھر سارا علم
آپ کو آجائے گا۔ ہیرا پھیری کا علم بند کرو۔ اب وحدت الوجود کی بات بتاتا
ہوں آپ کو۔ یہ بہت لمبا علم ہے' وہ اس کو سیکھنے کے لیے ضروری ہے کہ جو شخص
ابلیس کے عمل کو پہچان لے اور ابلیس کی آگاہی حاصل کر لے' وہ ''وحدت الوجود''
کا جلوہ دیکھ سکتا ہے۔ میں اس کی نشانی بتاتا ہوں آپ کو۔ ایک ایسا مشاہدہ ہو سکتا
ہے کہ انسان پر ایک ایسا وقت آئے' چاہے وہ ایک منٹ کے لیے آئے' کہ وہ

جس طرف دیکھے اسے ایک ہی چہرہ نظر آئے۔ یہ وقت چند لمحات کا ہو سکتا ہے۔ وہ شخص ''وحدت الوجود'' کا فلسفہ بیان کر سکتا ہے۔ جس پر یہ کیفیت نہ آئی ہو وہ ''وحدت الوجود'' کی بات نہ کرے۔ بات سمجھ آئی! اپنے جلوے کا آپ شیدائی' آپ ہی حکم دے' آپ ہی عطا کرے' سرِ دلبراں بھی خود' آپ خود دلبر بنائے' خود دلبری پیدا کرے' خود محبت عطا کرے' خود محبوب عطا کرے' خود حسن پیدا کرے' خود محبّ پیدا کرے' اور پھر خود ہی جلوہ دیکھے اپنی آنکھوں سے ؎

تمہاری آنکھ سے دیکھا تمہیں تو اٹھ گیا پردہ
ہماری آنکھ کو جلوہ ترا حائل نظر آیا

وہ ہماری آنکھ ہو نہیں سکتا' یہ الگ راز ہے۔ اس راز کو سرِ دلبراں کہتے ہیں۔
اگر اس وقت اور اس لمحے میں یہ کیفیت مل جائے تو ٹھیک ہے۔ ورنہ علم گمراہ کر دے گا ؎

یار کو ہم نے جابجا دیکھا
کہیں ظاہر کہیں چھپا دیکھا
کہیں بولا بلیٰ وہ کہہ کے الست
کہیں رندوں کا پیشوا دیکھا
کہیں ہے بادشاہِ تخت نشیں
کہیں کاسہ لیے گدا دیکھا

یہ سارا واقعہ سوچنا نہیں ہے' اگر ہونا ہو تو پھر ہو جاتا ہے ؎

معمور ہو رہا ہے عالم میں نور تیرا
از ماہ تا بہ ماہی سب ہے ظہور تیرا

وحدت کے ہیں یہ جلوے نقش و نگار کثرت
گر سرِ معرفت کو پاوے شعور تیرا

ایک چیز میں دوسری چیز کے ہونے کو ''ہمہ اوست'' کہتے ہیں ۔

شنیدم بہ صنم خانہ از زبان صنم
صنم پرست و صنم ہم صنم شکن ہمہ اوست

اگر آپ کو یقین ہو جائے کہ یہ جو پتھر آپ کے سر پر لگا ہے اس میں کسی ہاتھ کا قصور نہیں، یہ کہیں دور سے آیا ہے، اس میں بندے کا قصور نہیں، کسی کا گلہ نہ کرنا۔ پھر آپ کو وحدت الوجود سمجھ آ جائے گا ۔

دن کو اسی سے روشنی شب کو اسی سے چاندنی
حق تو یہ ہے کہ روئے یار شمس بھی ہے قمر بھی ہے

سوال:

وحدت الوجود کے ضمن میں حضور پاک ﷺ کے مقامات پر مختلف بیان موجود ہیں مگر خود فرمایا گیا ہے کہ انا بشر مثلکم۔

جواب:

گستاخ آدمی حقیقت کو کبھی نہیں پاتا۔ حضور پاک ﷺ کا مقام انتہائی ادب کا مقام ہے۔ یہ عام بات ہے کہ اپنے باپ سے زیادہ ادب اپنے دادا کا کرنا چاہیے۔ اصول کی بات ہے ناں۔ اپنے باپ کے باپ کا ادب زیادہ کرنا چاہیے اور اپنے ایمان سے زیادہ ایمان دینے والے کا ادب کرنا چاہیے۔ اپنے سجدوں سے زیادہ ادب اپنے مسجود کا کرو۔ جو اللہ اپنے فرشتوں سمیت اپنے

محبوب ﷺ پر درود بھیج رہا ہے اس ذات مبارک ﷺ کی شان کو دیکھو۔ وہ انسان تو ہیں مگر اتنے بھی نہیں کہ جتنا تم سمجھ رہے ہو۔ ہیں تو انسان مگر یوں بھی نہیں۔ یہ بات کہ میں تمہاری طرح کا انسان ہوں کہنے کی کب ضرورت پڑی؟ جب لوگوں نے کہا کہ ہم سمجھ گئے' آپ ﷺ ہی آپ ہو۔ فرمایا میں آپ ہی آپ نہیں بلکہ انسا بشر مثلکم مگر تم یہ دیکھو کہ بات اس سے آگے ہے ۔

مثلکم ہی سہی انسان مگر آج کی رات
عرش پر کرنے گیا ہے وہ بسر آج کی رات

میرا مطلب ہے عرش پر جس کی رات بسر ہو رہی ہو وہ "مثلکم" تو ہے لیکن اتنا بھی نہیں جتنا تم سمجھ رہے ہو۔ یہ ایک واقعہ ہے' میں ادب کی بات کر رہا ہوں' اس ذات پاک ﷺ کا ادب کرنا بہت لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ آپؐ کی آواز سے کوئی آواز بلند نہ ہو۔ یہ بات کہنے کی ضرورت کیا ہے؟ آواز کا بلند ہونا ادب کی کمی ہے۔ یہاں تک کہ آپؐ کے سامنے آواز اونچی نہ کرو۔ یہ اتنا بڑا راز ہے ۔

کس طرح پردہ اٹھائے آدمی اس راز سے
بے خبر جبریل تک ہے آپؐ کی پرواز سے
آپؐ کی ذاتِ گرامی ہر بلندی سے بلند
پست ہر آواز کا قد آپؐ کی آواز سے

یہ راز کون بتائے' ہر آواز کا قد آپؐ کی آواز سے پست ہے۔ یہ ایک راز ہے۔ حضور پاک ﷺ کا ادب آپ لوگوں کا دین ہے۔ میرا دین کیا ہے؟ حضور پاک ﷺ کی ذات کا ادب۔ مجھے اور کچھ پتہ نہیں۔ فرشتے کچھ پوچھیں تو

کہنا مجھے کچھ پتہ نہیں، میں تو صرف اس ذات کا ادب کرتا ہوں۔ کس کی اطاعت کرتے ہو؟ کہو مجھے پتہ ہی نہیں، میں اس ذات پاک ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ مجھے اس کے علاوہ کچھ پتہ ہی نہیں کہ میں اس ذات پاک ﷺ کا غلام ہوں۔ میں آپ کو اصل دین کی بات بتا رہا ہوں۔ بہت زیادہ لمبی چوڑی نمازوں پر بھروسہ نہ کرنا کیونکہ نجانے کس وقت کون سی نماز لوٹا دی جائے اور کون سے اعمال ضائع کر دیے جائیں۔ مگر ہر دم ادب میں اور محبت میں رہو۔ ہمہ حال درود شریف پڑھتے رہو۔ یہ بات سمجھنے والی ہے۔ اللہ کی بات کو غور سے سمجھا کرو۔ اللہ کی ہستی اور اس کی وضاحت نہیں کرنی چاہیے۔ بس اس ذات پاک ﷺ کے ادب میں رہو۔ ادب کی تعریف یہی ہے کہ درود شریف پڑھتے جاؤ۔ بحث کی کوئی بات نہیں ہے۔ حضور پاک ﷺ کا مقام ایسا مقام ہے کہ ؎

ادب گاہیست زیرِ آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

ادب اور محبت میں یہ ہوتا ہے کہ ؎

ہر چہرے میں آتی ہے نظر یار کی صورت
احباب کی صورت ہو کہ اغیار کی صورت

جس سے Love ہو اس کی صورت ہر چہرے میں نظر آتی ہے۔ مقام ایسا ہوتا ہے کہ وہ صورت ہر چہرے میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ یہ ہے ''وحدت الوجود'' کا مقام۔ اگر یہ صورتِ حال نہ ہو اور صرف علم ہو تو یہ مقام خطرناک ہے، وحدت الوجود ہو یا وحدت الشہود ___ کوئی اور بات کرو۔ ایسا سوال کرو جس کا

تعلق آپ کی ذات کے ساتھ ہو اور واقعی اس کا حل آپ کو نہ ملا ہو۔ زندگی میں ایسے بے شمار واقعات آتے ہیں کہ باطن کے حوالے سے کوئی سوال حل نہیں ہوتا۔ جب زندگی میں ہی ایسے سوال کا حل کوئی شخص پیش کر دے تو ایسے لمحات بڑے خوش گوار ہوتے ہیں۔ جو کچھ آپ کو علم آتا ہے اپنی جگہ بجا' اپنے استعمال میں رکھو مگر جب کبھی اس علم کے اندر واقعی کمی محسوس ہو تو سوال پوچھو' کمی کی تعریف یہ ہے کہ ایسی کمی یا ضرورت جس کی قیمت پوری زندگی بھی ہو تو منظور ہو تمہیں۔ کوئی ایسا سوال اٹک جائے تو اس کا جواب دینے کے لیے سب لوگ مل کر دعا کر سکتے ہیں۔ آئندہ بھی آپ آئیں' خوشی کی بات ہے۔ کوئی ایسا سوال ہو جو آپ کے خیال کے سفر کے درمیان اچانک پیش آئے اور آسودگی نہ پائے۔ ورنہ وہ سوال جو کتاب میں ملتا ہے اس کا جواب بھی کتاب میں ملتا ہے اور جس کے جواب میں کتابیں لکھی گئی ہیں وہ ہم پڑھ چکے ہیں۔ ہم ان سوالوں پر Concentration کر رہے ہیں جن کا جواب واقعی کتابوں سے اخذ کرنے کا موقع نہیں مل سکتا۔ یہ وہ سوال ہیں' ہماری مجبوریوں کے سوال ہیں اور ان سوالوں کو ہم بڑی احتیاط سے Deal کرتے ہیں۔ ہمارے پاس ایک خاص وقت بلکہ محدود وقت ہے' ان سوالوں کے علاوہ علمی سطح پر بھی بہت سا علم ہے مگر ہمارے ہاں ایک خاص انداز کی بات ہے اور یہ ایک خاص انداز کے مطابق ہو رہی ہے۔

آپ کوئی اور سول کرو____ بولو____ موقع ہے پوچھ لو۔

سوال:

''رب زدنی علما'' رسول پاک ﷺ کو خدا تعالیٰ نے کیوں سکھایا؟ اور یہ

کہ اصل علم کیا ہے؟

جواب:

یہ ایک راز کی بات تھی کہ اے اللہ میرے علم کو بڑھا۔ اگر اللہ آپ کو وہ اصل علم عطا کر دے تو آپ اپنی ساری پراپرٹی کو قربان کرنا شروع کر دو گے۔ یہ علم پڑھنے کے لیے آپ دعا کرتے جاؤ۔ ہوسکتا ہے آپ کا علم کسی عمل کی صورت اختیار کر لے۔ یہ ممکن ہے کہ علم عمل بن جائے، ممکن ہے کہ علم معلومات بن جائے۔ اور ممکن ہے کہ علم تعلیم بن جائے۔ ہمارے پاس علم کی بے شمار تعریفیں ہیں۔ معلوم کو بھی ہم علم کہتے ہیں حالانکہ معلوم کی نفی کو بھی علم کہتے ہیں۔ ایسے علم بھی ہیں کہ کوئی شخص نگاہ ملا کر چلا گیا اور ہمارا علم بدل گیا۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ہمارے علم کی حد یادداشت تک ہے اور یادداشت تجربہ ہے۔ ہمارا علم لادینیت سے باہر بھی آتا ہے۔ ہمارا علم ضرورت بھی ہے۔ اللہ کا علم بڑھے تو یقین حاصل ہو جاتا ہے اور یقین کو اگر مشاہدہ مل جائے تو یہ ''عین الیقین'' ہو جاتا ہے۔ ایسا ہو سکتا ہے۔ آپ کو اگر زندگی میں یقین مل جائے تو آپ کی زندگی کا حاصل Reliable بن جاتا ہے۔ اس یقین کے حاصل نہ ہونے تک زندگی کے وہ عام مشاغل بھی جاری رکھو گے جو عام طور پر ترک ہو جانے چاہئیں، ختم ہو جانے چاہئیں، جب تک اس حوالے سے انقلاب نہ آئے تو کوئی آپ کو کس طرح بات سمجھائے، آپ کا علم واردات کیسے بنے۔ آپ میرے ملنے کے لیے آتے ہو اب یہ ہوگا کہ میرے ملنے سے آپ کی زندگی بدل جائے گی یا میرے ملنے کے بعد آپ کی زندگی میں تبدیلی نہیں آئے گی۔ اگر تبدیلی نہیں آئی تو یہ ملاقات جھوٹ

ہےاور اگر آپ کی زندگی میں تبدیلی آئی ہے تو یہ واردات ہے۔

سوال:

سر! واردات کا علم کیسے آتا ہے اور دوسرا سوال یہ ہے کہ ادب کیا ہے؟

جواب:

انسان جو بھی چیز ہے' ایک وجود کا نام ہے اور اس کا نام کوئی رکھ لو مثلاً عبدالمجید۔ جہاں تک انسانی وجود کا تعلق ہے وہ اپنے آپ کو انسان کہہ رہا ہے۔ ایک غم خدانخواستہ آ گیا' اس کا نام ہم نے غم زدہ رکھ لیا۔ آپ انسان ہو اور انسان کو پتہ نہیں چلتا کہ دکھ کہاں سے آ گیا۔ دکھ تین طرح سے ہو سکتا ہے۔ کسی چیز کے چھن جانے یا کسی کے نہ ہونے کا یا کسی کے چلے جانے کا۔ یعنی دکھ یہ ہے کہ کوئی آ گیا' کوئی چلا گیا یا کوئی نہ آیا۔ ان تین صورتوں میں سے کوئی بھی ایک صورت ہو تو انسان غمگین ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات آپ دیکھو گے کہ کسی وقت آپ کے ذہن کی کوئی گتھی کھل گئی اور آپ دانا ہو گئے' آپ Wise ہو گئے ورنہ آپ Otherwise تھے۔ ایسا ہوتا ہے کہ یکایک دانائی کھل گئی اور کیمیا گری آ گئی۔ اب جس آدمی میں دانائی آ گئی وہ Consciously اپنی زندگی بدلتا جاتا ہے۔ اگر کہیں سے خدانخواستہ غم آ جائے تو کہیں گے میں غم گین ہوں' غم میں ہوں' اس لیے کھانا نہیں کھاتا۔ یہ وہی انسان ہے جو پہلے کھانا کھاتا تھا۔ آج بھی وہی انسان ہے لیکن اب غم میں مبتلا ہے' اس لیے کھانے کے پروگرام بدل گئے۔

تھی وہ ایک شخص کے تصور سے

اب وہ رعنائی خیال کہاں

اب وہ کہاں کھانا کھائے کیونکہ غم آ گیا ہے۔ کھانے کا خیال بدل گیا۔ صحت بھی بدل گئی۔ ایک واقعہ سے ساری زندگی بدل گئی۔ ایسے ہی اچانک کسی دوسرے واقعہ کے بعد اب وہ چھوٹی چھوٹی باتیں Wisely بولے گا۔ اب وہ شخص اور طرح سے سوچے گا۔ اس کے اندر اور طرح سے فکر پیدا ہو جائے گی۔ وہ عبادت بھی اور طرح سے کرے گا۔

مجھے آہ و فغانِ نیم شب کا پھر پیام آیا
سنبھل اے دل کہ پھر شاید کوئی مشکل مقام آیا

اور یہ کہ

خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں
مرے مولا مجھے صاحبِ جنوں کر

اور پھر بات کچھ اور بن جائے گی۔ وہ سوچتا رہ جائے گا کہ

سبزہ و گل کہاں سے آیا ہے
ابر کیا چیز ہے ہوا کیا ہے

اور وہ یہ کہے گا کہ یا اللہ!

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون
کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے سحاب
موتیوں سے کس نے بھر دی خوشہ گندم کی جیب
موسموں کو کس نے سکھلائی ہے خوئے انقلاب

اب اس شخص کو پتہ چل گیا کہ یہ تو اور طرح کی زندگی ہے۔ کچھ ایسے ہی یہ زندگی ہے۔ اب وہ شخص Wise ہو گیا۔ سوچنے لگ گیا کہ اصل کیا ہے؟ یہ کیا ہے؟ وہ کیا ہے؟ اب وہ کھانا پینا بھی بھول گیا۔ جو انسانی فرائض تھے بھولتا جا رہا ہے۔ صرف ذہن کا کوئی پرزہ Develop ہوا اور اس کی ساری زندگی بدل گئی۔ اب اس کے دل کے اندر ایک لہر اٹھی ہے' اسے آپ محبت کی لہر کہتے ہیں۔ محبت کی لہر جب اٹھے تو اندر کی ساری زندگی بدل جاتی ہے۔ محبوب کے جمال کا پرتو جتنا ہوتا ہے انسان اتنا سہم جاتا ہے' اس کو ادب کہتے ہیں۔ آپ کے سہم جانے کا نام ادب ہے۔ رعبِ جلالِ محبوب اور رعبِ جمالِ محبوب سے انسان سہم جاتا ہے' ادب میں آ جاتا ہے۔ محبوب کا ملنا کتنی خوشی کی بات ہے مگر پھر اندیشہ رہتا ہے کہ کہیں محبوب ناراض نہ ہو جائے۔ محبوب نازک مزاج شہنشاہ ہوتا ہے۔ بادشاہوں کے مزاج بڑے نازک ہوتے ہیں۔ وہ شخص اپنے محبوب کو بادشاہ سمجھتا ہے۔ اس کو ادب کہتے ہیں۔ ادب کا یہ قرینہ کسی نے خود نہیں سیکھا بلکہ یہ خود بخود Develop ہوتا جاتا ہے اور اپنی بے مائیگی' کم مائیگی اور بے چارگی کا احساس ہو جاتا ہے۔ یعنی کہ چاہنے والوں کا ہمہ حال ایک ہی موسم ہوتا ہے' ہمہ حال مل کے رونا اور ہمہ حال رو کر ملنا۔ ان کی قسمت میں رونا لکھا گیا۔ وہ کہتا ہے آنسو بھی تم سے چھین لیے جائیں گے۔ بس بات ختم ہو گئی کہ اس کی متاعِ حیات بھی چھن گئی۔ یعنی آنسو بھی چھین لیے۔ اب اس نے اور کیا کرنا ہے ؎

مجھ سے مجھ کو جدا کیا تو نے
میرا بن کر یہ کیا کیا تو نے

میرے آنسو بھی مجھ سے چھین لیے
کس قدر غم عطا کیا تو نے

ایسی صورت میں ادب خود بخود پیدا ہو جاتا ہے۔ ادب اطاعت میں ڈھل جائے تو یہ شریعت بن جاتا ہے۔ ادب والا شخص اگر صرف ادب کرتا جائے اور دور سے ادب کرتا جائے' اطاعت میں بھی نہ ہو' پھر بھی وہ کچھ نہ کچھ بن کے رہتا ہے۔ وہ ایک طرح کا مضمون بن جاتا ہے جس کو کوئی بیان نہیں کر پاتا۔ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو صرف محبت میں چل رہے ہوں اور محبت کے ساتھ اطاعت میں نہیں آتے تو محبت ان کا حجاب بن جاتی ہے۔ اب وہ صرف حجاب سے محبت کرتے ہیں۔ اطاعت کا مضمون ان کو سمجھ نہیں آتا۔ اطاعت میں محبت ہو جائے تو یہ تو مومن کا مقام ہے۔ مومن کا کیا مقام ہے؟ اطاعت میں محبت۔ خالی محبت بھی تجسّس کا مقام ہے۔ خالی اطاعت جو ہے اس کے بارے میں بھی سوچا جا سکتا ہے لیکن اطاعت میں محبت سب سے اچھی چیز ہے۔ اطاعت بھی ہو اور محبت بھی ہو' یہ ادب کا قرینہ ہے۔ یہ قرینہ آپ کا دل آپ کو سکھاتا ہے' محبوب نہیں سکھاتا۔ یہ خود بخود ہی آپ میں پیدا ہو جائے گا۔ مثلاً آپ بیٹھے ہوں گے' آپ سے بڑا کوئی شخص آئے گا تو آپ خود بخود ہی اس کے ادب میں کھڑے ہو جائیں گے۔ کسی کے ادب میں سر پہ ٹوپی پہن لی جاتی ہے۔ یہ واقعہ خود بخود ہوتا ہے۔ محبت ان کی طرف سے نشانی ہے' محبت ان کی مہربانی ہے' محبت یہ ہے کہ عبادت کے وقت رقت طاری ہو جائے' محبت کرنے والوں کی آنکھ ہمیشہ تر رہتی ہے۔ ہوس والی آنکھ اور ہے' ڈری ہوئی آنکھ اور ہے' تر آنکھ اور ہے اور شرم و حیا سے محروم آنکھ

اور طرح کی ہے۔ یہ محبت اور ادب کی باتیں ہیں۔

یہ ادب محبت سکھاتی ہے' تر آنکھ سکھاتی ہے' تنہائی سکھاتی ہے' اور اطاعتِ محبوب سکھاتی ہے۔ جب عشق کا اثر ہو جائے پھر اطاعت کا مضمون شروع ہو جاتا ہے____ اب آخر میں دعا کرو____

صلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ سیدنا و مولٰنا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

•••

7

1 برائے مہربانی ذکر کے بارے میں کچھ فرمادیں۔

2 آپ نے فرمایا ہے کہ ذکر کے بعد دعا نہیں کرنی چاہیے جب کہ دعا مانگنے کی تاکید بھی کی گئی ہے۔

3 موت کا وقت مقرر ہے لیکن ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ اسے زندگی عطا فرما تو کیا دعا سے زندگی بڑھ جاتی ہے؟

4 حکم یہ ہے کہ ذکر میں گم ہو جائیں لیکن اس زمانے میں ہم یہ کیسے کر سکتے ہیں؟

5 کیا فقیر بننے کی خواہش کا اظہار کرنا چاہیے یا کوشش کرنی چاہیے؟

سوال:

برائے مہربانی ذکر کے بارے میں کچھ فرمادیں۔

جواب:

ذکر سے مراد ایک تو یہ ہے کہ آپ اللہ کا نام وِردِ زبان کرنا شروع کردیں اور پھر وہ متواتر ہوجائے' اس طرح آپ گے اندر ذکر جاری ہوجائے گا۔ یہ جو لفظ''اللہ'' ہے یہ ذات نہیں بلکہ نام ہے۔ لفظ''اللہ'' لکھا ہوا ہو یا بولا ہوا' یہ اس ذات کا نام ہے' اللہ خود نہیں ہے۔ اب بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مسلمان اللہ کے نام سے محبت شروع کردیتے ہیں۔ اگر نام سے محبت ہو اور ذات کی پہچان نہ ہو تو بات سمجھ نہیں آسکتی۔ اس لیے اکثر ذاکر اسم کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ اس میں برکت ضرور ہے مگر غور والی بات یہ ہے کہ ذات کا اپنا منشاء کیا ہے' پہلے اس بات کا پتہ ہونا چاہیے۔ ذکر کے وقت' پکار کے وقت' شوق میں یا ابتلاء میں''اللہ'' ایک ندا ہے' فریاد ہے۔ اب شوق میں اور ابتلاء میں پکارنے میں فرق ہے۔ ذکر کرنے والے کو اس فرق کا پتہ ہونا چاہیے کیونکہ اگر ایک بچے کے ہاتھ میں تلوار یا پستول ہو تو یا تو کسی کو ماردے گا یا خودکشی کرلے گا۔ ذکر اتنی بڑی طاقت ہے کہ ذکر کرنے والے کا خیال خود ہی تقدیر ساز بن جاتا ہے کیونکہ ذکر سے انسان اس

مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں ذاکر کے ارادے اور مذکور کے ارادے میں فرق نہیں رہتا۔ اگر انسان اپنی تکلیف، خواہش یا ضرورت کے مداوا کے لیے ذکر استعمال کر لے تو یہ بڑے ہی غور والی بات ہے۔ اس لیے اکثر ذاکرین سے ذکر کی دولت علیحدہ رہتی ہے، ذکر شروع کر لیتے ہیں اور پھر جب ذکر بند ہو جاتا ہے تو انہیں سمجھ نہیں آتی کہ ایسا کیوں ہو گیا۔ پہلے ذکر کے آداب سیکھ لینے چاہئیں۔ اگر آپ کے اندر اپنی ضروریات، اپنی پسند، اپنی ناپسند، اپنا غصہ، اپنی آرزو، عزت اور بے عزتی کا خیال موجود ہے تو ذکر جاری نہیں ہوگا۔ اگر آپ اپنے آپ کو اسمِ ''اللہ'' کے حوالے کر رہے ہیں تو پھر اللہ کا منشاء پہچاننا ضروری ہے۔ آپ کی خواہشات اور مقدر کے فیصلے میں بڑا فرق رہتا ہے۔ زندگی میں دعاؤں، تقاضوں اور نجات کی آرزو رہتی ہے اور پھر ایک مقام ایسا آتا ہے کہ انسان کہتا ہے ''چل تیری مرضی تو جہاں چاہے پھینک''۔ یعنی کہ اپنے آپ کو Willingly اللہ کے Handover کر دینے کو ذکر کہتے ہیں۔ ذکر کا منشاء یہ ہے کہ آپ اس کے اندر محویت اختیار کر لیں۔ پھر یہ آپ کے اندر اصلاح نفس پیدا کرے گا، آپ کو محویت عطا ہو گی اور پھر آپ ذکر کرتے جائیں گے۔ ''لا الہ الا اللہ'' بھی ذکر ہے ''الا اللہ'' بھی ذکر ہے ''اللہ ھو'' بھی ذکر ہے۔ جب آپ ذکر کرتے ہیں تو ایسا مقام بھی آ جاتا ہے جہاں ذکر کرنے والا یعنی ''ذاکر'' اور جس کا ذکر ہو رہا ہو یعنی ''مذکور'' دونوں ایک مقام پر اکٹھے ہو جاتے ہیں یعنی ذکر، ذاکر اور مذکور ایک نکتے پر اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ یہ نکتہ ''کن فیکون'' کا مقام ہے۔ حالانکہ یہ مقام اللہ کا مقام ہے مگر اللہ نے خود فرمایا ہے وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی کہ

اے رسول ﷺ جو کنکریاں آپ نے ماریں وہ آپ نے نہیں بلکہ اللہ نے ماری تھیں۔اور یہ کہ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ کہ نبی ﷺ اپنی مرضی سے نہیں بولتے بلکہ اللہ کہلواتا ہے' وحی آتی ہے۔ جب کسی صاحبِ ذکر پر کوئی مقام آتا ہے تو یہ اس کی اپنی مرضی نہیں ہوتی بلکہ اللہ کی مرضی ہوتی ہے۔ اب آپ امام عالی مقام علیہ السلام کو دیکھیں کہ وہ انتہائی سلطان الذاکرین ہیں۔ جب آپ نے کربلا میں اپنی اولاد پر' قبیلے پر اور اپنے آپ پر ابتلاء کا وقت دیکھا تو As a man یہ دعا کا وقت تھا مگر As a Zakir اور مقام تھا یعنی کہ پاسبانِ ذکر ہونے کی حیثیت سے آپ نے وہی کام کرنا تھا جو منشائے ایزدی ہے۔ حالانکہ امام پاک علیہ السلام کے لیے ضروری تھا کہ آپ دعا فرماتے کہ اس ابتلاء سے اللہ بچائے مگر انہوں نے یہ دعا نہیں مانگی بلکہ یہ دعا مانگی کہ اے اللہ اس آزمائش میں پورا اتار۔ اس وقت آپ نے آزمائش کو دور کرنے کی دعا نہیں مانگی۔ گویا صاحبِ ذکر خود ہی صاحبِ تقدیر ہوتے ہیں۔ وہ تقدیر کے مقابلے میں کوئی تدبیر کرنا مناسب نہیں سمجھتے بلکہ ایسا سوچنے کے قابل ہی نہیں رہتے۔ ذکر کا مطلب ہے اپنے آپ کو تقدیر کے حوالے کر دینا یا قادر کے حوالے کر دینا۔ کیونکہ ذکر ''قادر'' کا ہو رہا ہے' اللہ کے نام کا ہو رہا ہے' ذکر کے ذریعے قادر کے قرب کی تمنا کی جا رہی ہے۔ اس طرح انسان تقدیر کو تسلیم کرنے کے مقام پر آ جاتا ہے۔ اگر انسان تقدیر کا ساتھی ہو جائے تو پھر اس کو ذکر ملنا چاہیے۔ اگر کسی کا کوئی عزیز بیمار ہو اور وہ اس لیے ذکر کرے تو یہ کیسا ذکر ہوگا۔ کوئی شخص کرامت حاصل کرنے کے لیے ذکر کر رہا ہے تو یہ ذکر کا حجاب ہے۔ ذکر میں داخل ہونے سے پہلے آپ

فیصلہ کرو کہ میں کوئی ذاتی آرزو نہیں رکھوں گا۔ بعض اوقات اولاد کی ضرورتیں ذکر میں رکاوٹ بنتی ہیں۔ اس لیے ذکر کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ اپنی توجہ سے ذکر شروع کر دیں۔ اس میں جب بھی تیزی آئے گی جذب شروع ہو جائے گا اور آپ اپنی زندگی سے غفلت اختیار کر جائیں گے۔ اس لیے جس نے ابھی کام کرنے ہیں وہ ذکر نہ کرے۔ یہ کہنا بڑا مشکل ہے کہ یا اللہ جو تیرا منشاء ہے وہ ہمارا بھی منشاء ہے۔ اس مقام پر پیغمبر بھی بعض اوقات سوال کر اٹھتے ہیں کہ ہم بچے کو مار تو دیں لیکن یہ تو بتائیں کہ کس لیے؟ حالانکہ ان سے کہا گیا ہے کہ سب کچھ دیکھتے جاؤ مگر سوال نہ کرنا۔ قرآن مجید میں ایک جگہ آتا ہے کہ اقمِ الصلوٰۃ لذکری میرے ذکر کے لیے نماز کو قائم کرو۔ یہ بھی ایک ذکر ہے۔ ''اللہ'' ''لا الٰہ الا اللہ'' ''الا اللہ'' ''اللہُ اللہ'' یا پھر ''اللہ ھو'' ذکر ہے۔ اس طرح ذکر جاری ہو جاتا ہے' دل بول اٹھتا ہے۔ جب ذکر سے محویت حاصل ہو جائے اور آپ مقامِ ذکر پر فائز ہو جائیں تو پھر اپنی خواہش بیان نہ کرنا۔ ذاکرین تقدیر کے Instruments ہیں' یہ اپنی خواہش نہیں رکھتے' اپنی تجویز نہیں رکھتے کیونکہ وہ تو تقدیر کے ایجنٹ ہیں۔ ذاکر کو اگر کہا جائے کہ دس منٹ کے لیے یہ خدائی تمہیں دی جاتی ہے تو وہ دس منٹ کے بعد جوں کی توں واپس کر دے' نہ اس میں کوئی Change کرنی ہے' نہ آرزو داخل کرنی ہے' نہ اس میں سے کچھ نکالنا ہے۔ اچھا ذاکر وہ ہے جس کو اگر قوت مل جائے تو وہ اسے استعمال نہ کرے۔

ایک درویش اپنے مرشد کے پاس گیا اور کہا کہ آپ مجھے اسمِ اعظم کا ذکر دے دیں۔ مرشد نے فرمایا کہ آج سیر کرو' مشاہدہ کر لو' کل اسمِ اعظم کا ذکر بتا دیں

گے۔ درویش چلتے پھرتے جنگل میں پہنچا' کیا دیکھتا ہے کہ ایک بوڑھا لکڑ ہارا لکڑیاں لا رہا ہے اور اسے شہر کا کوتوال ملا۔ کوتوال نے کہا لکڑی مجھے دے دے۔ لکڑ ہارے نے کہا مجھے روپیہ دے دے' میں نے محنت کی ہے۔ اس نے کہا میں کوتوال ہوں' بوڑھے نے کہا میں غریب ہوں۔ کوتوال نے لکڑ ہارے سے لکڑی بھی لے لی اور اسے مارا بھی اور پیسے بھی نہ دیے۔ وہ درویش سیدھا اپنے مرشد کے پاس چلا گیا اور واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے پوچھا اگر تیرے پاس اسم اعظم ہوتا تو تُو کیا کرتا۔ اس نے کہا اور تو کچھ نہیں' میں اس بوڑھے پر ظلم نہ ہونے دیتا۔ انہوں نے کہا تم ٹھیک کہتے ہو' میں بھی یہی کہتا ہوں لیکن تمہیں ایک بات بتاؤں کہ وہ بوڑھا میرا مرشد ہے اور اسی نے اسمِ اعظم کا ذکر مجھے دیا ہے۔

بات اتنی ساری ہے کہ جن لوگوں کے پاس ظرف ہو وہ اس سمندر کا پانی پئیں۔ ورنہ ذکر سے نقصان بھی ہو سکتا ہے۔ اب نماز جو ہے اس کو قائم کرنے کا حکم ہے۔ دو قسم کے آدمی ہوتے ہیں' ایک وہ جو کاروبار سے اٹھ کر نماز کی طرف جائے اور جس کی نماز قائم ہوگئی وہ نماز سے اٹھ کر کاروبار میں جاتا ہے اس لیے کہ وہ ہے ہی نماز میں' بس کچھ دیر کے لیے کاروبار کے لیے جاتا ہے۔ تو نماز قائم کرنا بھی ایک طرح کا ذکر ہے۔

اللہ کا فرمان ہے کہ میری کائنات کو غور سے دیکھو' نگاہ کو اوپر اٹھاؤ اور زمین سے آسمان تک دیکھو' پھر تمہاری بینائی واپس لوٹ آئے گی کیونکہ اتنی بلندی تم کیسے دیکھ سکتے ہو۔ پھر اللہ نے فرمایا کہ تم حیران رہ جاؤ گے' اب بتاؤ تجھے میری کائنات میں کوئی نقص نظر آیا۔ جب آپ کائنات کی Perfection دریافت

کرنے کے لیے متوجہ ہو جاؤ تو یہ مقام ذکر ہے۔ اس سے آگے بھی ایک مقام فرمایا کہ افلا یتفکرون یعنی تم فکر کیوں نہیں کرتے۔ فکر کے معنی غور و فہم کرو کہ تم کہاں سے آئے ہو، کون ہے جس نے تمہیں اس گمنام اور نہ سمجھ آنے والے سفر پر بھیجا ہے۔ آپ اپنی مرضی سے تو نہیں آئے۔ اپنی مرضی سے تو آپ نے اپنے Parents نہیں چنے، اپنی مرضی سے اپنی تاریخ پیدائش نہیں چنی۔ اپنی مرضی سے نام نہیں رکھا۔ اپنی مرضی سے اپنا انداز اختیار نہیں کیا۔ آپ نے اپنی مرضی سے وجود کی تشکیل نہیں کی۔ اس سفر پر روانہ کرنے والا کون ہے؟ جو روانہ کرنے والا ہے، وہی اس سفر کو Abruptly ختم کر سکتا ہے۔ وہ خدا ہے جس نے مجھے اس اجنبی دنیا میں ایک عجیب سفر پر روانہ فرمایا ہے اور وہی اس سفر کو کسی بھی لمحے بغیر وجہ بتائے ختم کر سکتا ہے، روک سکتا ہے۔ اللہ سے یہ مانگو ''اے میرے اللہ میں غور کرنا چاہتا ہوں کہ میرا مقصد کیا ہے، اس میں میری مدد فرما، مجھے آگاہ کیا جائے کہ میری تخلیق کا مدعا کیا ہے'' اور پھر آپ کو تخلیق کا مدعا نظر آنے لگے گا، عبادت کے حوالے سے اور Contemporary Life کے حوالے سے۔ Development of the Universe اللہ کا کام ہے، اب آپ اس میں کیا Part play کرتے ہو، Positive یا Negative۔ یہ بڑے غور کا مقام ہے کہ کیا آپ خالق کی منشاء کے مطابق چلتے ہو، اس میں معاون ہو یا رکاوٹ ہو۔ اللہ کریم کا ذاکر جو ہے وہ دعا کرتا ہے کہ اگر ہم اس طرف ہیں تو ہمیں گناہ والی دنیا سے نکال کر نیک دنیا میں داخل کر کیونکہ اس طرح ہم Process of life میں رکاوٹ بن رہے ہیں، اس پر ہم عذاب بنے ہوئے ہیں اور اس کے اندر ہم ظلم کر رہے ہیں، ہمیں Process

of life کا معاون بنا' ہمیں رکاوٹ بننے سے روک اور یہاں سے نکال کر معاونت کے Department میں بھیج دے جہاں ہم Sinner کی بجائے Saint ہو جائیں۔ اللہ نے خود فرمایا ہے کہ میں ظلمات سے نکال کر نور میں داس کرتا ہوں تو نور کے معنی ہیں تعاون' اللہ کے سائے میں چلنا'____ جو شخص اپنے آپ کو اپنی زندگی کا مالک سمجھتا ہے تو وہ ظلمات میں ہے۔ یہ تو مالک ہے جو پروگرام کو حتمی شکل دے رہا ہے۔ جب انسان کی ابتداء مجبور ہے اور یومِ وصال بھی مجبور ہے تو درمیان میں [illegible] ہے۔ ایک شخص کو اگر یہ کہیں کہ تم آزاد ہو' باہر گھومو پھرو لیکن چھ بجے واپس آجانا تو اب اس نے کیا آزاد ہونا ہے۔ یہ کیسی آزادی ہے جس کے دونوں سرے پابند ہیں۔ پیدائش اور موت کے درمیان جو محدود عرصہ ہے اس میں ہم نے کیا آزادی حاصل کرنی ہے۔ اس بات کو پہچاننا ذاکرین کا کام ہے۔ اس Process کو پہچاننا ذکر ہے جو انسان کے لیے سب سے اعلیٰ مقام ہے۔

اگر اتفاق سے تمہارے والدین میں سے کوئی ایک بھی زندہ ہو تو سمجھو کہ ذکر مکمل ہو گیا۔ خدمت کر کے خوش کر دو اور اس طرح اللہ کی خوشنودی حاصل کرو۔ ہم اس وقت حضور پاک ﷺ کے زمانے میں نہیں ہیں' صحابہ کرامؓ کے زمانے میں بھی نہیں' بہت بڑے اولیائے کرام کے زمانے میں بھی نہیں ہیں' ہم اس کمزور زمانے میں ہیں کہ جب کوئی ایسا آدمی بھی نہیں جو بہت بڑا روحانیت کا حامل ہو۔ یہ ہمارا زمانہ سادگی کا زمانہ ہے۔ اس زمانے میں یہ کرو کہ سجدوں کی فراوانی کر دو۔ نماز کے سجدے تو ہو گئے' ویسے بھی سجدے کرو۔ ماں باپ کی

خدمت کرو، درود شریف کثرت سے پڑھو، اپنے فرائض کو اللہ کا حکم سمجھ کر پورا کرو، زندگی سے گلہ نکال دو، اگر غریب کر دیا ہے تو غریب ہو جا، دولت دے دی ہے تو تم دولت سے بچ نہیں سکتے، وہ حسن دے دے تو حسن مجبور ہے، عقل دے دے تو عقل مجبور ہے، اگر عقل لے لے تو وہ اس پر قادر ہے۔ تمہاری کوئی بھی خوبی تمہاری اپنی تخلیق نہیں ہے۔ جس طرح تمہارا چہرہ اللہ نے تخلیق فرمایا، تمہاری بینائی تخلیق فرمائی، تمہاری صفات بھی اس نے تخلیق فرمائیں۔ ان صفات کو پہچاننا دراصل اللہ تعالیٰ کو پہچاننا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایک لمحے کا غور کئی سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ غور کرنا بھی ذکر ہے۔ وگرنہ ایسے ذاکر بھی ہم نے دیکھے ہیں کہ جن کا ذکر جاری ہے اور کوئی غلط کام بھی کر رہے ہیں۔ یعنی کوئی سائل ہے، مانگ رہا ہے، جھوٹ بول رہا ہے اور ذکر اپنی جگہ پر جاری ہے۔ اب ذکر اس کے صحیح ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ یوں تو ساری کائنات ذکر کر رہی ہے، چرند پرند سب ذکر کر رہے ہیں، سب اللہ کی یاد میں مصروف ہیں **یسبح للہ ما فی السمٰوٰت و الارض** اس لیے آپ کا ذکر اس وقت تک قبول نہیں ہوتا جب تک کہ آنکھوں سے آنسو بہہ کر رخساروں تک نہ آئیں۔ پھر دعاؤں کا طویل سلسلہ نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں ذکر عطا فرمایا اور تمہیں اپنا بنایا۔ جس کا نام ہے وہی ذکر عطا کرتا ہے آنکھ کا ذکر یہ ہے کہ وہ اللہ کی یاد میں جاری رہے۔ زبان کا ذکر ہے محوِ ثنائے کبریاء رہنا۔ جس طرح اللہ کی طرف رجوع کرنا ذکر ہے اسی طرح دنیا میں بے ضرر ہو کر رہنا ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت کرنا ذکر ہے، قرآن کو صرف دیکھتے رہنا بھی ذکر ہے۔ اللہ اسم ہے، ذات اس سے آگے ہے، اسم کو ذات سے

نسبت ہے۔ پہلے اسم آتا ہے پھر ذات آتی ہے۔ وہاں اسم نہیں ہوتا صرف ذات ہی ذات ہوتی ہے۔

جلوہ ذات سے آگے ہے فقط ذات ہی ذات

جن لوگوں کو وہ ذکر عطا ہوا وہ جلوے سے بھی آگے نکل گئے' ان کے لیے بڑی مبارکیں ہیں۔ آپ بھی دعا کریں کہ آپ کا ذکر صرف جلوے میں نہ رہ جائے۔ جلوہ تو ایک طرح کا حجاب ہے' آپ جلوے سے نکل کر ذات میں گم ہو جائیں۔

غم زدہ کائنات میں تنہا
گم ہوں میں تیری ذات میں تنہا

جب محویت مل جائے تو کسی قسم کی دعا کی ضرورت نہیں کیونکہ آپ اب اس طرف سے آ رہے ہیں جس طرف سے قبولیت آ رہی ہے۔

جن کا نام مشکل کشا ہے انہوں نے اپنی مشکل کشائی نہیں کی۔ وہ خود تقدیر ہیں اور کاتبِ تقدیر ہیں۔ ایک دفعہ ایک بزرگ بیمار ہوئے۔ ایک بیمار مرید نے ان سے اپنے لیے دعا کرائی تو وہ ٹھیک ہو گیا۔ تب اس نے درخواست کی کہ آپ اپنے لیے دعا کیوں نہیں کرتے' آپ بھی تو بیمار ہیں۔ انہوں نے فرمایا ہم نے دعا کی تھی تو جواب ملا کہ پہلے یہ فیصلہ کر لو کہ جسم تمہارا ہے یا ہمارا۔

ذکر یہ ہے کہ زمان و مکان سے بے نیاز ہو کر خالق کون و مکان کے تقرب کے خیال میں اس طرح گم ہو جائے کہ اپنی بھی خبر نہ رہے اور دوسرے کی بھی خبر نہ رہے۔ ہماری طرف سے آپ کو ذکر کی اجازت ہے۔ صبح شام کیا کریں۔ پہلے توجہ دیں' کوشش کریں تو پھر یہ خود بخود کھل جائے گا۔ ذکر کے بعد

کبھی کسی کے لیے غصہ نہیں کرنا اور کسی کے لیے بددعا نہیں کرنا کیونکہ پھر اس کی باز پرس ہو جاتی ہے۔ ذکر کے بعد نہ بہن کے لیے دعا کرنی ہے' نہ بیوی کے لیے اور نہ موسم کے لیے۔ بس ذکر کا معنی یہ سمجھو کہ تقربِ حق کی ایک گھڑی یا لمحہ۔ یہ دیکھو کہ یہ ہوتا کیا ہے۔ کارسازی نہیں کرنی چاہیے' کارساز کے تقرب میں رہنا چاہیے۔ اس کے عمل کو دیکھو کہ کس طرح ہو رہا ہے۔ نماز والا ذکر بہت اچھا ذکر ہے' اگر اللہ نے پیسہ دیا ہے تو اسے اس کی راہ میں خرچ کرنا بھی ذکر ہے۔

صبح شام ذکر کرنے سے ذاکرین کے دل نرم ہو جاتے ہیں۔ ان کے دل سے ہر وقت فریاد نکلتی ہے جس طرح مثنوی مولانا رومؒ میں ہے کہ جدائی کا نغمہ بنسری کس طرح سنا رہی ہے۔ پھر انسان محسوس کرتا ہے کہ میں کسی اور دیس کا ہوں اور پردیس میں پھر رہا ہوں۔ پھر جب ذکر میں رقت ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جاتا ہے۔ آپ لوگ خوب ذکر کریں۔ چلتے چلتے سانس کے ساتھ کریں یا آواز کے ساتھ کریں' شروع میں بغیر آواز کے Silently بھی ہوتا ہے۔ حیرت کی حالت میں خاموش ہو جانا بھی بہت بڑا ذکر ہے۔ اپنے خلاف اللہ کا فیصلہ سن کر خاموش ہو جانا بھی بہت بڑا ذکر ہے۔

سوال:

آپ نے فرمایا کہ ذکر کے بعد دعا نہیں کرنی چاہیے جب کہ دعا مانگنے کی تاکید بھی کی گئی ہے۔

جواب:

میں نے یہ کہا ہے کہ جب مقامِ ذکر پہ صاحبِ ذکر کا ذکر جاری ہو جائے

تو وہ اس حالت میں پہنچ جاتا ہے جیسے ذرہ صحرا میں اور قطرہ سمندر میں۔ اس حالت میں دعا کی ضرورت نہیں رہتی۔ یہ ذاکر کے لیے وہ مقام ہے جہاں اس پر حاصل حرام اور آتش حلال ہو جاتی ہے۔ اس دنیا کے نعمت خانہ میں سب امانت ہے، نہ ہم نے اٹھانا ہے اور نہ اللہ نے اٹھانے دینا ہے۔ عافیت اسی میں ہے کہ ہم یہاں سے نکل جائیں۔ ورنہ تو دنیادار سب کرتا رہتا ہے، ذکر بھی کرتا ہے، بچے بھی ہو گئے، شادی بھی ہو گئی اور پھر اتنے بڑے فنکشن کے بعد One fine morning آپ جا رہے ہوتے ہیں۔ تو پھر اس وقت ٹھہر کے دکھاؤ۔ ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ ٹائم ختم ہو گیا ____ تو ذاکر جو ہے وہ پہلے ہی سمجھ جاتا ہے کہ یہ جادونگری ہے، یہاں سے اٹھانا کچھ نہیں ہے، تو وہ سوتا بھی کم ہے، کھاتا بھی کم ہے، خواہش بھی کم رکھتا ہے۔ یہ ان لوگوں کی بات ہے جن کے دل میں اللہ کی محبت شدید ہو گئی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم یہاں سے کچھ بھی حاصل نہیں کرتے۔ اللہ نے کہا پھر کیا کیا چاہیے تو کہتے ہیں بس تو نے پوچھ لیا، یہی کافی ہے ہمارے لیے ____ عام دنیادار کے لیے ضروری ہے کہ کچھ محنت سے حاصل کرے، کچھ دعا سے حاصل کرے، کچھ مانگ لے۔ ذکر والا کل جس حال میں تھا آج بھی اسی حال میں ہے، وہ حال کے ساتھ ہمہ حال ہے، وہ کل جس مقام پہ تھا آج بھی اسی مقام پر ہے۔ اس کے لیے نہ کوئی آغاز ہے، نہ انجام ہے، نہ کوئی ازل رہ جاتا ہے، نہ کوئی ابد رہ جاتا ہے۔ یہ ذکر والوں کی بات ہے، عام آدمی کی بات نہیں۔ عام آدمی کیوں ''کن فیکون'' کا راز دریافت کرنے چلا ہے؟ عام آدمی تو کمائی کرے، خرچ کرے اور یہ سفر آسانی سے گزارے۔ ذاکرین کی بات اور ہے۔ محبت کرنے والا

انسان اس وقت بہت خوش ہوتا ہے جب محبوب اس کی کوئی چیز قبول کر لے۔ دنیا دار حیران رہ جاتا ہے کہ تُو چیز اس کو دے کے آیا ہے اور وہ کہتا ہے کہ شکر کرو کہ اس نے قبول کر لی۔ وہ اسے کہتا ہے کہ تمہیں بل کا خیال کرنا چاہیے تھا' بڑی مہنگی چیز تھی مگر محبت کرنے والا کہتا ہے کہ شکر کرو اس نے قبول کر لی۔ یہ جو بات ہے یہ عام آدمی کو سمجھ نہیں آتی کہ عشق کے اندر حاصل کیا ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ سے محبت کرنے والے کی بات ہے کہ اگر اللہ اس کی جان قبول کر لے تو سجدہ شکر کرتے ہیں۔ عام آدمی کے لیے جان بچانے کا حکم ہے کہ جان بچا' عافیت میں چل' سائے میں بیٹھ' نماز کے وقت اگر بھوک لگی ہے تو پہلے کھانا کھا لے' پھر نماز پڑھ لینا' اگر کسی مکان میں آگ لگی ہے تو پہلے آگ بجھالو' پھر نماز پڑھ لینا۔ عام آدمی کے لیے آسانی رکھی گئی ہے۔ ذاکر کے لیے نماز ہے' اگر جنگل کا جنگل آگ میں ہے تو بے شک جل جائے' وہ کہتا ہے کہ اللہ آپ ہی ختم کر رہا ہے۔ ذاکر کو کہا جائے کہ شہر برباد ہو رہا ہے تو وہ کہتا ہے کہ ہو جائے' اس سے کیا فرق پڑتا ہے' جس کا شہر ہے وہ جانے اور شہر والے جانیں' ہمارا کیا تعلق ہے' اس میں ہمارا دخل ہی کوئی نہیں۔ ذاکر نے اپنے آپ سے اپنا آپ ہی نکال دیا ہے۔ یہ ان لوگوں کی بات ہے' باقی سب کے لیے نہیں۔

دعا کا مقام تو ہے۔ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ مقام ہی کوئی نہیں ہے تو یہ زیادتی کی بات ہے۔ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ کوئی مقام ہے تو اس مقام کے لیے اور اس کے اظہار کے لیے اور اس کی Compensation کے لیے اللہ نے ایک دن مقرر کر رکھا ہے۔ اس دن سے پہلے وہ دن نہیں ہونا چاہیے۔ ایک محشر کا مقام

ہے' انصاف کا دن ہے۔When your labours will be compensated وہ ایک وقت ہے جب تمہاری قربانیوں کا انعام ملے گا' جب تمہاری محنتوں کا ریاض ملے گا اور جب تمہاری دعاؤں کا پتہ چلے گا کہ کیا کیا ہوتا رہا ہے۔ وہ ایسا دن ہے جب ظالم کو اپنا ظلم ایک خوفناک شکل میں نظر آئے گا۔ وہ انعام یا انصاف کا دن ہوگا۔ اس دن سے پہلے وہ دن نہیں ہونا چاہیے۔

کوئی بھی شخص کوئی قربانی نہیں دے سکتا جب تک کہ اللہ خود ہمت نہ دے' طاقت نہ دے۔ انسان کو تو ایک پل میں پلٹ جانا ہے' ایک دم زمین پر گر جاتا ہے۔ اور جب وہ Wisdom یا شعور عطا فرما دے تو پھر سارا کچھ انسان کا ہو جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اپنے کام ہیں کہ جو چاہے انسان کے حوالے کر دے۔ کہتے ہیں کہ ایک عورت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بیٹا پیدا ہونے کی دعا کروانے آئی۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹا تو نہیں ہوسکتا۔ وہ کسی اور کے پاس چلی گئی اور دعا کرائی تو بیٹا ہو گیا۔ وہ پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی اور کہا کہ آپ نے تو کہا تھا کہ بیٹا نہیں ہے یہ کیسے ہو گیا؟ انہوں نے اللہ سے پوچھا۔ اللہ نے کہا کہ اس کے لیے فلاں آدمی نے دعا کی تھی' تو اس آدمی کو پہچان' شہر میں چکر لگاؤ اور کہو کہ اللہ تعالیٰ نے ایک پاؤ انسانی گوشت مانگا ہے۔ سارے شہر میں پھرتے رہے' لوگوں نے کہا کہ اللہ کیسے مانگ سکتا ہے۔ اس آدمی کے پاس پہنچے تو اس نے فوراً ہی گوشت کاٹ کے دے دیا۔ تب اللہ نے کہا کہ یہ آدمی اگر کہے کہ بیٹا دے دے تو میں بیٹا دیتا ہی جاؤں گا۔ مطلب یہ ہے کہ جس آدمی کے اندر قربانی کا اتنا جوش ہو' اتنی فراوانی ہو' اس آدمی کی بات رد نہیں کی جا سکتی۔ یہ شوق کا مقام ہے۔

ایک تعلق ہوتا ہے عبد کا معبود کے ساتھ' ایک تعلق ہے خالق کا مخلوق کے ساتھ اور ایک تعلق یہ ہے کہ یہ بندہ ہے' عبادت گزار ہو گیا اور اللہ کا طالب ہو گیا۔ ایسا مقام ہو تو بات سمجھ میں آ سکتی ہے ؎

سرمد سگِ تو بندۂ تو طالبِ تو

کہ سرمد آپ کے دیدار کا طالب ہے۔ اور آپ اگر اللہ کے پاس جائیں اور وہ آگے سے کہے کہ دیدار کی بجائے یہ چیک لے جاؤ تو آپ چیک لے کے واپس آ جاؤ گے۔

سوال:

بیماری صحت اللہ کے اختیار میں ہے۔ اگر ہم بیمار پڑ جائیں تو علاج کرانا سنت ہے۔ موت کا وقت مقرر ہے لیکن ہم دعا کرتے ہیں یا اللہ اسے زندگی عطا فرما۔ تو کیا اللہ اس کی زندگی بڑھا دیتے ہیں یا دعا سے اس کی زندگی بڑھ جاتی ہے؟

جواب:

اگر زندگی ختم ہو جائے تو کوئی دعا نہیں مانگتا۔ دعا صرف لاعلمی سے مانگی جاتی ہے۔ اگر طالب علم کو وقت سے پہلے علم ہو جائے کہ وہ فیل ہو رہا ہے تو وہ کالج جانا بند کر دے گا۔ جب تک لاعلمی ہے تب تک دعا ہے۔ اگر مقدر کا علم ہو جائے تو دعا نہیں ہے۔ جس کو یقین ہو جائے کہ موت کا ایک دن معین ہے' نہ تو کوئی حادثہ اسے کچھ کر سکتا ہے نہ کوئی حفاظت اسے ٹال سکتی ہے' تو آدمی اس کے لیے دعا نہیں کرے گا۔ جو لوگ جانتے نہیں وہ کہتے ہیں کہ دعا کرو' اس سے زندگی بڑھ جائے گی' دو سال اور بڑھ جائیں گے۔ پھر دعا مانگیں گے اور اللہ تعالیٰ مہربانی

کرے گا۔ پھر ایک وقت آتا ہے جب دعا کارگر نہیں ہوتی۔ جب دعا کارگر نہ ہو تو وہ مقام تقدیر کہلاتا ہے۔ اس مقام سے آگے آپ نہیں جا سکتے۔ کوئی دعا آپ کو اس سے آگے نہیں لے جا سکتی۔ اسے کہتے ہیں Final day۔ اگر مقدر میں کچھ سال باقی ہیں تو پھر دعا کرنے والا بابا پیدا ہو جائے گا۔ اب بابا دیکھ لیتا ہے کہ اس کی زندگی کے دو سال باقی ہیں' تو وہ دعا مانگتا ہے۔ اس طرح وہ دعا مانگتے ہیں اور بیمار ٹھیک ہو جاتا ہے۔

جس آدمی کو یہ یقین ہو جائے کہ موت کا دن مقرر ہو گیا ہے' جس کو یہ یقین ہو جائے کہ میرا رزق اللہ کی طرف سے مقرر ہے اور عزت ذلت بھی اللہ کی طرف سے ہے' تو پھر دعا کا کیا مقام رہ جاتا ہے۔ پھر بھی دعا کا مقام ہے۔ دعا مانگتے چلے جاؤ' دعا ایک ایسا عمل ہے جو آپ کو بارگاہِ الٰہی میں لے جاتا ہے۔ دعا وہاں جانے کا ایک ذریعہ ہے' سجدہ اللہ تعالیٰ کے تقربؓ کا آخری اور واحد گر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ سجدہ کرو اور میرے قریب ہو جاؤ۔ آپ اللہ سے دعا کرتے رہو اور جو چیزیں مانگنے والی نہیں ہیں وہ بھی مانگتے رہو' تو دعا نامنظور بھی ہو سکتی ہے۔ مانگنا آپ کا کام ہے' آگے سے جواب دینا اللہ کا کام ہے۔ اتنی گفتگو جو ہے آپ کے لیے بڑا انعام ہے۔ آپ بس مانگتے چلے جاؤ ''ہم انسان ہیں مانگتے ہی رہیں گے' اللہ کچھ دے دے تو ہم لے لیں گے اور کچھ نہ دے تو اس کا متبادل مانگ لیں گے''۔ دعا کی فضیلت پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ادعونی استجب لکم واذا سالک عبادی عنی فانی

قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان .

اور حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

جو دعا قبول ہو جائے اس کا شکر ادا کرو اور جو قبول نہ ہو اس پر غور کرو۔ وہ تو مالک ہے۔ ماننے پر آ جائے تو گناہ گار کی بھی سن لے اور گناہ گاروں کو اپنے حبیب پاک ﷺ ساتھ ملا دے۔

سوال:

حکم یہ ہے کہ ذکر اتنا کریں کہ اس میں گم ہو جائیں۔ اس بارے میں وضاحت فرما دیں کہ اس زمانے میں ہم یہ کیسے کر سکتے ہیں؟

جواب:

اگر اس طرح کا ذکر نہ ہو سکے تو درود شریف بھی ذکر ہے۔ سب سے ضروری ذکر نماز ہے۔ سجدہ بھی ذکر ہے۔ اللہ کی کائنات میں تفکر کرنا بھی ذکر ہے۔ ماں باپ کی خدمت کرنا بھی ذکر ہے۔ زندگی سے گلہ شکوہ نکال دینا بھی ذکر ہے۔ اگر آپ کے اندر اللہ کا عشق پیدا ہو جائے تو آپ کے اندر ذکر پیدا ہو جاتا ہے ۔

منم محوِ خیالِ او نمی دانم کجا رفتم
شدم غرقِ وصالِ او نمی دانم کجا رفتم

انسان اللہ کے خیال میں غرق ہو جاتا ہے۔ کوئی اس سے پوچھتا ہے تمہارا نام کیا ہے تو وہ کہتا ہے کس کا نام؟ تو یہ واقعہ ہو سکتا ہے۔ ذکر کا ایک مقام یہ بھی ہے کہ جہاں اللہ کے علاوہ کوئی شے رہتی ہی نہیں، اسے ''ہو'' کا ویرانہ کہتے

ہیں۔ ہر طرح ''ہُوہُو'' ہو جاتی ہے۔اب حضرت سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ نے جو ذکر کیا وہ سلطان الاذکار ہے۔آپ اللہ تعالیٰ کی تجسیم یا مثال نہیں دے سکتے لیکن انہوں نے اللہ تعالیٰ کی خوب صورتی کو چنبیلی کی خوب صورتی سے تشبیہہ دی۔ہم یہ نہیں کہہ سکتے کیونکہ بوٹی مخلوق ہے اور وہ خالق۔آپ کسی چیز کو اللہ نہ کہنا کیونکہ یہ شرک اور گناہ ہے جب تک کہ آپ اس کو اس حالت میں نہ دیکھیں۔کوئی شے اس سے باہر نہیں اور وہ کسی شے کے اندر نہیں۔وہ کہاں ہے اور کیا ہے اس کا اندازہ کون لگائے۔پھر ایک مقام آتا ہے ہمہ اوست کا ؎

یار کو ہم نے جا بجا دیکھا
کہیں ظاہر کہیں چھپا دیکھا
کہیں بولا بلیٰ وہ کہہ کے الست
کہیں رندوں کا پیشوا دیکھا
کہیں ہے بادشاہِ تخت نشیں
کہیں کاسہ لیے گدا دیکھا

اب جس نے یار کو جا بجا دیکھا ہے وہ یہ بات کہہ سکتا ہے۔آپ یہ بات نہ کہنا۔یہ آپ کا مشاہدہ نہیں ہے۔اگر مشاہدہ ہو جائے تو ایک وقت ایسا آ جائے گا کہ سارے چہرے ایک ہی چہرہ بن جائیں گے۔اگر کہیں ایسا مشاہدہ ہو جائے تو پھر آپ کہہ دیں کہ سارا واقعہ ایک ہی واقعہ ہے۔جب ماضی سارے کا سارا حال میں اتر جائے اور ہمارے چہرے بدل کے کئی سو سال پہلے کے چہرے بن جائیں تو پھر ہم کچھ اور ہی واقعہ کرنے لگ جائیں گے۔اگر ایسا نہ ہوا اور آپ بیان

کرو تو یہ گمراہی ہوگی۔ گمراہی یہ ہے کہ حق سے زیادہ کسی چیز کو بیان کیا جائے
اور ظلم یہ ہے کہ حق سے کم بیان کیا جائے۔ اگر اللہ نے آپ کو فقیر نہیں بنایا تو فقیر
مت بنو۔ جب تک وہ نہ بنائے بات نہیں بنتی۔ اپنے بنانے سے بات نہیں بن
سکتی۔ جس طرح کوئی نبی بنے تو وہ خود بنے گا تاکہ زمانے سے خراج یا تعریف
وصول کرے لیکن اس کو تعریف کی بجائے لعنت ملتی ہے۔ اس طرح جب خود
ساختہ ولی بنے گا تو اس کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوگا۔ تم صرف انسان بن جاؤ' یہ بڑا
مقام ہے۔ عبادت کے بغیر عابد بننے کا شوق نہیں ہونا چاہیے۔ اگر ولی نہیں تو اس
کو بیان کرنا گمراہی ہے۔ اور اگر یہ مقام عطا ہو گیا تو اس کو چھپاتے رہنا ظلم ہے۔
اس لیے اتنا بیان کرو جتنا اصل ہے۔ اگر آپ اتنا انصاف کریں اور صرف اتنا ہی
بیان کریں جتنا اصل ہے تو اس سے بہت آسانی ہو جائے گی۔ Have more
than you show یعنی کہ دکھائی ہوئی چیز سے زیادہ اندر رکھو تاکہ حقیقت سے
آپ کا ظاہر کم ہو۔ پھر آپ یقیناً عافیت میں چلے جاؤ گے۔ اگر آپ اپنی حیثیت
سے باہر ہو کر اظہار کر رہے ہو تو نقصان میں چلے جاؤ گے۔ پھر اس کو نبھانا مشکل
ہو جائے گا۔ خواہ مخواہ تکلف کرتے جاؤ گے کہ آ بیل مجھے مار' کہ میں درویش وقت
ہوں اور اگر اصل درویش سامنے آ گیا تو پھر کہاں جاؤ گے۔ اس لیے تم جتنے ہو
اتنے رہو تاکہ تم' تم میں قائم رہو۔ اپنی ہستی کو پہچانو۔ صرف اتنا اظہار کرو جتنا
آپ ہو۔ اگر ذکر کی خواہش ہے تو خواہش ہی ذکر بن جاتی ہے۔ دنیا کے اندر
محبت کی جتنی بڑی کہانیاں ہیں سب جدائی کے قصے ہیں۔ اسی طرح اللہ سے
محبت میں جدائی ہی کی بات ہے۔ وصالِ حق تو ہے ہی نہیں۔ نہ دیدار کا مقام ہے

نہ رویتِ عینی کا مقام ہے۔صرف طلب کا مقام ہے اور دوری کا مقام ہے۔لیکن دوری اور قربت اللہ کے سامنے ہے ہی نہیں۔نہ اس کے کوئی قریب ہے نہ کوئی بعید۔اس کے سامنے فاصلہ کیا ہے۔سمندر سے دو چار دریا نکل جائیں تو اسے کیا فرق پڑے گا اور چار دریا اس میں داخل ہو جائیں تو بھی کیا فرق پڑے گا۔اللہ کریم کے حوالے سے اپنے آپ کو پہچاننا آسان بھی ہے اور مشکل بھی۔ملاوٹ چھوڑ دو تو آسان ہے' تکلف چھوڑ دو تو آسان ہے' اور اگر تکلف ہے تو ساری عمر پریشانی ہی پریشانی رہے گی۔اللہ والا بننے کی خواہش نکال دو اور اللہ والا بننے کا عمل کرو۔اپنے آپ کو اللہ کے آگے پیش کر دو۔اب جس راہ سے وہ گذارے وہی راہ آپ کے لیے حق کی راہ ہے۔

سوال:

کیا فقیر بننے کے لیے خواہش کا اظہار کرنا یا کوشش کرنی چاہیے۔

جواب:

اس بات کا جائزہ لینا چاہیے کہ فقیر کی تعریف کیے بغیر اور فقیر کے مقام کو پہچانے بغیر یہ کیا خواہش کی جا رہی ہے۔اگر آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ فقیر کی دنیا میں بڑی آبرو کی جاتی ہے اور آپ اس لیے فقیر بننا چاہتے ہیں تو بے شمار فقراء ایسے گزرے ہیں جنہوں نے عزت اور آبرو سے گریز کیا اور ابتلاء سے گزرتے رہے۔

فقیر کا مطلب ہے اللہ کی رضا مندی کا محتاج ہو جانا اور اس کی طلب رکھنا۔فقر کا ایک منصب اور ایک مقام بھی ہے۔سارے فقیر صاحبِ ارشاد نہیں ہوتے۔سارے اس میں مرتبہ حاصل نہیں کرتے۔فقیری عطا ہوتی ہے تسلیم و رضا

کے بعد۔آپ یوں کہہ سکتے ہیں کہ فقیر ''الا اللہ'' کی تفسیر ہے اور فقر سجدہ شبیری ہے۔جب آپ اپنے گردوپیش کو تحفظ دینا چاہتے ہیں تو پھر وہ چیزیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ سے مانگ لینی ہیں۔اس مقام کے لیے وہ شخص خواہش رکھے جو یہ ہمت رکھتا ہے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ افضل الانبیاء والمرسلین سیدنا و مولٰنا حبیبنا وشفیعنا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

•••

8

1 ہمیں اس بات کا بڑا فکر لگا رہتا ہے کہ پاکستان کا کیا بنے گا؟

2 صلاحیت کی تعریف کیا ہے؟

3 کیا پلاننگ کرنی چاہیے؟

4 کیا ماننے والے اور چاہنے والے کے فرائض مختلف ہوتے ہیں؟

5 کہتے ہیں کہ سنگت بدلنی چاہیے؟

6 عطا کیا ہوتی ہے؟

سوال:

سر! ہمیں اس بات کا بڑا فکر لگا رہتا ہے کہ پاکستان کا کیا بنے گا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

جواب:

اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ دعا سکھائی ہے کہ یا اللہ ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو ہماری طاقت سے باہر ہے۔ عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ انسان خود کو کسی کام میں اس طرح Involve سمجھتا ہے کہ وہ کام اس کی ذمہ داری ہے حالانکہ وہ کام اس کی ذمہ داری نہیں ہوتا۔ یہاں سے بڑے بڑے مسائل پیدا ہوتے ہیں اور پھر انسان کے لیے ہلاکت کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ اپنی حدود اور استعداد سے باہر کی خواہش نہیں ہونی چاہیے۔ جو چیز خواہش میں ہے لیکن اس کی استعداد نہیں ہے تو اس کو بیان کرنا تکلف ہی ہے یعنی جو چیز خواہش میں ہے لیکن استعداد میں نہیں تو بڑی مشکل ہو جاتی ہے۔ جو چیز خواہش میں ہو اور دسترس میں نہ ہو تو یا تو اپنی دسترس بڑھا لو یا پھر خواہش کو مختصر کر لو۔ آپ کبھی بیمار ہو جائیں تو اس کا علاج عام طور پر خود Try نہیں کرتے کیونکہ اس کے لیے الگ شعبہ ہے' اس بارے میں ڈاکٹر سے یا حکیم سے پوچھا جائے۔ آدمی جانتا ہے کہ ''جس کا کام اسی کو ساجھے''۔

اسی طرح عدالت کا معاملہ ہوتو وکیل سے پوچھتے ہیں۔ مگر جب کبھی آپ ملک ریاست سیاست یا بین الاقوامی طور پر سوچتے ہیں تو پھر اس کو اپنی ذمہ داری سمجھ لیتے ہیں۔ اگر اس کو آپ نے اپنی ذمہ داری سمجھی ہے تو مبارک ہو اب اس کو پورا کرو! مثلاً اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ میں ہر روز پچاس آدمیوں کی خدمت کروں تو یہ اچھی بات ہے۔ اب کرو! پھر گھبراتے کیوں ہو؟ یہاں پر وہ آدمی پریشان ہوگا جو خدمت کا دعویٰ بھی رکھتا ہے اور دل میں کچھ نفرت بھی موجود ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص ملکی معاملات کی اصلاح کی آرزو رکھتا ہے تو یہ اچھی بات ہے۔ آرزو ضرور رکھو مگر خدمت کا آپ کے پاس شعور نہیں۔ ایسا آدمی پھر اپنے لیے ہلاکت کا سامان پیدا کرتا ہے۔ وہ ایسی چیز کی تمنا کرتا ہے جو اس کی ہستی میں نہیں۔ کتنے ہی لوگ ہیں جو مہمان نوازی سے باہر جانے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر پریشان ہو جاتے ہیں۔ اس کے گھر والے یہ گلہ کرتے ہیں کہ دوسروں کو بہت وقت دیتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خواہش اور استعداد میں فرق ہو تو خواہش آپ کو ہلاک کر دے گی۔ ایک آدمی اگر دوسرے پر زیادتی کر رہا ہے اور دونوں آپ کی دسترس سے باہر ہیں تو سوائے اس کے کہ آپ پریشان ہو جاؤ' آپ کے پاس کوئی عمل موجود نہیں ہے۔ اس کا حل یہ ہے کہ آپ کے پاس قوت ہو اور آپ دونوں کی غلطی Find کر کے ان کی اصلاح کر دو۔ اکثر مسائل ایسے ہوتے ہیں جن کی اصلاح آپ کے پاس نہیں ہوتی بلکہ معاملہ آپ کی سمجھ سے بالاتر رہتا ہے۔ پہلے آپ زندگی کو زندگی کے حوالے سے دیکھو۔ کیا آج کے موجودہ انسانوں سے پہلے کوئی انسان آیا؟ آج کل کے لاہور میں جتنے لوگ موجود ہیں کیا اس سے پہلے

لاہور میں کوئی انسان تھے؟ کیا آپ کے آباؤ اجداد یا کوئی اور لوگ تھے؟ وہ سب لوگ اپنا دور پورا کرتے ہوئے اور لاہور کو رونقوں کے حوالے کرتے ہوئے آپ سے رخصت ہو گئے۔ اب اگلی بات دیکھو! کیا آپ کے بعد کوئی لوگ آنے والے ہیں؟ وہی تو آپ کے گھروں میں پل رہے ہیں اور یہی آپ کو رخصت کریں گے۔ اس میں گھبرانے والی کون سی بات ہے، یہ حقیقت ہے! جس طرح آپ لوگوں نے اپنے بزرگوں کو غم سے رخصت کیا اسی طرح آپ کے بچے آپ کو روانہ کریں گے۔ پھر آپ کے بعد یہ لوگ سارے کام کرلیں گے۔ آپ سے پہلے اس جہاں میں کتنے ہی باغ لگ لگ سوکھ گئے۔ پھر تم کون سا گلاب ہو! آپ اپنی ہستی کو اس وسیع کائنات کی ہستی کے تناظر میں دیکھو۔ آپ کی ہستی ایسے ہے جیسے جنگل کے اندر ایک مور ہے جو ناچنے کی فکر کر رہا ہے پھر نہ جنگل رہیں گے اور نہ مور۔ زمانے بدل جائیں گے۔ پہلے بھی کئی زمانے بدل گئے۔ آخر مر جانے کے علاوہ انسان کو اور کیا کرنا ہے۔ جن کو تم کندھا دیتے ہو ان کا غم اتنا ہوتا ہے کہ آرام سے مٹی ڈال کے آجاتے ہو دفن کرنے کے بعد فراغت کے ساتھ بیٹھ جاتے ہو جیسے کبھی کسی کو دفن ہوتے نہیں دیکھا۔ کہتے ہو بڑا قریبی آدمی تھا جو بہت دور چلا گیا ہے اور اب تیاری کرنی چاہیے کیونکہ شام کو پنڈی جانا ہے اور پھر اس غم کے اندر وہی باتیں، وہی چاول، وہی کھانا پینا، عجیب انسان ہے! غم ہو یا خوشی ہو اس کا کاروبار چلتا رہتا ہے۔ غم کتنا ہی سنگین ہو نیند سے پہلے کا ہے۔ پھر نیند کی بہار آجاتی ہے۔ کوئی پوچھے کہ غمگین آدمی کہاں چلا گیا؟ کہتے ہیں کہ وہ ڈاکٹر کی گولی کھا کر سو گیا۔ کوئی بھی غم ہو، تکلیف ہو اذیت ہو ذاتی مسئلہ ہو ملک کا

مسئلہ ہو' حادثہ ہو یا آسمانی آفت ہو' آپ ان سب کو دیکھ کر پریشان ہو جاتے ہو۔ مگر میرا خیال ہے کہ کائنات کا کوئی غم ایسا نہیں ہے جو آدمی برداشت نہ کر سکے۔ اگر کوئی سے دو انسان ایک دوسرے کے لیے زندگی گزارنے کی تمنا کریں اور ایک دوسرے کے لیے زندہ رہنے کی خواہش رکھیں تو پھر کائنات میں کوئی غم نہیں۔غم آپ کے گھر کے اندر دراڑ کا نام ہے اور پریشانی آپ کے اندازِ فکر کا نام ہے۔ہم نے کوئی انسان ایسا نہیں دیکھا جو وسیع غم کی وجہ سے ذاتی زندگی ترک کر چکا ہو' ایسے بہت ہی کم لوگ ہوتے ہیں مثلاً مہاتما بدھ نے پریشان ہو کر گھر چھوڑ دیا۔ بڑے آرام سے انسان غم اور غم کی شدت کو ناپنے کے بعد برداشت کر کے پھر اپنی خوشیوں میں واپس چلا جاتا ہے' پھر وہی انسان وہ کر کے رہتا ہے جو چاہتا ہے۔ جو ہم چاہتے ہیں کر کے رہتے ہیں اور اپنے عمل پر غالب ہیں۔ یہ عمل دریا کی طرح ہے کہ آرام سے مٹی پر سر رگڑتا ہوا چلتا ہے اور کبھی جی چاہے تو سر اٹھا لیتا ہے او پھر کناروں سے باہر آ جاتا ہے جس کو ہم سیلاب کہتے ہیں۔ میں نے پہلے بھی آپ کو بتایا تھا کہ اگر چھت گرنے لگے تو بھاگ جاؤ اور آسمان گرنے لگے تو ٹھہر جاؤ۔اب چھت گرنے کا وقت نہیں بلکہ آسمان گرنے لگا ہے۔آسمان گرنے لگے تو بھاگنا بے کار ہے۔ شیر سامنے آ جائے تو بھاگنا بے کار ہے۔ڈرنے کی کیا بات ہے' چار آدمیوں کے ساتھ مل کر مرنا اور اکیلے مرنا دونوں برابر ہیں۔

موت اشتراک میں ہو یا تنہا ہو' اجتماعی ہو یا انفرادی' ایک ہی بات ہے جس شخص کو حالات کا خطرہ محسوس ہو رہا ہے کہ خطرہ قریب آ رہا ہے اسے کہو کہ اب وقت ہے کہ تو اپنی خواہش دین کے لیے نثار کرنے کی فکر کر۔ مثلاً ایک شخص بہت

فکر مند ہے اور ملک کے لیے اتنا فکر مند ہے کہ رات کو نیند نہیں آئی اور اس میں حالات درست کرنے کی آرزو بھی موجود ہے۔ اگر ایسا شخص بہت بے تاب ہو جائے اور اس کی بیتابی والہانہ ہو جائے تو ایسے شخص کو راز سے آگاہ کر دیا جاتا ہے۔ اقبال بہت بیتاب ہوا تو راز آگاہ ہو گیا اور کہنے لگا کہ میری آنکھ جو کچھ دیکھ رہی ہے وہ لب پہ نہیں آسکتا۔ اس نے کوئی ایسی چیز دیکھ لی جو بیان میں نہیں آسکتی۔ افلاک سے نالوں کا جواب عام آدمیوں کو نہیں آتا۔ اقبال کو ملت اسلامیہ کے حوالے سے کوئی خاص راحت والی خبر ملی۔ اسے آگاہ کر دیا گیا اور سکون پیدا ہو گیا۔ بیتابی جو ہے یہ بیان بن جاتی ہے۔ اگر آپ اس طرح کے بیتاب ہو تو پہلا کام یہ کرو کہ ملک کی خاطر اپنی صداقت کو الگ بیان کرو۔ اب یہ نہ دیکھنا کہ کون پریشان کر رہا ہے، کون پریشان ہو رہا ہے، کتنی فورسز میدان میں آ رہی ہیں۔ کوئی تو ایسا آدمی ہونا چاہیے جو ملکی پریشانی کے باعث فیصلہ کرے کہ میں آج سے جھوٹ نہیں بولوں گا، اور جھوٹا بیان نہیں دوں گا۔ آپ اتنے سمجھ دار لوگ ہو، لاہور کی Cream بیٹھے ہو، جھوٹ تو آپ کی شان کے لیے توہین ہونا چاہیے۔ لیکن سچ بولنا بہت مشکل ہے۔ آپ اپنی پریشانی خالق کے حوالے کر و تو راز مل سکتا ہے۔ یا اللہ ہم اپنے آپ کو تیرے حوالے کرتے ہیں، ہمیں راز سے آگاہ کر ؎

اٹھا ساقیا پردہ اس راز سے
لڑا دے ممولے کو شہباز سے

اب وہ وقت آیا ہی پڑا ہے، آپ شہباز سے لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ لیکن ذرا بے چینی ہے کہ راز سے پردہ اٹھ نہیں رہا ؎

میں نے افکار کے چہرے سے اٹھایا پردہ
کم نگاہی کا تیرے ذہن پہ چھایا پردہ

پہلے آپ جاگو اور یہ دیکھو کہ کس بات پر فکر مند ہو؟ فکر میں ہم اپنی زندگی کو ترتیب دیتے ہیں۔ فکر کو جاری رہنا چاہیے۔ اگر فکر صحیح ہو تو یہ ہو نہیں سکتا کہ فطرت آگاہ نہ کرے۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے آپ کو اللہ نے آگاہ کر دیا کہ یہ کرو اور یہ نہ کرو اور آپ کی ایک میعاد ہے اور ایک مقررہ مدت ہے جس کے لیے آپ کو دنیا میں بھیجا گیا اور پھر آپ اللہ کے پاس واپس لوٹا دیے جائیں گے، اس وقت آپ اللہ کے سامنے اپنے حساب کتاب کے جواب دہ ہوں گے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون آپ سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ فرانس میں کیا ہو رہا تھا بلکہ یہ پوچھا جائے گا کہ آپ کو جو صلاحیتیں دی گئی تھیں انہیں کہاں استعمال کیا اور آپ کے پاس جو پیسہ آیا اس میں حرام کا شبہ تو نہیں تھا اور کیا آپ کے پیٹ میں کسی یتیم کے مال کی آگ تو نہیں تھی؟ کیا آپ کے وعدے ایفا ہوتے تھے؟ کیا آپ نے اللہ کے فرمان میں ملاوٹ تو نہیں کی؟ کیا آپ نے یہ سمجھ لیا تھا کہ ہمیشہ دنیا میں رہیں گے؟ کیا آپ کو اپنے سے پہلے رخصت ہونے والے نظر نہیں آئے؟ کیا آپ نے سچ کو باطل کا لباس تو نہیں پہنایا تھا؟ اور کیا آپ نے گفتگو میں ابہام کا راستہ تو اختیار نہیں کیا تھا؟ ابہام یہ ہوتا ہے کہ جب بات Clear نہ کی جائے مثلاً کہاں سے آرہے ہو"؟ "میں وہاں سے آرہا ہوں" ــــ "کدھر گئے تھے"؟ ــــ وہاں گیا تھا"۔ "کہاں رہتے ہو"؟ بڑی تکلیف میں رہتا ہوں"۔ یہ ساری مبہم باتیں ہیں اور مبہم بات منافقت کے قریب

ہے۔ وہ شخص جوان سوالوں کا جواب نہ دے سکے وہ کسی کی اصلاح نہیں کر سکتا۔ جس شخص نے اپنی زندگی کسی کام کے لیے وقف نہیں کی اور چاہتا ہے کہ اصلاح ہو جائے وہی تو مجرم ہے کیونکہ یہ شخص اپنی استعداد کو استعمال نہیں کرتا۔ اگر آپ اپنی استعداد کو فی سبیل اللہ اور فی سبیلِ ملک استعمال کرو تو آپ کے لیے کوئی مسئلہ نہیں رہ جائے گا۔ اور آپ کے پاس جو بہتر اشیاء ہیں اس راہ میں خرچ کر دو۔ بات ساری نیت کی ہے۔ مثلاً حج عمل کا نام نہیں نیت کا نام ہے۔ اگر دل میں عزت نہ ہو' احترام نہ ہو' اللہ اور اللہ کے محبوب ﷺ کی محبت نہ ہو تو حج کا سفر دنیاداری ہے۔ اور اگر نیت صحیح ہو تو گھر میں حج موجود ہے کیونکہ اللہ تو آپ کے دلوں کے قریب رہتا ہے اور آپ کی نیت کے پاس رہتا ہے۔ اگر آپ کی نیت اللہ ہے تو وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر بڑا راضی ہو جاتا ہے۔ آپ یہ مانتے ہو کہ آپ ایک چھوٹے سے اور فانی انسان ہو اور وہ اس وسیع کائنات کا مالک ہے اور وحدہ' لاشریک۔ آپ دیکھو کہ آپ کی اہمیت کیا ہے؟ آپ کے لیے اس دنیا میں سب سے بڑے انسان یعنی حضور پاک ﷺ کو بھیجا' ان کے ذریعے اپنا آسمانی پیغام' تم زمینی آدمیوں تک پہنچا دیا۔ اتنی بڑی اور وسیع کائنات کا خالق اور مالک اللہ آپ کو نظر انداز نہیں کرتا اور آپ کی ذاتی زندگی اور دوسروں کے ساتھ لین دین کو چیک کرتا رہتا ہے اور پھر اس نے آپ کا نمبر لگایا ہوا ہے تاکہ کوئی موت سے بچا نہ رہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی آدمی Miss ہو جائے اور موت سے نکل جائے۔ جو موت سے نہیں نکلا وہ خدا سے نہیں نکل سکتا۔ یہاں پر آپ کا ٹھہرنا پروگرام کے مطابق ہے اور پروگرام آسمانی ہے۔ آپ کو سمجھ اس لیے نہیں آتی کہ سفر زمین کا

ہے اور حکم آسمان سے آرہا ہے۔ جبریل امینؑ کے ذریعے اللہ نے اپنا ازلی امانت نامہ یعنی کلام مجید حضور پاک ﷺ تک پہنچایا۔ اب کوئی شخص چلتے چلتے کلمہ پڑھ گیا اور مسلمان ہو گیا تو کائنات میں اس کی دھوم مچ گئی۔ اور کوئی منافق رہ گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ منافق جب اپنے شیطانوں کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ان سے مذاق کر رہے ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ کو یہ سب معلوم ہے کہ تنہائی میں کیا ہوا گناہ محفلوں میں جج ہوگا اور تنہائی میں کی ہوئی توبہ قبول ہو جائے گی۔ آپ سے اللہ تعالیٰ وہ بات نہیں پوچھے گا جو آپ کی استعداد میں نہیں ہے۔ مثلاً بوڑھے سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ دوڑ لگا سکتے ہو؟ اللہ تعالیٰ آپ سے آپ کی صلاحیتوں اور استعداد کے مطابق پوچھے گا۔ آپ کے اندر اندیشہ اس لیے پیدا ہو رہا ہے کہ جو وقت کی Call ہے آپ اس پر لبیک نہیں کہہ رہے بلکہ صرف گفتگو کر رہے ہیں۔ آپ کے پاس جتنا بھی عمل ہے اس کے مطابق چل پڑو۔ اگر اقبال کو کسی نے جگایا تھا تو وہی حالات اب آپ پر بھی آئے ہوئے ہیں۔ اقبال کو اقبال بنانے میں جو واقعہ موجود تھا وہ واقعہ آپ کے پاس بھی موجود ہے۔ ایک آدمی دوسرے آدمی کے پاس سے گزر گیا اور ایک واقعہ بن گیا حالانکہ وہ اور لوگوں کے پاس سے بھی گزرا ہوگا۔ واقعہ کب بنتا ہے؟ جب مشاہدہ کرنے والا کھرا مشاہدہ کرے۔ اگر آپ صحیح سوچ رہے ہیں اور صحیح غور کر رہے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ فطرت کی وجہ سے آپ کو راستہ نہ ملے۔ کچھ ہی عرصہ پہلے کی بات ہے کہ ہندوستان کے ۹، ۱۰ کروڑ پسماندہ مسلمان، گھبرائے ہوئے مسلمان، منتشر مسلمان اور سیاسی وسماجی ناہمواریوں سے پسے ہوئے مسلمان ایک ایسا شعور حاصل کر گئے

کہ یہ Country بنادی۔ دس کروڑ پریشان' غلام اور سیاسی اور معاشی طور پر کمزور مسلمانوں نے ایک طاقت ور مسلمان ملک بنا دیا اور آج آپ طاقت ور ہو اور مال و دولت کی فراوانیاں ہیں اور اندیشے آپ کا فیشن ہیں۔ آپ اندیشے بیان کرتے رہتے ہو اور اپنے مکان بھی بناتے رہتے ہو۔ اس ماں کا اندیشہ سچا ہوتا ہے جس کا بیٹا بیمار ہو۔ اس شخص کا اندیشہ صحیح ہوتا ہے جس کا دوست رخصت ہو رہا ہو' یہ ان کی Commitment ہے' اور آپ یہ دیکھو کہ آپ کی Commitment کیا ہے؟ آپ کی Commitment ملک کی تعمیر ہے یا اپنی تعمیر؟ اگر آپ ذاتی تعمیر کو ملک پر نثار کر دو تو آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اللہ کی بات دیکھو' ایک آدمی نے اسلام کا کوئی خاص علم بھی حاصل نہیں کیا' صرف مخلص تھا اور اس میں تھوڑا بہت سلوک موجود تھا' اللہ نے ایسی مہربانی کی کہ دس کروڑ افسردہ مسلمانوں کو اس کے ساتھ عقیدت ہوگئی' محبت ہوگئی اور وہ ان کا کنارہ بن گیا۔ آپ اگر لیڈر ہو تو آپ کے ساتھ آپ کے Follower کی محبت نہیں ہے۔ آپ اگر Follower ہو تو آپ کے اندر کسی لیڈر کا احترام نہیں ہے۔ آپ اس ملک کے آدمی ہو اور ملک کو توڑتے جا رہے ہو۔ کوئی شخص ایسا نہیں جو اپنی تعمیر کو ملک کی تعمیر پر نثار کرے۔ ہر آدمی اپنے آپ کو پہلے اور ملک کو اپنے بعد رکھتا ہے۔ یہ تو خدا کا فضل ہے جس کی وجہ سے یہ Country بچا ہوا ہے اور آپ لوگوں کی حرکتوں کے باوجود بچا ہوا ہے۔ لوگوں نے اس ملک میں بہت ہی جھوٹ بولے ہیں' دعا کرو کہ اب ان کا انجام ہونا چاہیے۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس ملک کو اس کے حقیقی وارثوں کے پاس پہنچائے۔ ایک شخص ہجویر سے چل کر لاہور کی سرزمین میں آیا

اور بے شمار ہندوؤں کو مسلمان کیا۔ آپ اس بات کو مانتے ہیں ناں! ان کا نام داتا صاحبؒ ہے۔ اسی طرح ایک شخص نے اجمیر شریف میں لاکھوں مسلمان کیے۔ ان کا نام خواجہ غریب نوازؒ ہے۔ کیا آپ اس بات کو مانتے ہیں۔ اگر آپ اس بات کو مانتے ہیں تو کیا یہ کمالات ختم ہو گئے ہیں؟ ختم تو نہیں ہونے چاہئیں۔ ایسی بات ختم کرنا تو اس کی فطرت ہی نہیں ہے۔ قائداعظم کو دیکھو وہ ایسے لیڈر تھے جن کے سامنے مناسب لیڈر شپ والے لوگ ختم ہو گئے۔ آپ مذہبی طور پر مولانا ابوالکلام آزاد کے مقام سے انکار کر سکتے ہیں مگر Talent سے انکار کیسے ہو۔ اسی طرح اور بھی اس وقت کی شخصیات تھیں جن کی قابلیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مگر قائداعظم کو اللہ نے ایسا سورج بنایا کہ کوئی ستارہ اس کے سامنے چمک ہی نہ سکا۔ بڑے بڑے شہسوار تھے لیکن کسی کی ایک نہ چلی۔ عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب بڑے اچھے عالم تھے، خوب تقریر کیا کرتے تھے، دن کیا اور رات کیا۔ رلاتے بھی تھے اور ہنساتے بھی تھے۔ ایک مرتبہ کہنے لگے کہ تم نے اس جلسے میں شرکت کی، پیسے بھی دیئے، روئے بھی اور ہنسے بھی، میں جانتا ہوں کہ تم میرے جلسے میں آتے رہو گے مگر ووٹ مسلم لیگ کو دو گے۔ تو یہ تھا قائداعظم کا اعزاز۔ یہ اعزاز فطرت کی طرف سے تھا۔ فطرت نے ایسا واقعہ کر کے دکھایا، ایسا واقعہ دوبارہ نہیں ہو سکتا۔ اب آپ اپنے طور پر سوچو اور اللہ کا دروازہ کھٹکھٹاؤ تا کہ اس طرح کا واقعہ ہو جائے۔ شاید آپ کو جواب مل جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک ایسا آدمی بھیجے گا کہ اس کے سامنے کسی کی بات نہیں چل سکے گی۔ اس وقت یہ واقعہ مکمل ہو جائے گا۔ وہ آدمی انصاف کرے گا۔ وہ انصاف کرتے وقت اپنے اور

غیر میں تمیز کرنا چھوڑ دے گا۔ ابھی آپ اپنے بارے میں انصاف کرو کہ جو چیز آپ اپنے بارے میں کہہ رہے ہو وہ دوسرے کے مقابلے میں کیا کہہ رہے ہو۔ آپ اپنے گھر میں کیا سوچتے ہو اور باہر نکل کے کیا سوچتے ہو۔ کسی نے آپ سے کیا کہا اور کسی سے آپ نے کیا کہا۔ آپ کے حق میں لوگ کیا فیصلہ کرتے ہیں اور آپ کے خلاف کیا فیصلے ہوتے ہیں۔ آپ کا دوست ایسا آدمی ہونا چاہیے جو اللہ کی طرف سے فیصلہ کر سکے۔ Wait for him, find him or become that person. دین کا علم علماء کے پاس زیادہ تھا' دنیا کا علم ہندوؤں کے پاس زیادہ تھا مگر نصیب کا علم قائداعظم کے پاس زیادہ تھا۔ آپ بھی نصیب کا دروازہ کھٹکھٹاؤ۔ یا وہ آدمی بن جاؤ یا اس کو دریافت کرلو۔ باقی فکر کی کوئی بات نہیں۔ فکر اس کو ہوتی ہے جس کو نیند نہ آئے' جس کو نیند آجائے اسے فکر نہیں ہے بلکہ فکر کا فیشن ہے۔ اگر آپ کو پاکستان کی فکر لگ گئی تو خواہ مخواہ آپ کی نیندیں خراب ہوجائیں گی' پھر اپنا سامان پاکستان پر قربان کرنا شروع کردو گے اور چیزیں اکٹھی کرنا بند کردو گے۔ اپنا فکر کرنا بھول جاؤ گے۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سرزمین اللہ اور رسول ﷺ کے نام پر حاصل کی گئی تھی تو اس کی حفاظت کرنا ان کا فرض ہے۔ باقی لوگوں کو یہ احساس دلایا جائے کہ اگر یہ بڑا گھر نہ رہا تو تمہارے چھوٹے چھوٹے گھر بھی نہیں رہیں گے۔ لوگوں کو گھر کا احساس نہیں ہے۔ اندلس کو تو وہی فتح کرے گا جو کشتیاں جلا کر جائے گا۔ یہاں جو لوگ حکومت میں ہیں وہ کہتے ہیں یہ ہمارا ملک ہے اور اپنے مخالفوں کو غدار کہتے ہیں اور نااہل کہتے ہیں۔ جو حکومت کا طالب ہے وہ حکمران کے بارے میں کہے گا کہ ملک کو نقصان

پہنچا رہا ہے اور حکمران اسے غدار کہے گا اور انتشار پھیلانے والا کہے گا۔ یہ آپ کا تصور ہے۔ کوئی Reality تو ہے ہی نہیں۔ جو لوگ آج آپ کے جلسے میں آئیں گے وہ کل آپ کے مخالف کے جلسے میں بھی ہوں گے۔ یہ لوگ گھروں کے ستائے ہوئے ہیں، گھروں میں ویسے بھی گرمی ہوتی ہے اس لیے جلسے میں زندہ باد مردہ باد کرنے آجاتے ہیں۔ ان جھوٹے انسانوں میں سچے آدمی کا میلہ کیسے ہوگا؟ سچے آدمیوں کو اکٹھا کرنے کے لیے پہلے اپنے اندر سچ پیدا کرو۔ یہ سچ آپ کی عبادت ہے ورنہ اپنی ہستی سے زیادہ اپنا نام نہ پھیلاؤ، نہیں تو پریشان ہو جاؤ گے۔ کیوں ہلاک کرتے ہو اپنے آپ کو؟ ایسی صورت میں بزرگوں کا قول ہے کہ ''ہمارے اونٹ تو واپس کرو، جس کا خانہ کعبہ ہے وہ خود اس کی حفاظت کر لے گا''۔ ایک دعا دل سے کرو جو کہ تم نے نہیں کرنی یعنی جو موجودہ حاکم ہے اللہ اس کی اصلاح فرمائے اور اس کو توفیق دے کہ وہ حکومت کرتا ہی چلا جائے اور ملک میں سب ٹھیک ٹھاک ہو جائے۔ مگر تم دعا نہیں کرو گے کیونکہ اب حکومت میں تمہاری باری آنی ہے۔ یہ دعا آپ کے پاس ہے لیکن آپ نہیں کریں گے۔ آپ کہیں گے اسے اللہ نے تو معاف کر دیا میں معاف نہیں کروں گا۔ اس کو کہتے ہیں ذاتی عناد۔ اگر آپ نے ذاتی عناد رکھنا ہی ہے تو اپنے اندر صلاحیت بھی پیدا کر لو۔ اگر صرف آرزو ہو اور صلاحیت نہ ہو تو پریشانی ہو جائے گی۔ آپ تو فقیر کو پانچ روپے بلکہ پانچ چونیاں نہیں دے سکتے، پھر آپ ہی بتاؤ آپ کیا حق رکھتے ہو حکومت لینے کا۔ حکومت حاصل کرنے کے لیے یا تو اس بندے کو حاصل کر لو یا وہ بندہ آپ خود ہی بن جاؤ یا پھر کسی کا انتظار کر لو۔ ہیرو آپ بن نہیں سکتے کسی ہیرو والے کے

ساتھ مل جاؤ یا پھر انتظار کرو اور دعا کرو کہ یا اللہ مہربانی فرما اب بات ہمارے بس سے باہر ہے۔ بات اللہ کے حوالے کرو' کشتی وہ جانے' سمندر وہ جانے' موجیں وہ جانے' لہریں وہ جانے' لنگر وہ جانے اور لنگر اندازیاں وہ جانے ___ یا پھر یہ کہو کہ یا اللہ آپ دخل نہ دینا میں خود ہی فیصلہ کرلوں گا۔ ایک کہانی آپ نے سنی ہوگی۔ ایک آدمی دوسرے شخص کو مارنے گیا۔ جب اس کا دشمن تلوار کی زد میں آ گیا تو اچانک بجلی گری اور اس کی کشتی ڈوب گئی۔ جس نے انتقام لینا تھا اس نے فطرت کی طرف اشارہ کیا کہ تو بڑا ظالم ہے' تو نے اس کو مار دیا لیکن میری تلوار کے بغیر مارا' میرا خون تب ٹھنڈا ہوتا جب یہ میری تلوار سے مرتا۔ اب مجھ میں ہمیشہ حسرت ہی رہے گی۔ تو یہ ہیں آپ کی خوبیاں۔ آپ کے انتقام کا جذبہ ختم ہی نہیں ہو رہا اور خواہش رکھتے ہو ملک چلانے کی۔ اپنی استعداد سے ماورا اور ماسوا خواہش نہ کیا کرو' یہ ہلاکت ہے ___ ہلاکت کیا ہے؟ استعداد سے زیادہ کی تمنا۔ اور آسودگی کیا ہے؟ استعداد سے کم سفر ___ اللہ قادر ہے' وہ ہمارا مسئلہ بھی ضرور حل کرے گا۔ دعا کیا کرو کہ انہی مسلمانوں سے کام لے لے۔ اپنی غیرت کو استعداد بنالو ___ ابھی انڈیا جانا ہے۔ کیا آپ میں کوئی ایسا ہے جو انڈیا سے آیا ہو اور آتے وقت یعنی Migration کے وقت یہ کہہ آیا ہو کہ ہم پھر آئیں گے' فاتحین ہو کر آئیں گے۔ یہ بات بھی آپ بھول گئے۔ نہ دہلی یاد رہی نہ لاہور یاد رہا' صرف پریشانیاں یاد رہ گئیں' اپنے ذاتی کام یاد رہ گئے' ذاتی تعمیر میں مصروف ہو گئے۔ اس لیے دعا کرو کہ اللہ آپ کو آپ کا حق دے۔ حق کیا ہے؟ استعداد کے مطابق حاصل ___ احسان کیا ہے؟ حق سے زیادہ مل جانا ___

محرومی کیا ہے؟ حق سے کم ملنا___ تاریخ میں جو حکمران گزرے ہیں ان کا ارادہ ہوتا تھا کہ دنیا کو فتح کریں لیکن پھر زندگی مہلت نہیں دیتی۔ ایک فاتح کو ایک بزرگ نے بتایا کہ فتح کرنے کی خواہش کو فتح کرلو تو بچ جاؤ گے۔ زمین کو تو کوئی فتح نہیں کرتا' زمین تو ایسے ہی رہتی ہے' انسانوں کی فصلیں اگتی ہیں اور کٹتی ہیں لیکن زمین یہیں رہتی ہے۔ یہ کھنڈرات کبھی محل تھے اور آج کے محل بھی کھنڈر ہو جائیں گے۔ حاصل' محرومیاں اور اندیشے ختم ہو جائیں گے۔ آپ کو پتہ ہے کہ پچاس سال میں بھرا ہوا شہرا اپنے موجود آدمیوں سے بالکل خالی ہو جاتا ہے اور نئے سرے سے بھر جاتا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ شہر آباد ہو گیا ہے مگر واقف چہرہ ایک بھی نہیں ملتا۔ اسی طرح آپ کبھی اپنے گاؤں جاؤ تو گاؤں بھرے ہوئے ہیں لیکن سنگی اور ساتھی کسی اور طرف چلے گئے ہیں۔ ہمیں بھی کسی اور طرف جانا ہے۔ اس سے پہلے کہ چلے جاؤ آپ سچ بول جاؤ۔ کوئی سچا کام کر جاؤ جھوٹ نہ بولو' انتشار اور فساد نہ پھیلاؤ' اپنی استعداد کو بڑھاؤ اور آنے والی نسلوں کو سچ دے جاؤ۔ پیر بھی جھوٹا نہیں ہونا چاہیے' مولوی بھی جھوٹا نہیں ہونا چاہیے' استاد بھی جھوٹا نہیں ہونا چاہیے اور سیاست دان تو بالکل ہی جھوٹا نہیں ہونا چاہیے۔ یہ میں آپ کو وارننگ کے طور پر اطلاع دے رہا ہوں۔ جس کی بات جتنے ابلاغ میں جائے گی اس کا گناہ اتنا ہی زیادہ ہوگا۔ ایک آدمی اگر Public Sector میں جھوٹ بولے گا تو جتنے سامعین ہوں گے اتنا ہی اس کا گناہ ہوگا۔ اس لیے کبھی سٹیج پر جھوٹ نہ بولنا۔ اب آپ کہو گے کہ اگر سیاست میں جھوٹ نہ ہو تو سیاست میں کیا رہ جاتا ہے؟ سیاسی تقریر اکثر یہ ہوتی ہے کہ موجودہ حکومت نا اہل ہے اور حکومت کہتی ہے

کہ یہ سارے شر پسند ہیں اور غیر ملکی ایجنٹ ہیں اور اسلام کو نقصان دے رہے ہیں۔ اور اصل حالت یہ ہے کہ غریب آدمی کے حالات خراب ہوتے جا رہے ہیں اور سرحدوں پر علیحدہ خطرہ ہے۔ حکمران ادھر عمرہ کرنے چلے جاتے ہیں یا حج کرنے چلے جاتے ہیں اور عاقبت یہاں ملک میں تباہ ہو رہی ہے۔ بادشاہ کو صرف نیک نہیں ہونا چاہیے بلکہ اہل بھی ہونا چاہیے' بلکہ خوبیوں والا ہونا چاہیے۔ صلاحیت والا ہی صحیح کام کر سکتا ہے۔ صلاحیت کو شوق کے کناروں سے باہر نہیں جانا چاہیے۔ اپنے شوق کو صلاحیت میں رکھو اور اپنے بیان کو صداقت میں رکھو اور اپنے تقاضے کو حقوق کے قریب رکھو اور اپنی زندگی کی اللہ کے حکم میں رکھو' اگر یہ اللہ کے حکم میں نہیں ہے تو پھر یہ نافرمانی ہوگی۔ ہماری یہی زندگی ہماری عاقبت ہے' ہماری اور کوئی عاقبت نہیں۔ اپنی عاقبت بنانے کے لیے اپنی صلاحیت استعمال کرو۔

سوال:

صلاحیت کی تعریف کیا ہے؟

جواب:

جس شخص کو محنت میں Pleasure محسوس ہو' وہ صلاحیت والا ہے اور جس کو محنت میں Pain ہو' وہ صلاحیت سے محروم ہے' بلکہ جس کو محنت میں اذیت ہو رہی ہو وہ صلاحیت سے محروم ہے۔

سوال:

سر! کیا Planning نہیں کرنی چاہیے؟ اور اگر کرنی چاہیے تو اس کے

بارے میں میں وضاحت فرمادیں۔

جواب:

میں آپ کو Planning سے نہیں روکتا۔ پلاننگ کا مقصد یہ ہے کہ جو چیز آپ کے پاس Available ہے اور آپ کے قبضے میں ہے یعنی آپ کی زندگی پر آپ کو پلاننگ کا حق ہے۔ جس چیز پر آپ کو اختیار نہیں' اس پر پلاننگ کیا۔ مثلاً آپ کو دل پہ اختیار نہیں تو اس حوالے سے پلاننگ چلتی نہیں۔ اچھی خاصی زندگی ہوتی ہے اور کوئی پاس سے گزر جائے تو آپ پریشان ہوجاتے ہیں۔ پلاننگ یہ ہے کہ اللہ پہ راضی رہنا سیکھو۔ زندگی پر راضی رہنا سیکھو۔ دوسروں کے عمل سے پریشان نہ ہوا کرو۔ دوسروں کا کام ہی پریشان کرنا ہے۔ جس نے دوسروں کے عمل کو اپنی پریشانی نہ بنایا وہ آدمی کامیاب ہے۔ ابھی تو آپ کو اپنے اعمال کی پریشانی شروع نہیں ہوئی' جو گل آپ نے کھلایا ہے اب اس کی بھی پریشانی شروع ہونے والی ہے۔ اپنے ساتھ مہربانی کرو۔ اپنا عمل ایسا کرو کہ پریشانی نہ بنے۔ پلاننگ ضرور کرو مگر یہ بھی سوچو کہ اگر حالات اپنے اختیار میں نہ ہوں تو پھر پریشان نہ ہوجانا۔ پھر یہ نہ کہنا کہ میں نے سوچا تو کچھ اور تھا بات کچھ اور ہوگئی۔ پلاننگ والے لوگ اکثر یہی کہتے ہیں کہ بات کہیں نہ کہیں رہ گئی۔ جب مکمل اختیار آتا ہے تو اس وقت زندگی ختم ہونے کو ہوتی ہے۔ تو پلاننگ کرو لیکن گھبرائے بغیر اور پریشان ہوئے بغیر۔ یہ بات یاد رکھو کہ اگر عذاب آنے والا ہو اور آیا نہ ہو تو وہی وقت ہے دعا کا۔ اس وقت جو دعا نہ مانگے وہ جھوٹا ہے۔ اگر عذاب آگیا تو اس وقت دعا چھن جائے گی۔ جب عذاب آنے کا وقت ہو تب

توبہ چھن جاتی ہے۔ عذاب آنے کا امکان ہو تو جو دعا نہ کرے وہ بہت ہی جھوٹا آدمی ہے اور بڑا منافق ہے۔ عذاب چونکہ اللہ کی گرفت کا نام ہے اور جو شخص معافی نہ مانگے تو سمجھو کہ بہت ہی باغی انسان ہے۔ ہمیں تو ابھی تک کسی عذاب کے آنے کا اندیشہ نہیں ہے۔ آپ کو یہ اندیشہ کیسے ہو گیا کہ جس کی پلاننگ کا سوچ رہے ہو۔ اللہ کا عذاب اس وقت تک نہیں آتا جب تک عذاب سے ڈرانے والا نہیں آتا۔ یہ اس کی روایت ہے۔ پہلے بشیر و نذیر آتا ہے اور فرماتا ہے کہ "اے لوگو! تم نے جو عمل کیے ہیں اس کی وجہ سے عذاب آنے والا ہے۔ لہٰذا اپنے اعمال سے نجات پاؤ"۔ جب بھی کوئی معاشرہ باغی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر عذاب آیا کرتا ہے۔ جیسا کہ آپ پڑھتے ہیں کہ اسلام سے پہلے عرب کا معاشرہ بہت خراب تھا اور تباہ ہونا چاہیے تھا۔ لیکن اللہ نے اللہ والا کام کیا اور اس معاشرے کو تباہ کرنے کی بجائے اس میں حضور پاک ﷺ کو رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیج دیا۔ آپ کا معاشرہ ابھی اتنا تباہ نہیں ہوا۔ اس کے لیے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی فرمائے۔ اس کی تھوڑی سی مہربانی سے بھی تمہارا گزارا ہو جائے گا۔ بس تم اپنی ہستی سے زیادہ چھلانگ نہ لگانا اور استعداد سے باہر عمل نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اگر شوق نہ ہو پھر بھی عمل نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ آپ میں شوق بھی نہیں، استعداد بھی نہیں اور عمل کرتے جا رہے ہو۔ آپ میں صرف گھبراہٹ اور شہر کا اندیشہ ہے کہ شہر کیسے چلے گا۔ اس طرح چلے گا جس طرح تم سے پہلے چل رہا تھا۔ انڈیا آپ کا دشمن ہے مگر اپنے عذاب میں مبتلا ہے۔ ان پر ایک وقت آیا ہوا ہے۔ آپ تو پھر بھی آسودہ بیٹھے ہو وہاں بہت پریشانی ہے۔

آپ گھبرایا نہ کرو۔ کسی کشتی میں ایک آدمی بھی خوش نصیب ہو تو کشتی کو ڈوبنے کا حکم نہیں ہوتا۔ اگر آپ خوش نصیب نہیں ہیں تو آپ کے بچے ضرور خوش نصیب ہوں گے۔ آپ بدنصیبی کی آرزو نہ کیا کرو۔ اگر آپ کو یقین ہوتا کہ ہم تباہ ہونے والے ہیں تو آپ کی نیند اڑ جاتی۔ آپ تو کہتے ہو کہ یہ جلتا رہے اور میرا کاروبار چلتا رہے۔ جلسے میں آنے والے عوام نہیں ہوتے بلکہ سڑک پر کام کرنے والے مزدور عوام ہیں۔ آپ تقریروں میں عوام کا ذکر کرتے ہو اور مزدور آپ کا مکان بنا تا جا رہا ہے۔ اب جھوٹ بولنا چھوڑ دیا جائے تو ملک بچ جائے گا۔ ملک جس کا ہے وہ اسے بچا لے گا۔ آپ اپنے دائرہ کار میں انصاف کر لو' گھر والوں کو خوش رکھو' اللہ خوش ہو جائے گا۔ اللہ سے جتنا تعلق ہو گا اتنا ہی انسان کے فرائض بدلتے جائیں گے۔ اللہ کو خوش رکھنے کی پلاننگ ضرور کرو۔

سوال:

سر! کیا ماننے والے اور چاہنے والے کے فرائض مختلف ہوتے ہیں؟

جواب:

ماننے والے کے فرائض اور ہیں اور چاہنے والے کے فرائض اور ہیں۔ اگر آپ اللہ کو ماننے والے ہیں تو آپ پر زکوٰۃ اڑھائی فیصد ہے۔ چاہنے والے کے پاس پیسہ ہی نہیں ہوتا کیونکہ وہ بھی اسی کی راہ میں دے چکا ہوتا ہے۔ چاہنے والا اپنی جان نثار کرتا ہے' وہ بیدار رہتا ہے۔ ماننے والے کے لیے نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ ہیں۔ چاہنے والا شہادت کے لیے بیدار رہتا ہے۔ باقی لوگ شہید کے پیچھے ہوتے ہیں اور خود شہید نہیں ہوتے۔ جاننے والا عام آدمی اللہ سے چیزیں

حاصل کرتا ہے مگر چاہنے والا اللہ تعالٰی کے لیے قربانی دیتا ہے۔ چاہنے والے پر رقت طاری ہو جاتی ہے' آنسو رکتے ہی نہیں۔ چاہنے والا کہتا ہے اس وقت یا تو رات ہے یا آپ کی یاد ہے' وہ آدھی رات کو چراغ جلائے گا' یہ اصل میں اس کی نماز کا وقت ہے۔ شوق ایسا فرض ہے' جو محبوب کے فرائض کے سوا باقی فرائض حرام کر دیتا ہے۔

عشق پر آتش حلال' عشق پر حاصل حرام

چاہنے والا محبوب کے تقرب کے علاوہ کسی فرض کو اپنے لیے نہیں سمجھتا۔ چاہنے والا کربلاؤں سے گزرتا ہے۔ چاہنے والا اسی کا ہو جاتا ہے۔ چاہنے والا کہیں منصورؒ ہوگا' کہیں سرمدؒ ہوگا' کہیں صابرؒ ہوگا' کہیں فریدؒ ہوگا' کہیں خواجہ اجمیریؒ ہوگا اور کہیں داتا صاحبؒ ہوں گے۔ چاہنے والے کے فرض اور ہیں' ماننے والے کے فرض اور ہیں اور عوام الناس کے فرض اور ہیں۔ یہ شوق کی کہانیاں ہیں۔ شوق نصف شب کو چراغ ضرور جلاتا ہے۔ شوق نہ ہو تو عبادت بھی عبادت نہیں بلکہ سجدہ حرام ہے۔ اگر عشق نہیں ہے تو ؎

عشق نہ ہو اگر تیرا میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب' میرا سجود بھی حجاب

نماز حجاب ہو گئی تو باقی کیا رہ گیا۔ عشق کا شوق جو ہے یہ محبوب کے قریب رہنے کے فرض کے علاوہ کسی فرض کو نہیں مانتا بلکہ ماننے کے لیے تیار ہی نہیں ہوتا۔ اگر عشق ہو جائے تو ایک ہی فرض ہوتا ہے اور وہ ہے جلوہ محبوب کی نیرنگیوں کا شوق۔ اسے اور کوئی شوق نہیں رہتا۔ مجنوں سے کہا گیا کہ کلمہ سنا تو اس نے کہا لیلیٰ ہی کلمہ

ہے۔ پھر پوچھا گیا کہ دنیا میں کیا دیکھا ہے؟ اس نے کہا لیلیٰ۔ کوئی اور بات دیکھی؟ کہنے لگا کہ صرف لیلیٰ۔ لیلیٰ مجنوں کی کہانی کو امیر خسروؒ نے اور ہی رنگ سے لکھا ہے۔ یہ شوق والوں کی بات ہے اور آپ احتیاط کرنے والے لوگ ہو۔ آپ Accelarator بعد میں سوچتے ہو اور Break پہلے سوچتے ہو۔ آپ کو پتہ نہیں کہ حاصل کیا ہے؟ اصل حاصل وہ زندگی ہے جو ہاتھ سے نکل چکی ہے یا اصل زندگی وہ ہے جو ابھی آئی ہی نہیں۔ یہ زندگی تو حجاب ہے۔ یا تو زندگی جا چکی ہے یا زندگی آئی نہیں۔ اصل زندگی وہ ہے جو آپ نے اللہ کی راہ میں خرچ کر دی' وہ آپ کے ساتھ جائے گی۔ جو چیز آپ نے اللہ سے لے کے رکھ لی ہے' یہ رکاوٹ بنے گی' بوجھ بنے گی۔ وہ فرائض جن کا تعلق اس دنیا سے اور دنیا کے اندر رہنے کے ساتھ ہے وہ شوق والوں کی دنیا میں حرام ہیں۔ شوق کا معنی ہے وہ جذبہ جس پر آپ زندگی نثار کرو۔ شریعت ہر آدمی کی برابر ہے لیکن شوق الگ الگ۔ آپ اپنی زندگی لوگوں کے Opinion کے مطابق بسر کرنا چھوڑ دو۔ آپ اپنی زندگی دوسروں کے حوالے سے گزارتے ہو اور پریشان ہو جاتے ہو۔ علم اور عمل کی پہچان کرتے جاؤ۔ علم وہ جو عمل میں آ جائے۔ جس چیز کا اظہار کر رہے ہو اگر اس کے عمل کا وقت آ جائے تو پیچھے نہ ہٹنا۔ مثلاً آپ اظہار یہ کر رہے ہو کہ غصہ نہ کرو' اور جب خود کو غصہ آ جائے تو معاف کر دینا۔ آپ وہ علم سنبھال کے رکھو جو عمل کے وقت آپ کا پسندیدہ ہو۔ زندگی کو کچھ عطا کرو۔ زندگی سے حاصل کرنا تقریباً چھوڑ دو۔

سوال:

کہتے ہیں کہ سنگت بدلنی نہیں چاہیے' یہ بات سمجھ نہیں آئی!

جواب:

جو علم جس جگہ اور جس حوالے سے آپ پر آشکار ہوا اس جگہ کو تبدیل نہ کرنا۔ مثلاً جنگل میں یا پہاڑ پر جو واقعہ شروع ہوا ہے وہ وہاں مکمل ہوگا۔ جہاں سے ابتداء ہوئی وہاں پر ہی اس کی انتہا ہوگی۔ جن دوستوں میں بیٹھ کر آپ پر خیال آشکار ہوں' انہیں دوستوں کے اندر ہی خیال مکمل ہوا کرتا ہے۔ جس دوست سے آپ کو محبت کا سبق ملا' اس دوست کو نہ چھوڑنا۔ جس ماحول میں جس بات کا شعور پیدا ہو' اس ماحول کو Maintain کرو۔ اس سنگت کو بقا دو اور قائم رکھو ــــــ سنگت بدلی تو مضمون بدل جائے گا اور آپ کا فیض بند ہو جائے گا۔ آپ جس حساب سے جہاں بھی جا رہے ہو وہ سنگت قائم رہنی چاہیے' پھر مضمون آشکار ہو جائے گا۔ کسی انعام یافتہ شخص کے قریب رہو تو انعام مل جائے گا۔ انعام میں حاصل کی ہوئی چیز کو انعام دینے والے کی رضا کے مطابق استعمال کرنا۔ اس کے علاوہ استعمال کرو گے تو انعام سے محروم ہو جاؤ گے۔ عطا کو اپنی مرضی سے استعمال کرنے والا عام طور پر خطا کر جاتا ہے۔ اس لیے عطا کی ہوئی شے کو عطا کرنے والے کی رضا کے مطابق استعمال کرو ورنہ عطا سے الگ ہو جاؤ گے۔

سوال:

عطا کیا ہوتی ہے؟

جواب:

عطا یہ ہوتی ہے کہ آپ کا حق نہیں تھا اور آپ کی پہنچ نہیں تھی' آپ کی رسائی نہیں تھی اور نہ آپ کی اس قسم کی عبادت تھی مگر اس نے انعام کر دیا۔ یہ آپ

کا حق نہیں بلکہ اس کی مہربانی ہے۔ عطا کی خوبی یہ ہے کہ یہ آپ کی طلب میں ہی نہیں ہوتی۔ اتنی طلب ہی نہیں ہوتی جتنا وہ دے دیتا ہے۔ عطا کو عطا کرنے والے کی اجازت کے مطابق استعمال کرنے سے عطا قائم ہوجاتی ہے۔ عطا امانت ہے' اس کو اجازت کے ساتھ استعمال کرو۔ اس میں ملاوٹ نہ کرو۔ اللہ نے اگر کسی کو فقیر نہیں بنایا اور اپنے آپ کو فقیر مشہور کردے تو اس کی عبرت کا اللہ کو پتہ ہے۔ یعنی کہ اللہ نے جس کام کے لیے آپ کو نہیں بنایا اور آپ اس کا اظہار کرو تو یہ اللہ پر بہتان ہے۔ اللہ کے ہاں اس بات پر بڑی گرفت ہے۔ اگر کسی نے جھوٹا خواب بیان کردیا تو اس پر اللہ کا عذاب آئے گا۔ ایسا خواب جو دیکھا نہیں اور بیان کردیا' یہ بہتان ہے۔ آپ پر عرفان بند ہوجائے گا۔ اس طرح انسان عطا سے دور ہوجاتا ہے۔ آپ اللہ کی عطا کا شکر ادا کرو۔ اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر عمل کرلو۔ اپنے گھر کو آسان کرلو۔ جس شخص کا گھر آسان ہوگیا' اس کا وجود آسان ہوگیا اور زندگی آسان ہوگئی۔ آخرت میں عطا کیا ہوگی؟ جب اللہ آپ کو اپنے دیدار کے قریب لائے۔ زندگی میں عطا کیا ہے؟ جب آپ کے گھر میں آسانی ہو اور آپ کا ساتھی آپ کے ساتھ آسانی کرے۔ آپ کے ساتھی کا عمل اتنا خوب صورت ہو کہ آپ کے اعتماد کو تکلیف نہ ہو۔ آپ کا ساتھی ہر وقت آپ کے ساتھ نہیں رہتا۔ کبھی آپ کو باہر جانا پڑتا ہے اور کبھی اِدھر اُدھر۔ ساتھی کا Behaviour اور ساتھی کا خیال ایسا عمل بنتا ہے کہ آپ میں اعتماد کی فضا پیدا کرجاتا ہے۔ اور یہ بھی اللہ کی عطا ہے کہ آپ دوستوں پر اعتماد میں مرو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اعتماد والے ساتھی عطا کرے۔ اعتماد دو گے تو اعتماد ملے گا۔ اللہ تعالیٰ

آپ کو سلامت رکھے۔ چھوٹی سی زندگی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کامیابیاں دے۔

وما علینا الا البلاغ المبین

(ترتیب: ڈاکٹر مخدوم محمد حسین)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرمودات: حضرت واصف علی واصفؒ

- ☆ سب سے بدقسمت وہ بوڑھا ہے جسے بڑھاپے میں گناہ کی تمنا ہو۔
- ☆ یتیم کا مال کھانے والا ہزار یتیم خانے بنائے، سکون نہیں پائے گا۔
- ☆ ہم لوگ عجیب حال میں ہیں گھر میں مادری زبان بولتے ہیں، محفلوں میں اردو، دفتروں میں انگریزی، عبادت عربی میں کرتے ہیں۔
- ☆ وہ مسافر جسے گاڑی میں سیٹ نہ ملے خود کو بدنصیب سمجھتا ہے اور جب گاڑی حادثے کا شکار ہوتی ہے تو وہی انسان اپنی خوش نصیبی پر فخر کرتا ہے۔
- ☆ صرف بزرگوں کی یاد منانے سے بزرگوں کا فیض نہیں ملتا، بزرگوں کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے سے بات بنتی ہے۔
- ☆ جہاز خطرے میں ہو تو مسافروں کو دعا سکھانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔
- ☆ شہر بھرے کے بھرے رہتے ہیں لیکن ہر دس سال بعد چہرے تبدیل ہو جاتے ہیں۔
- ☆ بادشاہ کو صرف نیک نہیں ہونا چاہیے بلکہ اہل بھی ہونا چاہیے۔
- ☆ پست خیال انسان آکاس بیل کی طرح خود پھیلتا ہے اور دوسروں کو پھیلنے سے روکتا ہے۔
- ☆ ہم جسے برداشت نہیں کرتے اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے۔
- ☆ صحت خراب ہو تو کوئی بھی موسم خوشگوار نہیں اور صحت خوشگوار ہو تو کوئی موسم خراب نہیں۔
- ☆ لوگوں کے عیب چھپاؤ گے تو اللہ تمہارے عیب چھپائے گا۔
- ☆ سب سے بدقسمت وہ انسان ہے جو اپنے مستقبل سے خائف ہے۔

☆ ہمارے پاس ہر شے کی کثرت ہے صرف وقت کی قلت ہے۔

☆ جس پر حضور اکرم ﷺ مہربان ہوں اسے اللہ کا قرب ملتا ہے اور جس پر اللہ مہربان ہو اسے حضور اکرم ﷺ کا قرب ملتا ہے۔

☆ اگر انسان کو گناہ سے شرمندگی نہیں تو توبہ سے کیا شرمندگی۔

☆ مریض ہونا غریب ہونے کی ابتداء ہے۔

☆ عبادت وہاں نہیں پہنچاتی جہاں غم پہنچا دیتا ہے۔

☆ جب عذاب آنے والا ہو تو توبہ چھن جاتی ہے۔

☆ رشوت کی دولت سے اگر حج کیا جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی خلاف ورزی ہی نہیں اس کے نظام کے خلاف بغاوت بھی ہے۔

☆ خوراک تھوڑی کھائیں تو طاقت ملے گی اور اگر وہی خوراک زیادہ کھائیں تو طاقت چھن جائے گی۔

☆ اپنی ہستی سے زیادہ کام کرنا ہلاکت ہے اور اپنی ہستی سے کم کام کرنا بددیانتی ہے۔

☆ تنکے کو بھی حقیر نہ سمجھو ورنہ وہ تمہاری آنکھ میں پڑ جائے گا۔

☆ مسلمان وہ ہے جو ہندو کی نگاہوں میں مسلمان ہو، ہندو یہ نہیں دیکھتا کہ شیعہ کون ہے اور سُنّی کون ہے؟

☆ اپنی لاعلمی کے احساس کا نام علم ہے۔

•••

http://www.waseelaewisal.pk

دعا

- جس کا خدا پر یقین نہ ہو اس کا دعا پر کیوں یقین ہو گا۔
- دعا دراصل ندا ہے' فریاد ہے' مالک کے سامنے۔
- دعا دل سے نکلتی ہے بلکہ آنکھ سے آنسو بن کر ٹپکتی ہے۔
- دعا کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ جہاں دعا مانگنے والا ہے وہیں دعا منظور کرنے والا ہے۔
- ہاتھ اٹھانا بھی دعا ہے ملتجی نگاہ کا اٹھنا بھی دعا ہے۔
- ہم اللہ سے وہ چیز مانگتے ہیں جسے ہم خود نہ حاصل کر سکیں۔
- دعا پر اعتماد ایمان کا اعلیٰ درجہ ہے۔
- گناہ اور ظلم انسان سے دعا کا حق چھین لیتے ہیں۔
- دعا مانگنا شرط ہے منظوری شرط نہیں۔
- دعا سے بلا ٹلتی ہے زمانہ بدلتا ہے۔
- ماں کی دعا دشتِ ہستی میں سایۂ ابر ہے۔
- پیغمبر کی دعا امت کی فلاح ہے۔
- نفرت کرنے والا انسان دعا سے محروم ہو جاتا ہے۔

حضرت واصف علی واصفؒ

http://www.wasifaliwasif.pk

خاموشی

- ہم اگر زبان کی پھیلائی ہوئی مصیبتوں کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ خاموشی میں کتنی راحت ہے۔
- زیادہ بولنے والا مجبور ہوتا ہے کہ وہ سچ اور جھوٹ کو ملا کر بولے۔
- آواز انسان کو دوسروں سے متعلق کرتی ہے اور خاموشی انسان کو دوسروں سے تعارف کراتی ہے۔
- زندگی سراپا اور سربستہ راز ہے اور راز ہمیشہ خاموش ہوتا ہے اور اگر خاموش نہ ہو تو راز نہیں رہتا۔
- باطن کا سفر' اندرون بینی کا سفر' من کی دنیا کا سفر' دل کی گہرائیوں کا سفر' رازِ ہستی کا سفر' دیدہ وری کا سفر' چشمِ بینا کا سفر' حق بینی کا سفر اور حق یابی کا سفر' خاموشی کا سفر ہے۔
- خاموش انسان خاموش پانی کی طرح گہرے ہوتے ہیں۔
- انسان بولتا رہتا ہے اور خاموش نہیں ہوتا کیونکہ خاموشی میں اسے اپنے رُوبرو ہونا پڑتا ہے اور وہ اپنے رُوبرو نہیں ہونا چاہتا۔
- انسان کے قبل از پیدائش زمانے خاموشی کے زمانے ہیں اور مابعد بھی خاموشی ہے۔

﴿حضرت واصف علی واصفؒ﴾

http://www.wasifaliwasif.pk

خوش نصیب

- خوش نصیب انسان وہ ہے جو اپنے نصیب پر خوش رہے۔
- آج کا انسان صرف دولت کو خوش نصیبی سمجھتا ہے اور یہی اس کی بدنصیبی کا ثبوت ہے۔
- خوش نصیبی ایک متوازن زندگی کا نام ہے، نہ زندگی سے فرار ہو اور نہ بندگی سے فرار ہو۔
- حضور پاک ﷺ اتنے خوش نصیب ہیں کہ جو آپ کا غلام ہو گیا وہ بھی خوش نصیب کر دیا گیا۔
- خوش نصیب اپنے آپ پر راضی، اپنی زندگی پر راضی، اپنے حال پر راضی، اپنے حالات پر راضی، اپنے خیالات پر راضی اور اپنے خدا پر راضی رہتا ہے۔

﴿حضرت واصف علی واصف﴾

http://www.wasifaliwasif.pk

علم

- اپنی لاعلمی کے احساس کا نام علم ہے۔
- ہم معلوم کو علم کہتے ہیں حالانکہ نامعلوم اور لامعلوم بھی علم ہے۔
- علم بادِ صبح گاہی اور آہِ سحر گاہی سے ملتا ہے۔
- کتاب کا علم فیضِ نظر تک نہیں پہنچا سکتا، تزکیہ کے بغیر کتاب کا علم خطرے سے خالی نہیں۔
- ہر عارف عالم ہوتا ہے اور ضروری نہیں کہ ہر عالم عارف بھی ہو۔
- ضرورت کا علم اور شے ہے اور علم کی ضرورت اور شے ہے۔
- علم کا مخرج نگاہ ہے اور اس کا مدفن کتاب ہے۔
- لاعلمی سے بے علمی بہتر ہے۔
- آج کی تعلیم کا المیہ یہ ہے کہ تلاشِ روزگار کے لیے ہے اور تقربِ پروردگار کے لیے نہیں۔
- وہ علم نور ہے، جس سے اللہ کی پہچان ہو اور جس علم سے غرور پیدا ہو وہ حجابِ اکبر ہے۔
- زیادہ علم جاننے کا غرور اگر نہ جاننے کی عاجزی میں بدل جائے تو حجاب اٹھ جاتا ہے۔
- علم اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک کوئی عطا کرنے والا نہ ہو، کیونکہ اصل علم اللہ والے کی نگاہ سے ملتا ہے کتاب سے نہیں۔

﴿حضرت واصف علی واصفؒ﴾

http://www.wasifaliwasif.pk

توبہ

- اگر اپنا گھر اپنے سکون کا باعث نہ بنے تو توبہ کا وقت ہے۔
- اگر مستقبل کا خیال ماضی کی یاد سے پریشان ہو تو توبہ کر لینا مناسب ہے۔
- اگر انسان کو گناہ سے شرمندگی نہیں تو توبہ سے کیا شرمندگی۔
- توبہ منظور ہو جائے تو وہ گناہ دوبارہ سرزد نہیں ہوتا۔
- جب گناہ معاف ہو جائے تو گناہ کی یاد بھی نہیں رہتی۔
- گناہوں میں سب سے بڑا گناہ توبہ شکنی ہے۔
- توبہ کا خیال خوش بختی کی علامت ہے کیونکہ جو اپنے گناہ کو گناہ نہ سمجھے وہ بدقسمت ہے۔
- نیت کا گناہ نیت کی توبہ سے معاف ہو جاتا ہے اور عمل کا گناہ عمل کی توبہ سے دور ہو جاتا ہے۔
- اگر انسان کو اپنے خطاکار یا گناہ گار ہونے کا احساس ہو جائے تو اسے جان لینا چاہیے کہ توبہ کا وقت آ گیا ہے۔
- اگر انسان کو یاد آ جائے کہ کامیاب ہونے کے لیے اس نے کتنے جھوٹ بولے ہیں تو اسے توبہ کر لینی چاہیے۔

﴿حضرت واصف علی واصفؒ﴾

http://www.wasifaliwasif.pk

مطبوعات کاشف پبلی کیشنز

تصانیف

حضرت واصف علی واصفؒ

1	کرن کرن سورج	(نثر پارے)
2	دل دریا سمندر	(مضامین)
3	قطرہ قطرہ قلزم	(مضامین)
4	حرف حرف حقیقت	(مضامین)
5	شب چراغ	(اردو شاعری)
6	The Beaming Soul	(Aphorisms)
7	Ocean in a drop	(Essays)
8	بھرے بھڑولے	(پنجابی شاعری)
9	شب راز	(اردو شاعری)
10	بات سے بات	(نثر پارے)
11	گمنام ادیب	(خطوط)
12	مکالمہ	(مذاکرے، مقالات، انٹرویو)
13	ذکرِ حبیبؐ	(سیرت)
14	دریچے	(نثر پارے)

15 گفتگو۔1 (سوال جواب)

16 گفتگو۔2 (سوال جواب)

17 گفتگو۔3 (سوال جواب)

18 گفتگو۔4 (سوال جواب)

19 گفتگو۔5 (سوال جواب)

20 گفتگو۔6 (سوال جواب)

21 گفتگو۔7 (سوال جواب)

22 گفتگو۔8 (سوال جواب)

23 گفتگو۔9 (سوال جواب)

24 گفتگو۔10 (سوال جواب)

25 گفتگو۔11 (سوال جواب)

26 گفتگو۔12 (سوال جواب)

27 گفتگو۔13 (سوال جواب)

28 گفتگو۔14 (سوال جواب)

29 گفتگو۔15 (سوال جواب)

30 گفتگو۔16 (سوال جواب)

31 گفتگو۔17 (سوال جواب)

32 گفتگو۔18 (سوال جواب)

33 گفتگو۔19 (سوال جواب)

34 گفتگو۔20 (سوال جواب)

35 گفتگو۔21 (سوال جواب)

36 گفتگو۔22 (سوال جواب)

37 گفتگو۔23 (سوال جواب)

﴿کاشف پبلی کیشنز﴾

A-301، جوہر ٹاؤن-لاہور

http://www.wasifaliwasif.pk

—◆◆◆—

- شوق ایسا فرض ہے کہ جو محبوب کے فرائض کے علاوہ سارے فرائض حرام کر دیتا ہے